اصلاحات و اضافات کے ساتھ نیا ایڈیشن

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان رحمۃ اللہ علیہ

معروف شاعر، ادیب، نقاد اور محقق ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان اپنی ادبی و علمی کارگزاری کی وجہ سے جانے پہچانے گئے ہیں۔ انھوں نے تدریس کے شعبے میں خدمات انجام دیں، ہزارہ یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر اور اقبال اکادمی کی مجلسِ حاکمہ کے رکن بھی رہے، تاہم ان کی توجہ کا مرکز ادب و علم کی دنیا ہی رہی۔ اس کا ثبوت ''ہمالہ سے نیا شوالہ تک''، ''فکرِ اقبال کا ایک مطالعہ''، ''بیانِ اقبال: نیا تناظر''، ''اجتماعی اجتہاد''، ''اقبال کا تصورِ ملت اور آزادیِ ہند'' اور ''عہدِ رسالت میں نعت'' ایسی قابلِ قدر تصانیف ہیں جنھیں اہلِ دانش و ادب نے لائقِ تحسین گردانا۔

زیرِ مطالعہ کتاب ''عہدِ رسالت میں نعت'' اپنی نوعیت کا ایک اہم اور منفرد کام ہے، ادبی، علمی، تحقیقی اور تصنیفی ہر اعتبار سے۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان نے اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل دوسرے مذاہب کی آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کی آمد کی بشارت سے لے کر قرآنِ کریم میں بیان کی گئی عظمت و رفعتِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالوں تک اور اس کے بعد عہدِ رسالت کے بخت رسا شعرا کے کلام تک مدحتِ رسول ﷺ کے رنگا رنگ جواہر کو جمع کیا ہے۔ یہ کام بلاشبہ تحقیقی اور ادبی دونوں طرح دقتِ نظر اور محنتِ شاقہ کا متقاضی تھا۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان اس کام کے بنیادی تقاضے سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اُس کی استعداد بھی رکھتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے اس کتاب کی تصنیف و تالیف کے کام میں اپنے تحقیقی شعور اور تنقیدی بصیرت کو پوری طرح بروے کار لاتے ہوئے ایک ایسی دستاویز مرتب کی ہے جو بجائے خود ایک حوالے کا درجہ رکھتی ہے اور اس شعبے میں آئندہ کام کرنے والوں کے لیے ایک اہم مثال کی حیثیت بھی۔

''عہدِ رسالت میں نعت'' ایسی کتابوں کا ایک بار سے زائد شائع ہونا، ایسے قابلِ قدر کام کی پذیرائی کا اظہار تو یقیناً ہے ہی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس امر کا ثبوت بھی ہے کہ سنجیدہ علمی، ادبی اور تحقیقی کام کی نئے عہد کے لکھنے، پڑھنے اور کام کرنے والوں کو نئے عصری تناظر میں ضرورت ہوتی ہے، اور یہ دراصل ایک تہذیب اور اس کے ادب کے زندہ ہونے کی گواہی ہے۔

یہ کتاب نئے اہتمام کے ساتھ اس وقت شائع ہو رہی ہے جب ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان داعیِ اجل کو لبیک کہہ کر اپنے رب کے حضور پیش ہو چکے ہیں۔ ربِ محمد ﷺ اُن کی اس کاوش کو اُن کے لیے توشۂ آخرت بنا دے۔

صبیح رحمانی

عہدِ رسالت میں نعت

(اَلأُصولُ في مدحِ الرسولِ المقبول ﷺ)

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان

نعت ریسرچ سینٹر
ہمارا نصب العین! نعتیہ ادب کا فروغ

کتاب	:	عہدِ رسالت میں نعت
مصنف	:	ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان
نظرثانی	:	شیخ عبدالعزیز دباغ
اشاعت اوّل	:	1993ء
اشاعت دوم	:	دسمبر 2022ء
تعداد	:	300
قیمت	:	-/800 روپے

شائع کردہ

B-306، بلاک 14، گلستانِ جوہر، کراچی۔

ISBN: 978-969-8918-81-1

﴿ ہدیۂ عقیدت ﴾

وَأَحْمَدُ فِيْنَا مُصْطَفى مُطَاعٌ
فَلَا بِالْقَوْلِ تَغْشَوْهُ الْعَنِيْفِ

اور احمد مصطفےٰ ﷺ ہم میں ایک بر گز یدہ ہستی ہیں۔ جن کی اطاعت اور پیروی کی جاتی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی جناب میں کوئی نا ملائم (خلافِ دین) بات نہ کرو! یعنی بے جواز غش غلو سے کام نہ لو۔

سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

پروفیسر ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان

فاضل درس نظامی (1964)

ایم اے بی ایڈ، ایم فل، پی ایچ ڈی (فلسفۂ اقبال)

منتخب ایمی نینٹ ایجوکیشنسٹ اینڈ ریسرچر

(ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان)

سابق صدر شعبۂ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

استاد شعبۂ اردو و لسانیات
سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی
لنڈی اخون احمد رنگ روڈ پشاور

حوالہ نمبر 29

تاریخ 29 / 5 / 2016

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ
فالحمد للّٰہ الخیر مع الخیر

حکم کی تعمیل میں تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں ۔ دراصل کتابت کے علاوہ بعض املاء و تصریحات اہم تھیں ۔ اب نظر حد سے زیادہ کمزور ہو گئی ہے ۔ سلسلہ ڈالے جانے کے بھی دس سال ہونے کو ہیں ۔ صفائی بھی ایک بار کرا چکا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرمائے ۔

عہدِ رسالت میں نعت [الاُصُول فِي مدحِ الرَّسولِ المقبول صلی اللہ علیہ وسلم] بار دوم اشاعت کے لئے حاضر ہے ۔ صرف اتنی گزارش ہے کہ اس کی اشاعت پر اولیت دی جائے جاذبِ نظر ٹائٹل اور ذرا بڑی تقطیع میں عمدہ ترین کاغذ پر چھاپا جائے ۔ ISSB نمبر حاصل کیا جانا چاہیئے ۔
اللہ آپ کی عمر، علم، کمائی اور اعمالِ صالحہ میں برکت دے۔ آمین

خادم العلم و العلماء
[signature]
ارشاد شاکر اعوان

بخدمت
سید صبیح الدین رحمانی زاد مجدہٗ
کراچی

البشیر ۔ محلّہ مسعود آباد ۔ بفہ (ہزارہ)

﴿ فہرست ﴾

﴿ دیباچہ اشاعت دوم ﴾ ۱۱

﴿ التماس ﴾ ۱۵

﴿ پہلی نظر ﴾ ۲۱

﴿ کچھ اشاعت اوّل میں اغلاط کی درستی کے بارے میں ﴾ ۲۵

پہلا باب: کچھ لفظ یا اصطلاح نعت کے بارے میں ۳۱

حواشی باب اوّل...۴۵

دوسرا باب: اَلنَّبِیُّ الْمُنْتَظَرُ ﷺ (نعت کا دورِ اوّل) ۵۱

فصل اوّل: مَحامِدِ محمد ﷺ قبل از بِعثَت ۵۵

فصل دوم: کتب سماوی میں آنحضور ﷺ کا ذکر ۶۳

فصل سوم: احبار و رہبان و کُہّان اور دیگر کتب میں ذکر................۶۷

فصل چہارم: پہلا باقاعدہ نعتیہ قصیدہ ۷۲

حواشی باب دوم ۷۸

تیسرا باب: صاحب القرآن فی القرآن......................۸۵

فصل اوّل: قرآن اور مقامِ مصطفیٰ ﷺ.................................۸۷

فصل دوم: صحابہ کرام ﷺ اور حبِّ رسول ﷺ ۹۴

حواشی باب سوم.. ۱۰۱

چوتھا باب: اَلنَّبِيُّ الْمُؤَيَّد ﷺ (عرب شاعری اور اسلامی شاعری) . ۱۰۵

فصل اوّل: فرمانِ رسالتِ مآب ﷺ ۱۱۰

حضرت عمَرو بن مُرّہ جُہنی ﷺ.. ۱۱۳

خواجہ ابو طالب ﷺ بن عبد المطلب ۱۱۴

سید الشہداء حضرت امیر حمزہ ﷺ ۱۲۲

سیدنا قیس ﷺ بن بحر الاشجعی ﷺ...۱۲۴

حضرت عبد اللہ ابنِ حارث ﷺ ۱۲۵

حضرت عثمان ابنِ مظعون ﷺ... ۱۲۶

حضرت ابو احمد بن جحش ﷺ ۱۲۷

حضرت سراقہ ﷺ بن مالک بن جعشم ۱۳۰

ابو جہل کے نام حضرت سراقہ ﷺ کا منظوم پیغام ۱۳۱

آوازِ جن (لوک گیت)...۱۳۲

اُمِ معبد عاتکہ بنتِ خالدِ الخزاعی ﷺ..۱۳۳

استقبالی گیت...۱۳۵

فصلِ دوم: فصلِ اوّل و دوم کی شاعری کا فرق ۱۳۷

ابو قیس بن صَرمہ بن ابی انس ﷜..۱۳۸

سواد بن قارب ﷜...۱۴۰

حضرت عبد اللہ بن اعور الاعشیٰ المازنی ﷜............................۱۴۳

ابو عِزہ بن عبداللہ بن عثمان ﷜......................................۱۴۵

حضرت فردہ بن عمرو الجذامی ثُم نفالی ﷜..............................۱۴۶

حضرت قیس بن عبد اللہ نابغتہ الجُعدی ﷜...............................۱۴۶

بجیر ابن زہیر ابو سلمیٰ ﷜..۱۴۸

کعب ابنِ اشرف ۱۵۱

اُم المئومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ ﷝..................................۱۵۲

حواشی باب چہارم ۱۵۴

پانچواں باب: حرکتِ اسلامی کی تارِیخ ۱۵۹

فصلِ اوّل: اس دَور کی شاعری ۱۶۱

فصلِ دوم: جناب زکی مبارک اور عصبیت کا مفہوم ۱۷۲

حضرتِ کعب ﷜ ابن مالک ﷜......................................۱۸۰

قبیلہ خزرج کے افراد... ۱۸۱

قبیلہ اوس کے افراد.. ۱۸۱

حضرتِ عباس ابنِ مِرداس رضی اللہ عنہ ۱۹۷
حضرتِ کعب ابنِ زُہیر رضی اللہ عنہ ۲۰۹
الاعشیٰ ابو البُصَیر میمُون بن قیس ۲۱۶
حضرتِ اَصَیَد بن سَلمہ سُلّمی رضی اللہ عنہ کا منظوم مکتوب ۱۰ھ ۲۲۲
حضرتِ عَمرو بن سالِم الخُزاعی رضی اللہ عنہ کا استغاثہ.......................................۲۲۴
حضرت اَنس رضی اللہ عنہ بن زُنَیم ۲۲۸
حضرتِ جارُود رضی اللہ عنہ بن عمرو بن مُعَلّٰی عبدی ۲۳۳
حضرتِ عبد اللہ ابنِ رَواحہ رضی اللہ عنہ ۲۳۴
ابُو سفیان رضی اللہ عنہ ابن الحارث ۲۴۱
حضرتِ فارُوقِ اعظم عُمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ۲۴۸
اَسَدُ اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۲۵۱
حضرتِ مالک ابن عوف رضی اللہ عنہ ۲۵۸
حضرتِ عباس ابنِ عبد المطلب رضی اللہ عنہ ۲۶۱
استقبالی اشعار ۲۶۴
فصل سوم: رُوحِ عصر کا ترجمان حضرتِ حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ ۲۶۶
حواشی باب پنجم ۳۱۹
چھٹا باب: ممدُوحِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، رحمتِ کائنات ۳۲۹

نبی اکرم ﷺ اور جِنّ ۳۳۱
حضرت عمرو الجنّی ۳۳۶
حواشی باب ششم.. ۳۵۰

﴿ دیباچہ اشاعت دوم ﴾

زیر نظر کتاب عہدِ رسالت میں نعت (اَلأُصول في مدَحِ الرسول المقبول ﷺ) پہلی بار ۱۹۹۳ء میں علم و ہنر کے بے نظیر قدر دان احمد ندیم قاسمی مرحوم ناظم مجلسِ ترقیٔ ادب لاہور نے بڑی محبت سے چھاپی۔ کتاب ہاتھوں ہاتھ بکی، شائقین نے براہِ راست مجھ سے بھی طلب کی۔ تاہم بوجوہ عربی عبارات میں اعراب وغیرہ کی کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں۔ قاسمی صاحب قبلہ کی رحلت کے بعد کچھ عرصہ تو مطبوعات مجلس ترقیٔ ادب میں اس کتاب کا ذکر آتا رہا لیکن پھر یہ کتاب اشتہار وغیرہ سے خارج ہو گئی اور شائقین برابر مجھ سے رابطے میں رہے۔ اغلاط کی شکایت بھی موصول ہوتی رہی کچھ اہم لوگوں کو کتاب کی عکسی کاپی مقدور بھر کوشش سے اغلاط میں اصلاح کے بعد مہیا کرتا رہا، لیکن کب تک، اصلاح اور بعض ضروری ترامیم و اضافہ سے کتاب کی اشاعتِ مکرر ضروری ہو گئی تو نعت ریسرچ سنٹر کراچی کے انتھک محقق اور پبلشر جناب سید صبیح الدین (صبیح رحمانی) سے رابطہ کیا۔ اُنہوں نے حضرت قاسمی مرحوم سے بھی کچھ زیادہ شوق اوراخلاص کااظہار فرمایا۔ چنانچہ اب یہ کتاب کچھ ضروری اصلاحات واضافات کے ساتھ آپ تک پہنچ رہی ہے۔

۱۹۹۳ء سے اب تک نعت پرہونے والے انتہائی وقیع کام کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کی انفرادیت ابھی قائم ہے۔ اس لیے کہ یہ کتاب صرف عربی نعتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں عہدِ رسالت میں جن اصحابِ رسول رضوان اللہ اجمعین نے اپنی شاعری میں اسلام کی ابتداء و ارتقاکے جو مختلف نقوش ثبت کیے ہیں، اس ارتقائی سفر کی بتدریج نشاندہی پہلی بار کی گئی اور اس کی یہ انفرادیت لا زوال ہے۔ اسی حوالے

سے مجلس ترقی ادب کی اشاعتی مشاورتی کمیٹی نے اس کی فوری اشاعت کی سفارش کرتے ہوئے لکھا: ”پاکستان میں اس پائے کی علمی و تحقیقی لگن کی کوئی اور مثال بمشکل ہی پیش کی جا سکتی ہے۔(۱) کتاب کی اشاعت مکرر کے لیے جناب محمد کاظم سے دیباچہ کی درخواست پر انھوں نے لکھا ”ایک بات میں آپ کو بتا دوں کہ کتاب اگر اچھی لکھی ہوئی ہو تو وہ اپنے آپ کو خود منواتی ہے۔ دیباچہ کے بل بوتے پر کتاب اہم اور ہر دل عزیز نہیں ہو سکتی۔ واقعی اس نوعیت کی کتاب میری نظرسے نہیں گزری“۔ اس ”نوعیت“ کی حقیقت کتاب کی تبویب ہی سے نمایاں ہے۔ نعت لفظ یا اصطلاح کی لازمی بحث کے بعد اصحابِ رسول ﷺ کی نعتیہ شاعری کو ذیل عنوانات کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔

باب اوّل میں النبیُّ المنتظر ﷺ کے تحت، حضور انور ﷺ کی بعثت اور ولادتِ با سعادت سے قبل مختلف آسمانی صحائف میں آپ ﷺ کی سیرت و صورت کا ذکر اور عربستان میں موجود احبار و رھبان اور کُہّان کے بیانات جمع کیے گئے ہیں۔ اگلا باب صاحب القرآن فی القرآن ہے جس میں وہ اُصول مُدوّن کیے گئے ہیں جن پر نعتِ رسول ﷺ کی وہ شان دار عمارت استوار ہونا تھی جس سے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى کی نویدِ سعید پوری ہوتی چلی آتی ہے اور بحمد اللہ تا قیامت پوری ہوتی رہے گی۔

اسلام، پیغمبرِ اسلام اوراسلام کے ابتدائی نام لیواؤں (سَابِقُون الاَوَّلُون) نے توحید باری تعالیٰ اوروحدتِ بشریتِ کی تبلیغ وتنقید کی راہ میں جو جو مصائب دیکھے اور برداشت کیے اس دور کی نعت سے ان کے بیان میں جس عزیمت کے نقوش محفوظ کیے گئے اُنہیں النَّبِيُّ الْمُوَيَّدْ کے تحتِ عنوان ابھارنے کے بعد مثیلِ موسیٰ و عمران علیہما السلام، النَّبِيُّ الآخر حضرت محمد ﷺ کی مکّہ المکرمہ سے مدینتہ المنورہ کی طرف ہجرت اور حکم جہاد کے ساتھ کفر و اسلام کے معرکوں کا بیان بدلتے ہوئے حالات میں نعت رسول اسلام کی

حر کی تاریخ قلم بند کرتی ہے، جس میں دربارِ رسالت کے شاعرِ خاص، صاحبِ سیف و قلم حضرتِ حسان محترم کا خصوصی حصّہ ہے اس لیے اسے الگ سے درج کیا گیا ہے۔

ممدوحِ کائنات کے تحتِ عنوان، جمادات و نباتات اور حیوانات سے گزر کر جِنّ و مَلَک کی زبانی مدحتِ محمد کا ذکر یکجا کیا گیا ہے اور اس طرح حضور ﷺ کی شانِ رحمتہٌ للعالمین کو مدح و ثنا پر کتاب اپنی تکمیل کو پہنچی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نعتوں پر مشتمل، سامنے آنے والا ہر مجموعہ، ہر گُلے را رنگ و بُوئے دیگر کا مصداق اور مدیحِ مصطفیٰ ﷺ کی غیر مختتم بُو قلمونی کا مظہر ہے مگر ”عہدِ رسالت میں نعت“ کی مذکورہ تدوینی انفرادیت جس نے نعت کو ایک الگ اور باقاعدہ صنفِ ادب تسلیم کرانے کی مدلل سعی مشکور کی یہ ترتیب کسی تقدیم و تاخیر کے بغیر، اسے صرف نعتوں کا مجموعہ رہنے نہیں دیتی بلکہ تنقیدی اور تجزیاتی عمل کا نمونہ بناتی ہے اور اس کی فضیلت کو اپنی جگہ قائم رکھتی ہے اس امید اور توقع کے ساتھ کہ اس کتابِ مستطاب کی برکات جاری رہیں گی اور جاری رہنی چاہئیں، اس کی اشاعتِ مکرر پر جناب سید صبیح رحمانی مبارک باد کے ساتھ شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ ہی بہتر جزا دینے والا ہے۔

وَهُوَ الْمُسْتَعان

ادنیٰ ارشاد شاکر اعوان
استاد شعبۂ اردو
سرحد یونیورسٹی۔ پشاور
۶/ ستمبر / ۲۰۲۱ء

﴿ التماس ﴾

اس موضوع پر علامہ یوسف النبہانیؒ کے مجموعہ النبھانیہ (جس میں تیرھویں صدی ہجری تک کی عربی نعت یکجا کر دی گئی ہے) سے لے کر شفیق بریلوی مرحوم کے ارمغانِ نعت تک عربی فارسی اردو نعتوں کے بے شمار انتخاب چھپ چکے ہیں۔ زیرِ نظر مجموعہ "عہدِ رسالت میں نعت" سے مزین ہے۔ اسے بھی علامہ اشرف علی تھانویؒ جیسے صاحب خبر و نظر تھانہ بھون سے "کلام الملوک" کے نام سے شائع کرا چکے ہیں پھر اس مجموعہ کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس کی اہمیت کیا ہے؟ مجھے اسی ضمن میں کچھ التماس کرنی ہے۔ اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں کہ نعت فی الاصل سرورِ کائنات ﷺ کی سیرۃ طیبہؐ کے حوالے سے محاسن دین کی نشر و اشاعت اور تقربِ الٰہی کا ایک سہل ترین (جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے) ذریعہ ہے۔ اس میں بھی کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ حضور کی سیرت بھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی گواہی کے مطابق قرآن تعلیمات کا ماحصل تھی (کَانَ خُلُقُهُ الْقُرآن) اس کی تصدیق خود قرآن کی زبانی حضور کی زندگی کو ایک کامل مکمل نمونۂ حیات قرار دیئے جانے سے ہوتی ہے۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) اس رُو سے حضور کی سیرت کا حوالہ بھی صرف تعلیماتِ قرآن یا محاسنِ دین ہی کا بیان ٹھہرتا ہے۔ اسی لیے ہر نعت گو پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پیش کرتے وقت ان محاسن کا خیال رکھے وہ محاسن دین کیا ہیں؟ اس مجموعے میں اسی سوال کا جواب دینے کی اپنی سی کوشش کی گئی ہے اور بنیاد اس نعت کو بنایا گیا ہے جسے خود دربارِ رسالت سے قبولیت کا شرف حاصل ہوا۔ اس وضاحت کے بعد کہیں کہیں متن میں اور اکثر و بیشتر حواشی میں چھیڑی گئی طویل

بحثوں کو نعت ہی کے موضوعات تسلیم کرنے میں مدد ملے گی، جو فی الحقیقت اس مجموعہ کی اشاعت کا بنیادی مقصد ہے۔ ان بحثوں میں اگر کہیں مجھ سے لغزش ہوئی ہو تو وہ میری سمجھ کا قصور ہے۔ میں نے فرقہ بندی سے ماورا ایک حقیقی مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ قدم اٹھایا ہے۔ قارئین کرام سے بصد ادب التماس ہے کہ وہ جہاں کہیں ایسی لغزش دیکھیں اصلاح فرما کر ایک قدم اور آگے بڑھانے میں مدد دیں۔

اس کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس تقسیم کا سبب ہر باب کے عنوان سے ظاہر ہے، جو ثبوت ہے اس کا کہ نعتِ رسول ایک محدود صنفِ سخن نہیں۔ اس صنف نے دعویٰ کیے بغیر ہر دور میں ''روح عصر'' کی ترجمانی کے فرائض، دیگر کسی بھی صنفِ سخن سے بڑھ کر انجام دیئے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عربی فارسی اردو نعتوں کے ایسے انتخاب مرتب کیے جائیں جو نعت کے اس پہلو کو کماحقہ اجاگر کر سکیں۔ علاوہ ازیں خود نعت گو حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ نعت کو صرف حضور ﷺ سے زبانی کلامی عقیدت کے اظہار کا ذریعہ بنانے کی بجائے اسے روحِ عصر کی ترجمانی کی آنچ سے بھی آشنا کریں۔ زیرِ نظر مجموعۂ میں درج نعتوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس دور کی نعت میں کبھی قبل از بعثت کے انسانی معاشرے کی فکری ابتری کے حوالے سے ایک دورِ مرکزیت کی آمد آمد کی بشارتیں ملیں گی، تو کبھی رسول اکرم ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد ظلم و ستم کی چکی میں پستے ہوئے مؤحدین کی پر عزم اور امید افزا فریادیں، کبھی پھیلتے ہوئے نور توحید کی دھنک رنگ مسرتیں بکھرتی ملیں گی تو کبھی معاندین اسلام کی بربادی و بدبختی پر حقارت آفرین تأسف اور دوستوں کے بہتے ہوئے لہو پر فَازَ فَوْزًا کے رنگ میں رنگا ہوا ماتم۔ آپ کو یقین ہو جائے گا، کہ ان مشتاقانِ ﷺ رسول ﷺ و فدایانِ دین حق ﷺ نے ہر بدلتے زمانے میں اپنے لہجے میں ایک خوشگوار تبدیلی کا احساس پیدا کیا لیکن یہ سب تبدیلیاں اپنی مرکزیت (بحوالۂ نصرتِ رسول ﷺ اور تقویت و غلبۂ دینِ مبین) سے ذرہ بھر ادھر ادھر نہیں ہٹنے پائیں۔ اس نعت میں حضور

اکرم کے "گیسوئے مشک بو" کا ذکر آیا ہے نہ "مد بھری اکھیوں" کا حوالہ بس ایک ہی حوالہ ہے: "اتباعِ رسول ﷺ کے ذریعہ دینِ خدا کی تقویت"۔ چودہ سو سال گزر گئے امت محمدیہ کو امتِ مرحوم جیسے الم انگیز القابات نصیب ہوئے۔ مگر ہماری نعت نے کروٹ نہ بدلی (شبلیؔ و حالیؔ اور جوشؔ و اقبالؔ کے استثناء کے ساتھ مگر ان کی پیروی کتنوں کو نصیب ہوئی؟) وہی غزل کی سی چاشنی ہماری نعت کی خصوصیت رہی، جب کہ خود غزل (وحشی صنفِ سخن کے الزامات سننے کے باوجود) لب و رخسار کی منزلوں سے بہت آگے نکل گئی۔ میرؔ نے جس محبوب کو ماحول کے جمود سے اکتاہٹ، افراتفری اور انتشار سے بیزاری کی درد مندی دی، غالبؔ کے استفہام نے جسے تلاش و جستجو سے ہمکنار کیا اور اقبالؒ نے ساری گتھیاں سلجھاتے ہوئے ایک روشن و متحرک معاشرے کے قیام کی راہیں سمجھائیں آج کا غزل گو بھرپور یقین و اعتماد کے ساتھ اُسی محبوب کو اس کی "جنت گم گشتہ" کی بازیافت کی راہوں پر گامزن کرنے کے در پے نظر آتا ہے۔ مگر نعت گو صرف زبانی کلامی عقیدت کے نشے میں دُھت، بے خودی کے عالم میں سرشار چلا جا رہا ہے۔ اسے آج بھی "دو نیناں مَد بھریاں" کی تکرار سے فرصت نہیں حضور کے گیسوئے مشکبو کو "واللیل" اور چہرہ انور کو "والضحیٰ" کہہ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ عشق کا حق ادا ہو گیا (یہ جانتے ہوئے کہ شرع بلاغت میں مشبہ بہ کو افضیلت حاصل ہوتی ہے) وَسَخَاكَ اَتَمْ کے زیر سایہ پھیلی ہوئی معاشی، معاشرتی، سیاسی اور سماجی کہکشاؤں (محاسن دین) کے رنگ ابھی تک اس کی نگاہوں میں جم کر دلوں میں نہیں اترے کہ زبانوں پر آتے اور دلوں میں اُتر کر اس "دور اخوت" کی بازیافت کی نوید بنتے جس کے افراد ایک طرف أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ کے وعدوں سے ممنون ہوئے تو دوسری جانب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کی بشارتوں کے حق دار ٹھہرے۔ کیا یہ ضروری تھا ہم اپنے فروعی اختلافات کو اصل الاصول دین رسول امین کی ذات گرامی کے حوالے سے بھی عام کرتے اور اعتصام باللہ کی اس آخری کڑی کو بھی متنازعہ فیہ کرتے؟ یقین کیجئے جب تک

ہم اس بے عمل عقیدت سے نکل کر (جس نے تعمیر کی بجائے تخریب کا فریضہ سنبھال رکھا ہے) ایمان کی اس رسی کو مضبوطی سے تھام نہیں لیتے جو ہمیں اجتماعی طور پر وہی کچھ کہنے کا حق دلا سکے جو حضرت صفیہ ؓ نے کہا تھا وَکُلُّ مَنَاقِبِ الْاَخْیَارِفِیْنَا (ہم میں وہ تمام اوصاف موجود ہیں جو اخیار کا حصّہ ہیں) اس وقت تک نہ ہم عاشق صادق کہلانے کے مستحق ہیں نہ ہماری نعت وہ نعت ہو سکتی ہے جس کا حکم خود حضور ﷺ نے حضرت حسان کو المؤید بروح القدس کہہ کر دیا تھا اور جس کی بشارت رب العالمین جل شانہٗ نے حضور اکرم ﷺ کو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِکْرَكَ سے دی تھی۔ آیا ذکرِ رسول صرف زبانی کلامی غزل کی سی عقیدت کے اظہار اور فروعی اختلافات کے ٹکسال میں ڈھلی ہوئی اصطلاحات اور ترکیبوں کے بے محابا استعمال سے بلند ہو گا یا آپ کے لائے ہوئے دین کی تعمیل و تبلیغ سے؟ سچا عاشق وہی ہے جو مطیع ہے جس نے دینِ خدا کی تعمیل و تبلیغ کو اپنا شعار بنایا اور نعتِ رسول ﷺ کو اس روشن سیرۃ سے مزین کیا جو احکامِ الٰہی کا ستھرا صاف عملی نمونہ تھی۔ ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک نعت ان لغو عقائد اور دورِ رسالت سے چودہ سو سالہ دوری کی پیدا کردہ بدعات پر مبنی مضامین سے پاک نہیں ہو جاتی جو تعلیماتِ قرآن با الفاظ دیگر محاسن دین سے متصادم ہیں۔ ہمیں امت وسط کہہ کر پکارا گیا ہے اور سابقہ امتوں کے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مبنی بر غلو (افراط و تفریط) عقیدت سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ غلو کا اس دین سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ملاوٹ ہے اور حضور نے ملاوٹ والے سے دو ٹوک الفاظ میں قطع تعلق کا اعلان کر دیا ہے فرمایا مَنْ غَشَّ فَلَیْس مِنِّي۔ اسی لیے سید الشہداء امیر حمزہ کا یہ انتباہ ہمارے نعت گو کے پیش نظر رہنا چاہیے جو اس کتاب کا حرف اوّل بھی ہے اور حرف آخر بھی۔

وَاَحْمَد مُصْطَفیٰ فِیْنَا مُطَاع
فَلَا تَغْشَوہُ بالْقَوْلِ اْلعَنِیْفِ

میرے ذمہ ان حضرات کا شکریہ ادا کرنے کا خوشگوار فریضہ بھی ہے جو اس

کتاب کی ترتیب کے محرک بنے، جنھوں نے مختلف مراحل پر حوصلہ افزائی کی اور اس کتاب کی اشاعت کا فرض سنبھالا۔

میری شفیق ماں سے میری فرما نبردار بیوی تک خصوصاً برادر خورد ڈاکٹر مشتاق احمد (مقیم فرانس) جنھوں نے "النبہانیہ" مہیا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ گھر کا ہر فرد میرے شکریے کا مستحق ہے جنھوں نے تمام گھریلو معاملات سے بے نیاز ہو کر کتابوں میں گھسے رہنے کی اجازت دی۔

جناب پروفیسر سلیمان دانش، پروفیسر صوفی رشید، پروفیسر محمد ارشاد، اور پروفیسر آصف ثاقب نہ صرف اس کام کے محرکین ہیں، بلکہ ان سے جتنا ہو سکا، قیمتی مشوروں سے میرا کام آسان بنایا۔ مولانا حبیب الرحمان صاحب مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مولانا سید خلیل احمد شاہ صاحب فاضل دیو بند بفہ اور پروفیسر قاضی مسعود الحق مانسہرہ نے عربی عبارات کی تفہیم، ترجمہ اور اعراب کی درستگی میں نا قابل فراموش اعانت فرمائی۔ پروفیسر یحییٰ خالد نے روز اوّل ہی سے اس کتاب کی اشاعت کا بار اٹھانے کی حامی بھر کر میری محنت کو پر لگائے۔ مگر علمی مراکز سے دور ہم جیسے بے یاروں کے یار جناب احمد ندیم قاسمیؔ نے آگا ہی پاتے ہی اس کتاب کی اشاعت کا ذمہ لے کر مجھے بھی اور جناب یحییٰ خالد کو بھی سبکدوش کر دیا۔ بلا شبہ مجلس ترقیٔ ادب لاہور کا احسان ہر احسان پر بھاری ہے۔ جَزَاھُمْ اللہ احْسنَ الجزَاء۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو ہر لحاظ سے نافع اور ہماری دُنیوی اور اخروی سعادتوں کا ذریعہ بنائے امین۔

خادم العلم والعلماء

ارشاد شاکر اعوان۔بفہ ہزارہ

پہلی نظر

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان مرحوم ومغفور ہمارے اُن اکابر میں شامل ہیں جنہوں نے شاعری، تحقیق، تنقید، تدریس،اقبالیات، نعت گوئی اور دوسرے کئی میدانوں میں فکر و نظر کے چراغ روشن کر کے ان شعبوں کے ساتھ اپنی غیر معمولی وابستگی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اُن کی نگارشاتِ نظم و نثر نے تحقیق و ادبیات کے طالب علموں ہی کو روشنی فراہم نہیں کی بلکہ اساتذہ اور اہلِ علم و فضل نے بھی ان کے خیالات و افکار سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ شاکر صاحب چونکہ رسمی اور دُنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی اور مذہبی تعلیم کے زیور سے بھی آراستہ تھے، اس لیے قرآن و حدیث اور فقہ و الٰہیات کے اسرار و رموز سے بھی انہیں دل چسپی تھی۔ فارسی اور عربی زبانوں کے ساتھ گہری شناسائی کے باعث اُن کی نگاہ اُن خرمنوں پر بھی پڑی جو بالعموم ادبیاتِ اُردو کے اساتذہ کی نظروں سے اوجھل رہے ہیں۔ ''عہدِ رسالت میں نعت'' ان کا ایسا ہی نادر اور شہکار تحقیقی اور علمی کارنامہ ہے۔

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان نے اپنی اس گراں قدر تحقیقی کتاب کو چھے ابواب اور متعدد فصول میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں انہوں نے جس شرح و بسط کے ساتھ اور مستند مآخذ و مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے ''نعت'' کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم کو پیش کیا ہے،وہ لائقِ تحسین اور قابلِ داد ہے۔ عنوانِ کتاب میں اگرچہ ''عہدِ رسالت'' کی تحدید کی گئی ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت بلکہ ولادت سے قبل کا نعتیہ سرمایہ جو کتب سماوی میں بشارتوں کی صورت میں اور پیغمبروں اور راہبوں کے بیانات میں موجود تھا،اجمالی طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اعوان کی تحقیق کے مطابق پہلا

باقاعدہ نعتیہ قصیدہ ورقہ بن نوفل کا ہے اور یہ قصیدہ بھی بعثت سے کئی سال پہلے کا ہے۔ کتاب کے چوتھے اور پانچویں ابواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہدِ مبارکہ کے شعرا کا نعتیہ سرمایہ پس منظر کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ان شعرا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عزیز اور رشتہ دار بھی ہیں اور دوست اور جاں نثار ساتھی بھی۔ ان سب کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ ایک کھلی کتاب کی صورت میں تھی؛ انہوں نے اپنے آنکھوں سے آپ کے روز و شب کا مشاہدہ کیا تھا اور آپ کے حسنِ صورت اور حسنِ عمل کو ضیا پاشی کرتے ہوئے دیکھا تھا،اس لیے ان کے نعتیہ اشعار میں جو رنگ ہے وہ بعد کے شعرا کے ہاں دکھائی نہیں دیتا۔ ان میں سے بیش تر شعرائے گرامی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت نشینی اور معاملاتِ حیات میں قربت و رفاقت کی عزت حاصل تھی اور ان سب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر طرح کے حالات میں اوصاف و کمالات کا جامع پایا۔ مشاہدے اور تجربے کی یہ رعنائی اُن کے نعتیہ مضامین میں ضَو ریز ہے۔ ایک باب امامِ نعت گویاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فکر و فن کے جائزے کے لیے مختص ہے۔ آخری باب میں عمرو الجنّی کے نعتیہ قصیدے کا تعارف پیش کیا گیا۔

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان نے اس کتاب میں کسی تذکرہ نویس کی طرح محض اشعار کے نمونے یا اُن کا ترجمہ پیش کرنے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ تحقیق و تنقید کی روشنی میں اس نعتیہ سرمائے کی چھان پھٹک اور تجزیہ بھی کیا ہے۔ اشعار کے متن کی پیش کش اور پس منظری تفاصیل میں تلاش و جستجو اور غور و فکر کا رنگ پوری تابانی کے ساتھ موجود ہے۔ ان کی تنقیدی آرا میں کہیں کہیں شدت پائی جاتی ہے اور وہ ادبیات کے ایک محقق کے بجائے "مناظر" دکھائی دیتے ہیں۔انہوں نے اپنے اسی رنگ کے باعث کہیں کہیں اپنے ممدوحین کے نعتیہ کلام پر بھی سوال اٹھایا ہے۔ وہ عہدِ رسالت کے جملہ نعتیہ سرمائے کو "اتباعِ رسول ﷺ کے ذریعہ دینِ خدا کی تقویت" کی تفسیر خیال کرتے ہیں اور

ان کے بقول اس نعتیہ کلام میں: "حضور اکرم کے 'گیسوئے مشک بُو' کا ذکر آیا ہے نہ 'مد بھری اکھیوں' کا حوالہ"۔ انہوں نے اسی زاویۂ نگاہ کی روشنی میں آج کی اُردو نعتیہ شاعری کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے: "نعت گو صرف زبانی کلامی عقیدت کے نشے میں دُھت، بے خودی کے عالم میں سرشار چلا جا رہا ہے۔ اسے آج بھی 'دو نیناں مَد بھریاں' کی تکرار سے فرصت نہیں۔ حضور کے گیسوئے مشکبو کو 'واللیل' اور چہرۂ انور کو 'والضحیٰ' کہہ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ عشق کا حق ادا ہو گیا۔" میرے خیال کے مطابق یہ تأثر جدید اُردو نعت سے بے خبری اور بے گانگی کا زائیدہ ہے اور اسے کسی صورت تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ جدید اُردو نعت کا سرمایہ: عربی اور فارسی کے نعتیہ سرمائے سے کمیت و کیفیت اور موضوعات و اسالیب میں کسی صورت کم نہیں۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلیہ و سراپا اور آپ ﷺ کے اوصاف ظاہری کے دل آویز تذکار کے حامل اشعار کو نعت کے دائرۂ موضوعات سے باہر خیال کرنا مستحسن نہیں۔

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان کی یہ کتاب بہت پہلے مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور سے اشاعت آشنا ہوئی تھی۔ اپنے موضوع کی ندرت اور مندرجات کی دل کشی کے باعث دامن کشِ دل و نگاہ ٹھہری۔ اگرچہ اس میں جا بہ جا کتابت اور طباعت کی اغلاط موجود تھیں مگر اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ مرحوم اپنی زندگی میں اسے دوبارہ شائع کرنے کے آرزو مند تھے اور انہوں نے جناب سیّد صبیح رحمانی سے اس ضمن میں بات بھی کر لی تھی مگر کتاب کی درستی کا کام ابھی باقی تھا کہ مہلتِ زیست ختم ہو گئی____رہے نام اللہ کا۔

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
۲۹/ ستمبر ۲۰۲۲ء

کچھ اشاعت اوّل میں اغلاط کی درستی کے بارے میں

"عہدِ رسالت میں نعت" ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان صاحب کی علمی، تحقیقی، ادبی، تنقیدی اور تقدیسی ادب کی سرفرازی پر ایک مایہ ناز تصنیف ہے جس میں مدحتِ رسالت کی اُن تجلیات کے قصرِ نور کو دریافت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو نورِ مصطفےٰ ﷺ کے پرتو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آئینہ احساس کو نور بار کرتی رہیں اور عشق نبی ﷺ کی اُن کیفیات کو ادبی جمالیات میں سموتی رہیں جو "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ" کی قربتوں سے مترشح ہوئیں اور دفاع و نصرتِ رسول ﷺ کی فصیل بن گئیں۔ مجلس ترقی ادب لاہور سے جناب احمد ندیم قاسمی صاحب نے اسے ۱۹۹۳ میں پہلی بار شائع کیا تھا۔

۲۹ مئی ۲۰۱۶ کو جناب ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان صاحب نے جناب صبیح رحمانی صاحب کو ایک خط کے ذریعے شاعت دوم کی فرمایش کی اور اپنی نظر کی کمزوری اور علالت کی وجہ سے کتاب میں موجود اغلاط کی تصحیح اورتصریحات کی ضرورت پر زور دیا۔ اس خط کا عکس پچھلے صفحات میں آپ دیکھ چکے ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اشاعت اوّل میں کتاب میں موجود اسقام کی اصلاح ڈاکٹر اعوان مرحوم کو مستحضر تھی مگر اپنی علالت، ضعیف العمری اور ضعف بصری کی بنا پر بھی وہ یہ کام سید صبیح الدین رحمانی صاحب سے کرانا چاہتے تھے جنہیں اپنی گونا گوں مصروفیات کے باعث اس کے لیے وقت نہ مل سکا۔ ۳ جنوری ۲۰۲۲ کو ڈاکٹر ارشاد صاحب مرحوم نے صبیح رحمانی صاحب کی بیرون ملک طویل دورے سے واپسی پر ان سے اس کی اشاعت دوم کے لیے از سر نو فرمایش کی۔

جناب صبیح رحمانی صاحب جو فروغ نعت کے لیے مواجہٗ تخلیق کے روبرو ملتے ہیں،

ڈاکٹر صاحب نے انہیں کتاب کی فائلز فراہم کر دیں۔ یہ جناب صبیح رحمانی کی کمال شفقت ہے کہ اصلاح طلب پراجیکٹ ہو تو احقر کو خدمت کا موقع عطا کر دیتے ہیں۔ فائلز دیکھ کر مجھ پر نظر عنایت فرمائی اور حل طلب معاملات پر کام کے بعد کتاب کی طباعت کا بھی فرما دیا۔

جیسا کہ دیباچہ اشاعت دوم میں اور جناب صبیح رحمانی کے نام اپنے خط میں ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان مرحوم نے کتاب میں اغلاط و اسقام کی تصحیح کا تذکرہ فرمایا ہے۔ "عہدِ رسالت میں نعت" کی فائل دیکھی تو اصلاح طلب مسائل بے حد حساس نظر آئے۔ اپنی صحت کے مسائل، کم فرصتی اور کتاب میں اسقام کی درستی کی نوعیت کے پیش نظر میرے لیے اس ذمہ داری سی عہدہ برآ ہونا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا، بادلِ نخواستہ مجھے صبیح رحمانی صاحب اور ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان صاحب سے معذرت کرنا پڑی۔

تاہم مجھے اس کتاب کی اہمیت اور دنیائے نعت میں اس کی فنی، ادبی، تحقیقی اور تاریخی افادیت کے پیش نظر اس کی اشاعت کو ممکن بنانے کی تمنا اضطراب بن گئی جس کا میں نے ان دونوں ہستیوں سے کبھی اظہار نہ کیا۔ جادۂ رحمت پر بہارِ سفر کی مہربانیاں ہی ایسی ہیں، کتاب کے تخلیقی جمال کے جادوئی اثر اور دل کی رگوں میں اترنے والی کیفِ مدحت کی حسیت نے اس کتاب کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے تھوڑی تھوڑی سعی کو زندہ رکھا اور یوں یہ کتاب نتھرتی چلی گئی۔ مجھے افسوس ہے کہ میری معذرت نے جہانِ نعت کی دو ممتاز ہستیوں کو اس خوبصورت کتاب کی اشاعت کے حوالے سے ایک بوجھل کیفیت سے دوچار کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی تکمیل کے بعد مجھے طمانیت ملی۔

غلطیوں کی اصلاح کے بعد احقر نے یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ اسے جناب صبیح رحمانی صاحب کی کینیڈا سے واپسی پر اشاعت کے لیے پیش کر دیں گے۔ مگر افسوس کہ ڈاکٹر صاحب صبیح بھائی کے ساتھ

رابطے سے پہلے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، إنا لله وإنا اليه راجعون۔ رب کریم انہیں غریق رحمت فرمائے، آمین۔ جب صبیح بھائی نے مجھے یہ جانکاہ خبر سنائی تو میں نے اسی وقت عرض کر دیا کہ چونکہ ڈاکٹر اعوان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نعت ریسرچ سنٹر کے پلیٹ فارم سے اس کتاب کی اشاعت دوم کا اصرار کیا، ہم یہ کتاب ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان صاحب کی روح کو ایصال ثواب کے لیے شائع کریں گے۔

کتاب کی پہلی اشاعت کے لیے کمپوزنگ کن حالات میں ہوئی تھی، پروف ریڈنگ کا کیا نظام تھا اور اغلاط کی تصحیح کی تصدیق پر کون مامور تھا کوئی تیس برس پرانی بات ہے جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ یہ سب معاملات کمپوزنگ کے شعبے کی غفلت کی وجہ سے ہوئے اور شاید فرض کر لیا گیا ہو کہ جو ہو گیا درست ہی ہو گا، اسے چھاپ دیا گیا۔ واللہ اعلم! کتاب میں اغلاط زیادہ تر کمپوزنگ اور فارمیٹنگ سے متعلق تھیں۔ در اصل نوے کی دہائی میں ان پیج میں کمپوزنگ کے ماہر لوگ زیادہ نہ تھے اور نہ ہی حوالہ جات کو منظم طریقے سے ابواب کا حصہ بنانا ممکن تھا۔ حوالہ جات کا کام manual طریقے سے کیا جاتا۔ یوں حوالہ جات میں کئی معاملات غلط ہوتے جن کی اصلاح بھی نہ ہو پاتی۔ کمپوزر صاحبان الفاظ کی spacing میں غیر محتاط ہوتے جس کی وجہ سے الفاظ کے ہیجے بکھر جاتے، یہ اور کئی اور مسائل کتاب ہذا میں موجود تھے اور کتاب ان اسقام کے ساتھ ہی شائع ہو گئی۔ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بستر علالت پر اِسے ان عیوب و اسقام سے پاک کرنے کے قابل نہ رہے تھے۔

احقر نے کتابِ ہذا کی تمام عربی عبارات، حواشی، حوالہ جات اور اردو متن کا بغور مطالعہ کیا اور درج ذیل امور کی اصلاح کے انتظامات کیے:

(ا) قرآنی آیات کے عربی متون اور ان کے حوالہ جات کی اَغلاط تھیں، صحیح آیات اور ان کے صحیح حوالہ جات کا اندراج حساس نوعیت کا اصلاحی کام تھا۔

(۲) آیاتِ قرآنی پیسٹ کرتے وقت تزئین کے پہلو کو نظر انداز کیا گیا تھا۔
(۳) احادیثِ نبویہ کی اِعراب کے لحاظ سے تصحیح ضروری تھی۔
(۴) احادیثِ نبویہ کی تخریج درکار تھی۔
(۵) کتاب میں مذکور بعض واقعات کے حوالہ جات موجود نہیں تھے، ان کی تخریج کا اہتمام ضروری تھا۔
(۶) تمام عربی اَشعار کی تصحیح انتہائی مشکل اور دقیق کام تھا۔ جب کہ تمام ابیات پر اِعراب کا اہتمام بھی لازم تھا۔ متعدد اشعار پر غلط اعراب لگائے گئے تھے جن کی اصلاح از بس ضروری تھی۔
(۷) اکثر اردو اور عربی نام 'غلط' لکھے گئے تھے، محولہ کتب اور ان کے مصنفین کے نام بھی غلط کمپوز ہو گئے ہوئے تھے جن کی تصحیح ضروری تھی۔
(۸) کتاب میں بیان کردہ احادیث، واقعات اور اشعار کی اصل عربی مصادر سے تخریج درکار تھی۔
(۹) بعض مقامات پر حوالہ جات ثانوی ذرائع سے لیے گئے تھے جن کی original ذرائع سے تخریج درکار تھی۔

عربی زبان و اَدب کے اسکالرز حضرات اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ 'فعل' (Verb) کے بعد 'کسرہ' پڑھنا حرام ہے، جبکہ اس کتاب میں کئی مقامات پر عربی عبارت میں 'فعل' کے بعد 'کسرہ' تھا، جس کی درستگی لازم تھی۔

مستزاد یہ ہے کہ تمام عربی اشعار کو بیسیوں کتب سے دیکھ کر درست کرنا تھا جب کہ ان کے حوالہ جات کا اہتمام بھی ضروری تھا۔

یہ اور کئی دیگر امور ایسے تھے جن کے لیے کسی اعلیٰ پائے کے محقق کی ضرورت تھی۔ سیدی جناب صبیح رحمانی کا احقر پر بھروسہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔ میں

اپنی آنکھوں کے آپریشن کی پیچیدگیوں کا ایسا شکار ہوا کہ مجھے لکھنے پڑھنے سے سختی سے منع کیا گیا۔ ان حالات میں الحمد للہ! فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے سینئر محققین میں سے جناب ڈاکٹر اقبال چشتی صاحب کی خدمات میسر آ گئیں اور انہوں نے علمی ذوق اور لگن کے ساتھ اس کتاب پر تخریج اور حوالہ جات کے معاملات پر محنت کی۔ اللہ کریم ان کی محنت کو قبول فرمائے اور انہیں درجات کی بلندی عطا ہو، آمین۔ علاوہ ازیں ہمارے قابل فخر پیج ڈیزائنر جناب نعیم احمد صاحب نے کتاب کی فائل کو ان پیج سے ورڈ میں convert کر کے اس کی فارمیٹنگ اور کمپوزنگ کے جملہ مسائل سے پاک کر دیا۔ ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں۔ احقر تہ دل سے ان کا احسان مند ہے۔ اسی ضمن میں جناب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ اس کتاب میں موجود مختلف توجہ طلب امور کی نشان دہی کر کے میری رہنمائی فرمائی۔ اللہ کریم ان سب احباب کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

شیخ عبد العزیز دباغ

پہلا باب

کچھ لفظ یا اصطلاح نعت کے بارے میں

عام طور پر نعت کو حمد، مدح، منقبت وغیرہ کے ہم معنی سمجھا جاتا ہے۔(۱) مگر جہاں معنی و مقصد کے اعتبار سے یہ الفاظ آپس میں مختلف ہیں وہاں نعت ان سب سے غایت درجہ مختلف اور مخصوص معانی کی حامل ہے۔ نعت عربی کا ثلاثی مجرد مصدر ہے اس کے لغوی معانی تعریف کرنا ہیں۔ اس کا مترادف وَصَفَ ہے نعت کے مصادرِ مزید استنعات (باب استفعال) اِنتِعات (بابِ افتعال) اِنعات (بابِ افعال) تناعت (بابِ تفاعل) اور تَنَعُّت (باب تَفَعُّل) ہے۔(۲) نعت کا مترادف وَصَفَ بھی نعت کا قائم مقام نہیں۔ کیونکہ النَّعَتُ: وَصْفُ الشَّيءِ بِمَا فِيْهِ مِنْ حُسْنٍ وَلَا فِي الْقُبْحِ لیکن وَالوَصْفُ: يَجِيءُ فِي الْحُسْنِ وَالْقُبْحِ(۳) یعنی نعت صرف خوبیوں کا بیان اور وصف حسن و قبح دونو ں کا بیان کرنا۔ کیونکہ وَصَفَ کشف و اظہار کو کہتے ہیں۔ قَدْ وَصَفَ الثَّوْبُ الْجِسْمَ کپڑا بدن کی چغلی کھا رہا ہے۔ اصطلاح میں وصف ایسی منظر نگاری کو کہتے ہیں کہ سامع کی آنکھوں میں وہ منظر پھرنے لگے۔ اسی لیے کہتے ہیں۔ اَلْوَصْفُ مَا يُقَلِّبُ السَّمْعَ والْبَصرَ(۴) وصف وہ ہے جو کانوں کو آنکھو ں میں بدل دے۔ وصف کے جامع معانی ایسا بیان جس میں ہُو بہُو سارا منظر (اپنی خوبیوں اور خامیوں سمیت) آنکھوں میں اتر آئے۔ مگر اصطلاحی معنوں میں نعت اور وصف صرف حلیہ اور سراپا کے بیان کے لیے آتے ہیں۔ تورات، زبور اور انجیل میں حضور نبی کریم ﷺ کی جو صفات بیان ہوئی تھیں وہ نعت اور وصف ہی تھی جن کے جان جانے کے بعد لوگ قبل از بَعثت بھی صرف "وہ نبیؐ" (آنحضور ﷺ) کہنے ہی سے پہچان جاتے تھے کہ کس کا ذکر ہو رہا ہے اور یہی وہ صفات تھیں جن کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیتے تھے کہ یہ "وہ نبی" ہے۔

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ﴾(۵)

ان الہامی کتابوں میں آپ ﷺ کی ان صفات کا بیان کرتے ہوئے یہود کے معتبر عظماء و احبار سلام بن مشکم اور مالک ابن الصلت نے بتایا کہ

إِنَّ يَهُوْدَ الْمَدِيْنَةِ مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ كَانُوْا إِذَا قَاتَلُوا مِنْ مُشْرِكِى الْعَرَب أُسُد وَغَطفان وَجُهَيْنَة وَغَيْرُهُمْ قَبْلَ مَبْعَثِ النَّبِي ﷺ يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ، انْصُرْنَا بالنَّبِيّ الْمَبْعُوْثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِي نَجِدُ نَعْتَهُ وَصِفَتَهُ فِي التَّوْرٰةِ يَنْصُرُوْنَ. (٦)

مدینہ کے یہودی (بنو قریظہ و بنو نضیر) کا جب مشرکین عرب (اسد و غطفان اور جہینہ وغیرہ سے مقاتلہ ہوتا تو (جبکہ حضور ﷺ ابھی مبعوث نہیں ہوئے تھے) یہ یہودی خدا سے اس نبی مبعوث کے صدقے امداد طلب کرتے جس کی نعت اور صفات تورات میں مذکور تھیں اور خدا ان کی مدد کرتا وہ فتح یاب ہوتے۔ تورات میں مذکور یہ نعت کیا تھی؟ اس کا ذکر مفتی مکہ سید احمد زینی نے ﴿وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (٧) (القرآن) کی شرح میں کیا ہے۔

أَي مِنَ الْعِلْمِ بِصِفَةِ النَّبِيّ ﷺ اَلَّتِيْ يَجِدُوْنَهَا فِى كِتَابِهِمْ.فَقَدْ كَانَ فِي كِتَابِهِمْ أَنَّهُ ﷺ أَكْحَلُ الْعَيْن رَبْعَةٌ جَعْدُ الشَّعْر، حَسَنُ الْوَجْهِ، فَمَحْوْهُ....وَقَالُوا هَذَا نَعتُ النَّبِيّ الَّذِي يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ. (٨)

تورات میں مذکور یہ نعت (اکحل العین الخ) جیسا کہ ظاہر ہے حضور اکرم ﷺ کے حُسنِ صورت سے متعلق تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اور اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی لفظ نعت انہیں اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوتا رہا۔ سیرۃ ابن ہشام بنیادی مآخذ میں سے ہے۔ ابن ہشام حضور اکرم ﷺ کے قصائد کے لیے فی مدح رسول

ﷺ لکھتا ہے مگر آپ ﷺ کے حلیہ مبارک (حُسنِ صورت) کے بیان کے موقعہ پر "وصف علی الرّسول" کا عنوان باندھ کر لکھتا ہے

وَكَانَتْ صِفَةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْمَا ذَكَرَ غَفَرَةُ مَوْلَى عُمَرَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّد بْنِ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ: كَانَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ إذا نَعَتَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ.(۹)

مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبد الجلیل نے اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ حضور ﷺ کا حلیہ (مبارک) جس کا ذِکر غفرہ (مولیٰ عمر) نے ابراہیم بن محمد کی روایت سے کیا یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ (ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ) جب نبی ﷺ کا سراپا بیان کرتے۔(۱۰)

ابن ہشام کی عبارت اور اس کے ترجمہ سے بالکل واضح ہے کہ لفظ نعت اور وصف صرف حُسنِ صورت (حُلیہ اور سراپا) کے معنوں میں مستعمل تھا۔ نعت گو کو ناعت اور وصف گو کو وصّاف کہا جاتا رہا۔ جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

يَقُوْلُ نَاعِتُهُ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ، وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ﷺ.(۱۱)

"شمائل ترمذی" کی اس عبارت کا ترجمہ شیخ الحدیث مولانا زکریا مرحوم نے یوں کیا ہے: آپ ﷺ کا حُلیہ (مبارک) بیان کرنے والا صرف یہی کہہ سکتا ہے میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی آپ ﷺ سا نہیں دیکھا۔(۱۲) گویا ناعِت:حلیہ بیان کرنے والا اور یہی مراد وصّاف سے لی جاتی رہی جیسے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

كَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.(۱۳)

سیرۃ کی کتابوں میں ہند بن ابی ہالہ کو وصّاف النبی ہی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ لُغَتِ عرب میں نعت اور وصف حُلیہ اور سراپا یعنی حُسنِ صورت (خَلَقی خصائص) کے لیے مخصوص رہے ہیں۔ جیسا کہ ابن ہشام کے عنوان "وصف علی الرسول" اور اس کے ذیل میں إِذَا نَعَتَ رَسُوْل الله اور شمائل ترمذی کے عنوان مَا جَآءَ فِي خَلْقِ رَسُوْل ﷺ سے ظاہر ہے۔

۲۔ ناعِت اور وَصَّاف بمعنی حلیہ نگار یا سراپا نگار استعمال ہوتے رہے جیسا کہ حضرت علی ؓ کے قول يَقُوْلُ نَاعِتُهُ ﷺ اور ہند بن ابی ہالہ سے متعلق امام حسن ؓ کی روایت میں كَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُوْل الله ﷺسے ثابت ہے۔

۳۔ ابراہیم بن محمد غفرہ ؓ، امام حسن بن علی ؓ اور ابن ہشامؒ کے علاوہ امام ترمذی کے زمانے تک یہ لفظ نعت اور وصف انہیں معنوں میں معروف تھے۔

۴۔ خود ہمارے زمانے میں غلام رسول مہر مرحوم اور شیخ الحدیث زکریا مرحوم نے بھی لفظ نعت اور وصَف انہی معنوں میں استعمال کیے۔

۵۔ عرب شعراء نے مدح کو نعت سے بالکل الگ صِنف کے طور پر برتا اور برت رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پھر یہ لفظ (نعت) فارسی اور اردو شاعری میں مدح کے ہم معنٰی کیونکر ہو گیا؟

اس کا سادہ سا جواب تو یہی دیا جا سکتا ہے کہ علماء و خطباء نے ان اصطلاحوں کے لطیف فرق کو ملحوظ نہ رکھا اور انہیں (مدح و نعت کو) ان کے لغوی معنوں میں مطابقت کے سبب ایک ہی طرح سے برتا جیسے کہ خطباتِ جمعہ میں کہا جاتا ہے۔ اَلْمَنْعُوتْ بشَرَحِ الصَّدْرِ وَرَفِعَ الذِّكريا جیسے کہ المنعوتُ بِسُوْرَةِ الْاَعْرَافِ[۱۴] سے ظاہر ہے۔ گویا اب یہ لا زوال نویدیں اور عنایاتِ سرمدی بھی نعت کے ذیل میں آ گئیں جن کا حُسنِ صورت (خَلق) سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر نہیں، مدح اور نعت کے اس طرح ہم معنی قرار پانے کا یہی واحد سبب نہیں اور بھی کئی اسباب ہیں جن کی وقعت سے انکار یا صرفِ نظر ممکن نہیں۔ عرب کسی کی مدح صرف تخاطباً ہی کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ

کے دنیا سے رو پوش ہو جانے کے بعد بھی آپ ﷺ کی مدح مرثیہ کا نام نہ پا سکی۔ وفات رسول ﷺ پر کہے گئے قصائد کو فِي رَثَاءِ رسول ﷺ کا عنوان سیرۃ نگاروں نے محض آپ ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد کہے گئے قصائد میں حدِ فاصل قائم کرنے کی خاطر دیا ورنہ یہ قصائد مرثیہ گوئی کے مروّجہ اُسلوب سے بالکل مختلف تھے اور یہ تمیز بھی صرف انہیں شعراء کے مجموعوں تک محدود رہی جنھوں نے یہ سانحہ عظیم دیکھا۔ بعد میں آنے والوں کے قصائد اس عنوان کے تحت نہیں رکھے گئے۔ اس لیے کہ یہ قصائد حضور ﷺ کی مدح میں کہے گئے نہ کہ آپ ﷺ کی وفات کے غم میں ان قصائد کا مقصود تَقرَّبِ اِلَی الله اور محاسنِ دین کی نشر و اشاعت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا اور یہ سب کچھ شمائل رسول ﷺ کے حوالے سے کیا گیا لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ کا یہی تقاضا تھا۔ یہی نہیں خود حضور ﷺ کی وفات کا سانحہ عظیم دیکھنے والے شعرائے رسول ﷺ نے بھی قصائدِ رثاء کو مرثیہ گوئی کے مروجہ طریقہ سے ممتاز رکھا۔ ان مرثیوں کا رنگ بھی عام رؤساء کے مرثیوں یا دوست احباب کے مرثیوں سے بالکل جدا ہے۔ صرف حضور ﷺ کی تعریف و ثناء اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے محاسن کے حوالے سے آپ ﷺ کی جدائی اور آپ ﷺ کی رہنمائی و رفاقت سے محرومی کا غم(۱۵) مسئلہ حیات النبی ﷺ انبیائے کرام علیہم السلام کے ترکہ کے بطور وراثت تقسیم نہ ہونے(۱۶) اور آپ (علیہ السلام) کی ازواج مطہرات۔ (اُمہات المومنین) کے کسی اور کے نکاح میں نہ جا سکنے سے پوری طرح واضح ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمتہ الکذّاب کے خلاف لشکر کشی اور لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی پر بضد رہ کر حضور اکرم ﷺ کے فیصلوں کو اسی طرح واجب الاطاعت قرار دیا جیسا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ کی رُو سے لازم تھا(۱۷) واضح رہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی علیحدگی یا لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کی موقوفی حضور ﷺ کے ارشاد اسْمَعُوا وأَطِيْعُوا کی کھلی خلاف ورزی ہوتی کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کا تقرر خود حضور ﷺ نے

فرمایا تھا۔ صدیق اکبر ﷛ کے اسی استدلال نے صحابہ کرام ﷡ کو اپنا فیصلہ (رائے) واپس لینے پر مجبور کیا تھا۔ یہ صدیق اکبر ﷛ کی رائے نہ تھی حکمِ قرآنی اور ارشادِ رسول اکرم ﷺ ہی تھا جس نے صحابہ ﷡ کی رائے مسترد کر دی تھی۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ حکمران عوامی رائے یا مجلس شوریٰ کی رائے مسترد کر سکتا ہے محض لغو ہے۔ یہ حکمران کی رائے نہ تھی۔ خدا اور رسول کا کھلم کھلا حکم تھا جس نے اہل الرائے کو اپنی رائے واپس لینے پر مجبور کیا تھا۔ صدیق اکبر ﷛ کے اس فیصلے نے سنت رسول اللہ کے اتباع کا ایسا نمونہ قائم کیا جس سے وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى کی عملی تفسیر ہوئی۔ اسی طرح (جیسا کہ عرض کیا گیا) شعرائے رسول ﷺ نے بھی نعتیہ شاعری کو مرثیہ گوئی کے مروّجہ اسلوب سے الگ اور بالکل ممتاز رکھ کر نعتِ رسول ﷺ کو حسبِ سابق جاری و ساری رکھا اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی نوید سرمدی کی تکمیل کا آغاز کیا۔ یہ تھے وہ عوامل جن کے زیر اثر عرب شعرائے اسلام کے ہاں مدح و نعت کا باہمی فرق مٹ گیا اور نعت لُغوی معنوں سے ابھر کر اصطلاحی معنوں میں داخل ہو گئی۔ شیخ مجد الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بغدادی وتری کا ایک شعر اس کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔

بِتَوْرَاةِ مُوْسَى ﷵ نَعْتُهُ وَصِفَاتُهُ

وإِنجيْلُ عِيْسَى ﷵ في الْمَدائِحِ يُطِبُ[۱۸]

اس شعر میں مدح و نعت جہاں بلحاظِ معنی و مفہوم باہم آمیز ہیں۔ وہاں ان کے باہمی لطیف سے فرق کا احساس بھی ہوتا ہے جس کا ذکر ہم تفصیلاً کر چکے ہیں (توراۃ و انجیل کا مطالعہ آج بھی ان دو کے باہمی فرق کو سمجھنے میں بڑی مدد دیتا ہے) اس لیے کے صحفِ سماوی میں نعت، سراپا اور صفات، مدح کے روپ میں ظاہر ہوتی رہیں۔ اسی لطیف سے فرق کے سبب نعت، مدح رسول ﷺ کا حصّہ تو بن گئی مگر اصطلاح کا مقام نہ پا سکی۔ نعت کو اصطلاح کا درجہ اور مدح کی قائم مقامی ایرانیوں نے دی۔ اس کا سبب

شاید ایرانی شعر کا وہ طبعی میلان تھا جس کے تحت وہ محبوب کے خُلق سے زیادہ خَلق پر نظر رکھتے تھے۔ اگرچہ محبوب کے خال و خط، گیسوٴ و لب اور قامت و قد کے بیان میں بھی پیشوائی عربوں ہی کو حاصل ہے مگر عربوں کی نسیب (تشبیب) کا جس میں وہ اِنہیں موضوعات پر اکثر طبع آزمائی کرتے رہے۔ ایرانیوں کے ہاں غزل کے نام سے ایک مستقل بلکہ منفرد صِنفِ سخن قرار پانا ایرانیوں کے اس ذوق کا ایک نا قابل تردید ثبوت فراہم کرتا ہے۔ اسی ذوق کے تحت نعت بھی مدح کے مقابل اصطلاح کے طور پر رواج پا گئی جناب زکی مبارک کا خیال ہے کہ نعت کو صوفیا نے رواج عام دیا اور یہ ہے ہی صوفیانہ اصطلاح۔ ان کے نزدیک نعت، اسلامی ثقافت کی امین ہے اور طریقت کے رواج کے ساتھ عقیدت کے پھول اسی صنفِ سخن میں کِھلے۔ اِنہیں (صوفیاء) نے نعت کو رواج دیا جو بلا شبہ اشاعتِ دین کے ساتھ ساتھ صوفیاء کے جلائے قلب کا فریضہ بھی انجام دیتی رہی[۱۹] یہ نظریہ غلط نہیں مگر عرفی اس کی وضاحت کسی اور طرح کرتا ہے۔ ایران بادشاہوں کا دیس تھا۔ ایرانیوں کو بادشاہت سے پیار ہے۔اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ وہ بادشاہ تاجدار ہو یا بے تاج، قصر شیریں میں ہو یا مدرسہ قم میں، عقیدت بھی وہی ادائیں بھی وہی (اس میں اُن کے عقیدہ امامت اور ولایت فقیہہ کا عمل دخل ہے) ایرانی درباروں میں شاعروں کو جو مقام ملا وہ بھی غیر معروف نہیں ہے یہ خاص مقام بادشاہوں کی ضرورت تھی تو شاعروں کی مجبوری۔ شہرت کی خواہش انسانی فطرت ہے مگر بادشاہوں اور حکمرانوں کی تو یہ بنیادی ضرورت رہی ہے اور رہے گی۔ بادشاہوں نے زمین کے ساتھ اقلیم سخن پر بھی حکمرانی کی ٹھانی تا کہ تلوار کے ساتھ ساتھ قلم بھی ان کے لیے تسخیرات میں مصروف رہے "قلم گوید کہ من شاہ جہانم" کی حقیقت سے کسے انکار ہے۔ دلوں کی تسخیر اور ذہنوں کا انقلاب تلوار سے نہیں قلم سے برپا ہوا۔ عَلَّمَ بِالْقَلَم ہی اسلام کی جادوانی کا نشان ہے ورنہ احبار و رہبان کے رویے نے جس طرح ان کے ادیان کو مسخ اور بالآخر منسوخ قرار دیا، اسلام کی قسمت بھی

بنتا۔ قصیدہ گوئی تو عربوں میں عام تھی بلکہ عربوں کی شاعری تو تھی ہی قصیدہ گوئی مگر قصیدہ گوئی جتنی عام تھی اتنی ہی اِفْعَل حتّٰی اَقُوْل کے اخلاقی ضابطے کی پابند بھی۔(۲۰)

النجاشی الحرثی (ابو الحارث قیس بن عمرو بن مالک) اشراف عرب میں سے تھا۔ مگر فاسق۔ شراب نوشی پر حضرت علی ؓ نے اس کے اَسی (۸۰) درے لگائے (سمط اللآلی: ۸۹۰) ایسا شخص بھی کہتا ہے:

إِنِّي امْرُؤٌ قَلَّمَا أُثْنِي عَلَى أَحَدٍ
حَتَّى أَرَى بَعْضَ مَا يَأْتِي وَمَا يَذَرُ

بلکہ اصول وضع کرتا ہے:

لَا تَحْمَدَنَّ امْرَأً حَتَّى تُجَرِّبَهُ
وَلَا تَذُمَّنَّ مَنْ لَمْ يُبْلِهِ الْخَبَرُ(۲۱)

"میں تو وہ ہوں کہ جب تک کسی شخص کے اعمال و کردار دیکھ نہ لوں اس کی تعریف نہیں کرتا۔ کسی کی مدح و ذم اسے آزمائے بغیر نہ کر۔"

اس کے برعکس ایرانی درباروں میں صلہ، داد سے زیادہ مستحسن رہا (شاہنامہ کا صلہ نہ ملنے پر فردوسی کے جو مغلظات مشہور ہیں اس کی واضح مثال ہے) جابروں کو ظل اللہ، ظالموں کو عادل اور قاتلوں اور فتنہ گروں کو فاتح و مصلح قرار دینا ہی کمال شاعری تھا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس رویے نے فن شعر کو کیا دیا کیا چھینا، مقصد صرف یہ ہے کہ مدح صرف بادشاہوں کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئی تھی چنانچہ اہل دل نے مدحِ رسول ﷺ کو مدیحِ شہاں سے ممتاز کرنے کی خاطر نعت کی اصطلاح کو رواج دیا عرفی شیرازی کہتا ہے:

عرفی مشتاب این رہ نعت است نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را
ہُشدار کہ نتوں بیک آہنگ سَرودَن
نعتِ شہِ کونین ﷺ و مدیحِ کے وجم را

عرفی کے یہ شعر ہمیں بتاتے ہیں کہ نعت اور مدح عرفی کے زمانے تک الگ الگ اصطلاحی معانی پا چکے تھے۔ عرفی نے کے وجم کے مقابل امام الا نبیاء ﷺ کے لیے شہ کونین کا استعمال کیا یہ بھی اسی ایرانی ذہنیت کا اثر تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ ایرانی ادبیات کے دوسرے اثرات کی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے لیے شاہ و بادشاہ اور شہنشاہ وغیرہ القابات بھی جن کا نشان، قرون اُولیٰ کی شاعری میں کہیں نہیں ملتا (کہ اسلام کا یہ اُولِی الا مر ﷺ تو حاکم و محکوم ہی کی تمیز مٹانے آیا تھا۔ سب انسان یکساں طور پر خدا کی بندگی اور اخوت کے رشتے میں منسلک) اردو شاعری میں عام ہو گئے۔ مگر افسوس کہ عرفی کے "آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را" کے انتباہ پر مطلق توجہ نہ دی گئی۔ اس لیے کہ نعت کے لیے صرف عقیدت کافی نہیں۔ مقام رسالت و توحید سے کماحقہٗ آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔ بقول افتخار اعظمی:

> (نعت گوئی کے لیے) اسلام پر حکیمانہ نظر اور واقعات و روایات کے بارے میں صحیح علم کا ہونا بھی ضروری ہے۔ عقیدت کی کیاریوں میں فکر و فن اور علم و عرفان کی گلکاریاں ہوں مگر ادب حدِ ادب سے تجاوز نہ کرنے پائے۔ محبت محبت رہے سودا نہ بنے عقیدت عقیدت رہے، عبادت کا روپ نہ دھارے۔ جب یہ فن کے ساتھ ہم آہنگ ہوں گے تو کلام تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلَائِکَةُ کے مقام پر فائز المرام ہو گا۔(۲۲)

بلا شبہ رَہ بر دمِ تیغ است سے عرفی کا مقصود یہی تھا۔

﴿لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ...﴾(۲۳)

اگر اس پر عمل نہیں ہو گا تو

﴿أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾(۲۴)

کے فرمان باری کے مطابق خسران لا علمی کا سامان ہو گا۔

بہرحال جہاں ایرانی ادب نے "ہندی فارسی" اور اردو کو صدیوں کے تجربات سے سرمایہ دار کیا وہیں نعت بھی مدحتِ خاتم الانبیاء ﷺ کے لیے بطورِ اصطلاح رائج اور عام ہوئی۔ ہندوستان میں کوئی دیوان ایسا نہ چھپا جس کا آغاز نعتِ رسول مقبول ﷺ سے نہ ہوا ہو۔ بعض شعراء نے تو صرف اسی صنف میں داد سخن دی۔

حیرت اس بات پر ہے کہ ہمارے نقادوں، ادب کی تاریخ مدون کرنے والوں اور خود شاعروں نے اس مقصد کی طرف توجہ نہ دی جس کی طرف عرفی نے پہلی بار توجہ دلائی تھی۔ نہ تو نعت سید المرسلین ﷺ کو بطور صنفِ سخن مانا گیا نہ وہ قواعد و ضوابط مقرر کیے گئے جو اس صنف مقدس کے بنیادی تقاضے "رہ بر دم تیغ" کے مطابق اسے "مدیح کے وجم" سے ممیز کرتے اور اس صنف کو اس کے اصلی مقصد "محاسنِ دین کی نشر و اشاعت اور تقرُّبِ اِلَی اللّٰہ کے حصول کی خاطر قیود کا پابند بناتے، جیسا کہ دوسری اضاف کے لیے ضروری سمجھا گیا۔ نتیجہ یہ کہ نعت کے نام پر کچھ ایسے خیالات دین کا حصہ بن گئے جن کا اسلام کی مبادیات سے تعلق ہی نہ تھا۔ حالانکہ نعت کا مقصد ہی ثنائے خواجہ کے حوالے سے محاسن دین کی اشاعت تھا اور رہے گا۔ عشق اور شرک کی ملی ہوئی سرحدوں کا جتنا احساس لازم ہے اس سے کہیں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ کون نہیں جانتا اور کس کا یہ ایمان نہیں، کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کُرّۂ ارضی پر بسنے والوں کے لیے ہادی بن کر آئے۔ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ سے اس کی بھرپور شہادت ملتی ہے۔ مگر ہادیٔ برحق محمد مصطفیٰ (فداہ امی وابی) ﷺ نے اس معاملہ میں بھی اس درجہ احتیاط

ملحوظ رکھی کہ جب ایک صحابی حضرت انس بن زنیم ؓ نے مخاطباً عرض کیا:

أَنْتَ الَّذِي تَهْدِي مَعْدًا بِأَمْرِهَا.[۲۵]

تو آپ ﷺ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا

بَلِ اللهُ يَهْدِيْهَا.

حضور ﷺ کی یہ اصلاح کتنی گہری معنویت رکھتی ہے نعت کے نام پر سبھی گفتنی نا گفتنی کہہ جانے والوں کے لیے دعوتِ فکر ہے۔ حضرت انس ؓ نے اصلاح قبول کرتے ہوئے اسی کے ساتھ ایک ٹکڑا اور ملا کر مصرعہ ثانی بنا دیا جو نعت کہنے والوں کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔

بَلِ اللهُ يَهْدِيْهَا وَقَالَ لَكَ أَشْهَدُ.

حضرت انس ؓ کا اضافی ٹکڑا بھی تعلیمات قرآنی ہی کا خلاصہ تھا۔

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾[۲۶]

اسی طرح ربیع بنت معوذ بن عفراء کے ایاس بن بکر سے نکاح کے دوسرے دن جب علی الصبح حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو لڑکیاں دف بجا بجا کر شہدائے بدر کے مناقب پڑھ رہی تھیں۔ ایک لڑکی نے یہ مصرعہ اٹھایا

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللهِ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ.

تو آپ ﷺ نے فوراً ٹوک کر فرمایا "یہ مت کہو جو کچھ پہلے کہہ رہی تھی وہی کہو"[۲۷] یوں حضور ﷺ نے ان صفات کا اپنی ذاتی اور اختیاری ہونے سے انکار کر دیا۔ غرض ایک طرف آپ ﷺ کا یہ اسوۂ حسنہ ہے۔ دوسری جانب قرآن کریم کا بار بار نئے

سے نئے پیرائے میں آپ ﷺ ہی کی زبان وحی ترجمان سے اعلان کرانا ہے۔

﴿هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾(۲۸)

﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ﴾(۲۹)

اور خود

﴿وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾(۳۰)

کا اپنی امت کی اجتماعی رائے پر اپنی ذاتی رائے کی فوقیت کی نفی فرمائی۔

وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ.(۳۱)

مساوات بشریت کے اشتقاقی اعلان انقلاب کی کتنی پاس داری ہوئی ہر کسی کے سامنے ہے۔

یہی وہ صورتِ حالات ہے جو نعت رسول مقبول ﷺ جیسی پاکیزہ صنفِ سخن کے لیے باقاعدہ قواعد و ضوابط مرتب کرنے کا تقاضا کرتی ہے "عہد رسالت میں نعت" کی وجہ تصنیف یہی ہے صرف اور صرف یہی مقصد کہ نعت رسول ﷺ کا وہ تاریخی پس منظر دکھایا جائے جس کو معیار بنا کر نعتِ رسول ﷺ اور اتہام و بہتان اور بدعت و گمراہی میں فرق کیا جا سکے۔

وَمَا تَوْفِيْقِي إِلَّا بِاللهِ، رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا عَلَى حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَهلِ بَيْتِهِ أَجْمَعِيْنَ.

حواشی باب اوّل

(۱) حمد اور تحمید۔ ذات باری تعالےٰ کی کبریائی کا بیان، ستائش و ثنا گوئی، حمد میں صرف ذاتی صفات (اختیاری صفات) بیان ہوتی ہیں۔ حمد شکر سے عام ہے۔ حمد منعم کی نعمتوں کا دل اور زبان سے اقرار ہے۔ جبکہ الحمد دل زبان قول اور فعل سے اظہار تشکر، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ الْحَمْدُ یعنی اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ والصَّلَوَاتُ والطَّیِّبَاتُ صوفیا نے حمد کی تعریف یوں کی ہے: اظہارِ کمالِ محمود بصفات جمال و نعوتِ جلال بر سبیلِ تعظیم و تجلیل۔ مدح کو حمد کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔ مگر مدح صرف زبان سے اقرار کا نام ہے۔ دل سے یقین اس میں لازم نہیں، مثلاً قلعہ کی حدود تک بااختیار مغل تاجدار کو شاہِ زمن کہہ دینا۔ اسی وجہ سے صاحب مدائح النبویہ، الاعشیٰ کے قصیدہ أَلَم تَغْتَمِضْ عَیْنَاكَ لَیْلَةً أَرْمَدَا کو مدح میں شمار کرتا ہے مگر نعت میں نہیں مانتا۔ لَأَنَّهُ لَمْ یَقُلْ هٰذَا الشِّعْرَ وهُوَ صَادِقُ النِّیَّةِ فِي مَدْحِ الرَّسُوْل ﷺ وَإِنَّهَا کَانَتْ مُحَاوِلَةً أَرَادَ بِهَا التَّقَرُّبَ مِن نَبِيِّ الْإِسْلَام[۱] (المدائح النبویہ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء باب اوّل، صفحہ ۱۹) یہ الگ بحث ہے کہ الاعشیٰ صادق النیت تھا یا نہیں۔ اس پر ہم اپنے موقع پر بحث کریں گے۔ البتہ جناب زکی مبارک کا یہ استدلال کہ صادقُ النیت نہ ہونے کے باعث کلام نعت کی بجائے مدح کی ذیل میں آ جاتا ہے۔ بہرحال درست ہے۔ مناجات: بارگاہِ الٰہی میں راز و نیاز یا اپنی آرزوؤں، تمناؤں اور دعاؤں کا عجز و انکسار سے عرض کرنا۔ شیخ محمد طاہر کے نزدیک الحمد میں مناجات اور مدح دونوں شامل ہیں۔[۱] (مجمع البحار مطبوعہ نولکشور، ج اوّل، صفحہ ۲۰۰)۔

منقبت: فخر کرنے اور عام شہرہ کرنے کو کہتے ہیں۔ نقیب: صفتِ فاعلی، حضور اکرم ﷺ کے بھی بارہ ۱۲ نقباء تھے۔ اس طرح منقبت بھی مدح بنتی ہے۔ بادشاہوں کے قصائد یا اولیاء صُلحاء کی مدح اسی لیے منقبت کہلائی کہ یوں ان اصحابِ موصوف کے شہرۂ عام میں مدد ملتی ہے۔ لُغتِ عربی میں ایک لفظ مدخ بھی مستعمل ہے جس کے معنی بزرگی نیز پوری پوری مدد کرنا ہیں۔؛ ابو سفیان نے جب حضور اکرم ﷺ کی ہجو کہی تو حضور ﷺ کے حکم سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور دوسرے شعراء نے جواب دیا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد یوں نقل کیا جاتا ہے۔ ”لوگ میری ہجو کہتے ہیں میں شاعر نہیں: آپ رضی اللہ عنہ لوگوں نے تلوار سے میری مدد کی، کیا زبان سے بھی

میری مدد کرنے والا کوئی ہے؟'' یہ مدد کرنا حضرت حسان ﷛ اور دوسرے شعراء کے اس کلام کو جو قریش مکہ کی ہجو میں اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ ﷡ کی بزرگی کے بیان میں کہا گیا، مدح کے ذیل میں لے آتا ہے جو منقبت کے مترادف ہے۔ یوں حمد، مدح منقبت اور مدخ معنوی لحاظ سے قریب قریب نکلتے ہیں۔

(۲) استنعات (باب استفعال) اپنی تعریف چاہنا، شیخ روز بھان بقلی شیرازی نے اپنی کتاب شرح شطحیات میں قرآن مجید کے حروف آلم، الر، یٰس، طہ، وغیرہ کو اسرارِ نعوت آنحضرت جل شانہٗ لکھا ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ نے سوامی بھوبت رائے بیراگی (بیغم راگی) کا ایک شعر نقل کیا ہے جس میں نُعوت انہیں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

وصفِ هفتم هست حَيٌّ لَا يَمُوت
کُو بَوَد شائستۂ حمد و نعُوت

(فارسی ادب میں ہندوؤں کا حصہ ۳۱۷)

بعض دوسرے علماء ان حروف کو نعت رسول ﷺ کہتے ہیں مثلاً اقبال:

وہی فرقاں وہی قرآن وہی یٰسین وہی طٰہٰ

البتہ یہ عقیدت ہے اور وہ حقیقت۔

انتعات (باب افتعال) صفات جمال بیان کرنا۔ ''اِنْتَعَتِ الْمَرْءَةُ بِالْجَمَالِ'' اس کا اسم فاعل ہے منتعت وہ گھوڑا بھی جو آخر ہوتے ہوئے دوسروں پر سبقت لے جائے منتعت کہلاتا ہے۔ منتعت بمعنی پیشرو بھی آتا ہے۔ جمع اس کی منتعتات ہے، جیسے ایک شاعر نے کہا

إِذَا غَرَّقَ الآلُ الإِكامَ عَلَوْنَهُ
بمُنْتَعِتَاتٍ لَا بِغَالٍ وَلَا حُمُرْ

حضور اکرم ﷺ کا ایک صفائی نام دھتم (زرقانی شرح المواہب جلد ۳، صفحہ ۱۲۹) یا دھثم (القاموس جلد ۴، صفحہ ۱۱۵) بھی ہے۔ یہ صفت نرم زمین کے لیے بھی آتی ہے۔ (وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ کی نصیحت نظر میں رکھیں) یہ صفت اگر اونٹ کے لیے آئے تو قوی، انسان کے لیے آئے تو نرم خو کے معنوں میں آتی ہے (بالمؤمنین رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ کے علاوہ رحمة للعالمین پر غور فرمائیں)۔

انعات (باب افعال) خوب صورت بنانا (خوبردئی گردیدن) انْعَتَ الرَّجُلُ حَسُنَ وَجْهُهُ. مثلًا: حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهِ، یا كَانَ رسُولَ اللهِ يَنعَتُ الزَّيْتَ والْوَرَس (حدیث) اِنْعَتَ يَنْعِتُ انعاتًا۔

تناعُت (باب تفاعل) تناعت النَّاسُ: نَعَتُوهُ: کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنا۔ تنعُّت (باب تفعل) تنعُّت الشَّيءُ وَصفَهُ: وصف بیان کرنا۔

(۳) مجمع البحار، شیخ محمد طاہر جلد ۳، صفحہ ۳۷۱۔

(۴) مِرْاَۃُ الشعر، شمس العلماء مولینا عبد الرحمان، مطبوعہ بک میوزیم لاہور۔ص ۲۷۔۲۷۱

(۵) البقرۃ، ۲/۱۴۶

(۶) سیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ، سید احمد زینی الشافعی حاشیہ سیرۃ حَلَبِی مطلبوعہ مصر، صفحہ ۳۹۲۔

(۷) النساء، ۴/۳۷

(۸) سیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ، سید احمد زینی الشافعی حاشیہ سیرۃ حَلَبِی مطبوعہ مصر، صفحہ ۴۰۸۔

(۹) سیرۃ ابن ہشام جلد اوّل مطبوعہ مصر، صفحہ ۴۰۱۔

(۱۰) سیرۃ ابن ہشام اردو ترجمہ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز جلد اوّل، صفحہ ۴۰۸۔

(۱۱) شمائل ترمذی، باب ما جاءَ فی خَلقِ رسول ﷺ۔ حدیث ۶، سیرۃ ابن شام (عربی) جلد اوّل،صفحہ ۴۰۸۔

(۱۲) خصائل النبی، شرح شمائل ترمذی۔

(۱۳) شمائل ترمذی، حدیث ۷۔

(۱۴) دلائل الخیرات محمد بن سلیمان جذبی بحوالہ مقالہ محمد حسین تسبیحی فاضل کتاب دار ادارہ تحقیقات فارسی، اسلام آباد۔

(۱۵) اس موضوع پر زکی مبارک کی کتاب المدائح النبویہ کا فصل اوّل، صفحہ ۱۷ دیکھنے کی ضرورت ہے۔

(۱۶)یہ الگ بحث ہے کہ انبیاء نے اپنی زندگی میں کتنی دولت جمع کی اور ترکے میں کیا چھوڑا حضور نبی کریم ﷺ نے تو کبھی اتنی رقم یا جنس اپنے پاس نہ رکھی جس پر زکوٰۃ واجب ہو۔ ترکہ میں کیا چھوڑتے؟ کیا ہم لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة کے تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ نجی ملکیتوں کے محافظوں نے کبھی اس پر بھی غور کیا؟

(۱۷) ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ میں اللہ اور رسول کی اطاعت مستقل ہے اور أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ کی اطاعت بالتبع ہے۔ اس آیت میں أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ سے پہلے أَطِيعُوا کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ اس سے پہلے أَطِيعُوا پر عطف کیا گیا تاکہ ان کی اطاعت بالتبع ہو۔ اس میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ کی مستقل اطاعت ہے اور رسول کی بھی مستقل اطاعت ہے مگر حکام کی مستقل اطاعت نہیں ہے۔ جب ان کے احکام اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق اور موافق ہوں تو ان کی اطاعت ہے، ورنہ نہیں۔ سیدھی سی بات ہے مسلمانوں کا وہی حکمران واجب الاطاعت ہو گا جو رسول اکرم ﷺ کی اطاعت پر کاربند ہو گا اور اس کے احکام حق کے موافق ہوں گے۔ اگر کوئی حکمران اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہیں کرتا اور حق کے موافق اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق حکم نہیں دیتا تو اس کی اطاعت واجب نہیں۔ ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ﴾ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی کیونکہ رسول ﷺ کا مقام و منصب ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ ہے، اور وحی قرآن ہے۔ قرآن کی اطاعت رسول کی اطاعت، رسول ﷺ کی اطاعت قرآن کی اطاعت ہے۔ جو حکمران مجلس مشاورت میں بالا بالا فیصلے کرنے اور قانون جاری کرنے کا عادی ہو اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہیں کرتا کسی طرح واجب الاطاعت نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا معزول کر دینا واجب ہے۔ اس لیے کہ وہ حکمران حضور ﷺ کی اطاعت سے منحرف ہو رہا ہے۔ اسی لیے علامہ شوکانی فتح القدیر میں ابن عطیہ اندلسی کی اس رائے سے متفق ہیں: اَنَّهُ لَا خَلَافَ فِي وُجُوْبِ عَزَلِ منَ لَّا يَسْتَشِيْرُ اَهْل الْعِلم وَالدِّيْن۔ ماہرین سیاست شرعیہ و مدنیہ کے مشورے کے بغیر قانون نافذ کرنا حکم ربانی لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ کی بھی خلاف ورزی ہے۔ اس آیت أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ کا اگلا حصہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ کی میثاق مدینہ کی اس شق میں بھی تائید ہے۔ ”معاہدے کے تمام شرکاء اپنے تمام باہمی تنازعات خدا اور محمد ﷺ کے فیصلے کے مطابق طے کرنے کے پابند ہوں گے“۔

(۱۸) مجموعہ النّبھانیہ۔ امام یوسف جلد اوّل، صفحہ ۴۵۱، مطبوعہ بیروت۔

(۱۹) المدائح النبویہ۔ یہ کتاب فی الاصل زکی مبارک کے اس مقالہ کا ایک باب ہے جو آپ نے پی۔ایچ۔ڈی کے لیے لکھا جس کا عنوان ہے۔ أَثَرُ التَّصَوُّفِ فِي الْأَدَبِ وَالْأَخْلَاقِ۔

(۲۰) شعر العجم۔ علامہ شبلی نعمانی حصہ پنجم باب اوّل (قصیدہ)، ص۱۶، علامہ کی رائے برحق مبالغۃً اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم اپنے قصیدہ گوؤں کے دواوین کو دفتر بے معنی سمجھ کر پھینک دیں ہمیں اس صنف (قصیدہ) کا ہمدردانہ مطالعہ کرنا چاہئے۔ مثلاً ممدوح کے لیے ہمارے شعراء نے جو مبالغہ آمیز صفات استعمال کیں ان سے یہ مدعا لینا کہ ہمارا شاعر واقعی ممدوح کو ان صفات کا حامل سمجھتا تھا مناسب نہیں۔ میرا خیال ہے اس کا مطلب یوں بھی لیا جا سکتا ہے۔ کہ ہمارا شاعر اپنے ممدوح (آئیڈیل) کو ان صفات کا حامل دیکھنا چاہتا تھا۔ مرزا غالب جب بہادر شاہ ظفر کے لیے تا خدا باشد بہادر شاہ باد کہتا ہے تو یقیناً بہادر شاہ اس کے ہاں مسلم مملکت کے استعارے کے طور پر آتا ہے وہ مسلم حکمرانی کی بقاء کے لیے دست بدعا ہے آخر یہی وہ خود دار قصیدہ گو تو تھا جو اسی بادشاہ کے دربار میں دل کی بات لب پر لانے سے ہچکایا نہیں تھا۔

غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

(۲۱) بلوغ الارب (اردو ترجمہ) جلد ۴، صفحہ ۱۲۰۔

(۲۲) مقدمہ ارمغان حرم سہیل اقبال، از افتخار اعظمی۔

(۲۳) الحجرات، ۲/۴۹

(۲۴) الحجرات، ۲/۴۹

(۲۵) ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، ۴۰۳/۲

(۲۶) البقرۃ، ۱۴۳/۲

(۲۷) اُسدُ الغابہ (اردو ترجمہ) جلد پنجم، صفحہ ۴۵۲، بخاری جلد دوم، صفحہ ۵۲۰، صحابیات، نیاز فتح پوری، صفحہ ۲۲۵ وغیرہ۔

(۲۸) الِاسراء، ۹۳/۱۷

(۲۹) الکھف، ۱۱۰/۱۸

(۳۰) النساء، ۵۹/۴

(۳۱) مسلم، الصحیح، ۱۸۳۵/۴، رقم:۲۳۶۲

دوسرا باب

اَلنَّبِيُّ الْمُنْتَظَرُ ﷺ

(نعت کا دورِ اوّل)

جیسا کہ عرض کیا گیا نعت کا مقصودِ اصلی ثنائے رسول ﷺ کے حوالے سے محاسنِ دین کا بیان (نشر و اشاعت) اور تقربِ الٰہی کا حصول ہے۔ نعت کی یہ تشریح نعت کو موضوع و معروض کے بکھیڑوں سے بالکل پاک کر دیتی ہے۔ مگر ہم اپنی آسانی کی خاطر اور ایک لطیف سے فرقِ معانی و مطلب کی رُو سے نعت کے اس حصے کو جو خود خالق و الٰہ کی طرف سے اپنے محبوب بندے اور نبیُّ المرسَل ﷺ کی شان میں ہے، موضوع سے تعبیر کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ اس نعت میں ثنائے رسول ﷺ کے حوالے سے محاسنِ دین کی نشر و اشاعت محض تقرب اِلٰہی کے حصول کی تعلیم تھی اور ہے جب کہ بندوں کی طرف سے نعت اس نشر و اشاعت میں محاسنِ دین کے ساتھ ساتھ تقرب الٰہی کے حصول کی کوشش قرار پاتی ہے اور یہی کوشش اسے معروض بناتی ہے۔یہ معروض بھی موضوع سے باہر نہیں اس لیے جو نعت تقربِ الٰہی کا ذریعہ بن سکتی ہے اسی تعلیم کی آئینہ دار ہے جو خالق و اِلہٰ کی طرف سے دی گئی ہے۔ اس مختصر سی وضاحت کے بعد آیئے! اس دور کی نعت کا جائزہ لیں جو فی الاصل نعت کی تاریخ کا دورِ اوّل ہے۔

فصل اوّل

مَحامدِ محمد ﷺ قبل از بِعثَت

مشہور روایات کی رُو سے فخرِ دو عالم ﷺ کی صفات کے بیان میں نعت کی روایت کا آغاز اسی وقت سے ہوتا ہے جس دم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ کہتے ہیں پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو جب پہلا الہام ہوا تو آپ ﷺ کو ابو محمد کہہ کر پکارا گیا۔ آپ ﷺ نے نور محمدی ﷺ کو دیکھ کر تعجب سے پوچھا اے میرے پروردگار یہ کیسا نور ہے؟ ارشاد ہوا:

> یہ نور اس نبی ﷺ کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہو گا جس کا نام آسمانوں پر احمد ﷺ اور زمین پر محمد ﷺ ہو گا۔ اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا نہ یہ زمین و آسمان پیدا کیے جاتے۔[۱]

یہی وہ توصیفی کلمات تھے جو بطور تعارف خالق کائنات جل شانہٗ کی طرف سے اپنے محبوب بندے اور رسولِ اوّلین و آخرین ﷺ بروئے ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ الخ﴾[۲] ﷺ کی شان میں ارشاد ہوئے۔ لازم تھا کہ جس کی ثناء (منزلت و شان) خود مالکِ کائنات نے بیان کی اور اپنے پہلے بندے حضرت آدم علیہ السلام کو اس سے آگاہ کیا وہ بھی اس کے حضور خراج پیش کرے جس ﷺ کے صدقے میں اسے خلافتِ ارضی کا منصب جلیلہ ملنے والا تھا۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا۔ یہی مشیت ایزدی تھی جب حضرت آدم علیہ السلام سے پہلی بھول ہوئی۔[۳] شجر ممنوعہ کے قریب گئے جنت سے حکم سفر

ملا اور بُعد المشرقَین کی سزا پائی۔ نام محمد ﷺ کے واسطے سے مغفرت ملی اور زمین پر اکٹھے کر دیئے گئے(۴) تو حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام سے (پھر) قُرب کی خواہش ہوئی۔ حضرت حوا علیہا السلام نے مَہر طلب کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا سے اس باب میں عرض کی، ارشاد ہوا:

اے آدم !ہمارے حبیب محمد ﷺ رسول اللہ پر بیس ۲۰ مرتبہ درود بھیجو۔(۵)

روئے زمین پر حبیب ﷺ خدا کا یہ پہلا ذکر تھا۔ پہلی مدح اور پہلی نعت جو انسانوں کے جدِ امجد پہلے انسان اور خدا کے پہلے مامور من اللہ خلیفہ فی الارض حضرت آدم علیہ السلام نے آنے والے محمد بن عبد اللہ کے حضور پیش کی۔ اگرچہ ان روایات کی استنادی حیثیت اتنی مستحکم نہیں۔ جتنی ان کی شہرت ہے تاہم سابق کتب سماوی کے مطالعہ سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اب تو ہر آنے والے پر فرض ہو گیا کہ جانے سے پہلے ممدوحِ کائنات ﷺ کے آنے کی بشارت دے اُس ﷺ کی نشانیاں بتائے (نعت کہے) اور اس ﷺ کی صفات بیان کرے (مدح کہے) مشرق و مغرب کے سبھی انبیاء علیہم السلام و مصلحین نے اس روایت کو نبھایا۔ یہ فریضہ انجام دیا۔ تمام آسمانی کتابیں الہامی صحیفے امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں ردّ و بدل کے باوجود آج بھی اس شہادت کی ادائیگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ کل اگر کتبِ سابقہ کے علماء نے تورات، زبور، انجیل اور دوسرے آسمانی صحائف کے حوالے سے نبی آخر الزمان ﷺ مکی مدنی کی صفات کی گواہی دی اور آپ ﷺ کی نشانیاں بیان کیں تو کتابِ مقدس (عہد نامہ قدیم و جدید) اور دیگر یادگاریں بدبینوں اور بد اندیشوں کی کوشش بسیار کے باوجود آج بھی آنحضور ﷺ کی توصیف و تعریف سے مزیّن نظر آتی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے تورات کے حوالے سے آپ ﷺ کی یہ صفات بیان کیں:

امت کے حال کا گواہ، بشارت دینے والا، ڈرانے والا، گروہ اُمّیدِین کا پناہ دہندہ، میرا بندہ، میرا پیغمبر، نہ بد خلق نہ سخت مزاج، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے والا، بلکہ معاف کر دینے اور بخش دینے والا، نابینا آنکھوں کو بینا اور ناشُنوا کانوں کو شنوا کر دینے والا، سر بستہ دلوں کو کشادگی دینے والا۔(۶)

حضرت عبد اللہ ابن سلام ؓ کہتے ہیں تورات میں آپ ﷺ کی صفات لکھی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح ؑ (نزول ثانی کے بعد) آپ ﷺ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔(۷) حضرت کعب الاحبار ؓ تورات سے یوں نقل کرتے ہیں۔

محمد رسولُ اللہ ﷺ میرے پسندیدہ بندے بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر فرماتے ہیں آپ ﷺ کی جائے پیدائش مکہ مقام ہجرت مدینہ اور مرکزِ سلطنت شام ہے۔(۸)

یمن و حضر موت کے بادشاہ ابا کرب (جسے تبَّع ثانی بھی کہتے ہیں) نے یثرب پر چڑھائی کی اوس وخزرج کے اخلاق سے اتنا متاثر ہوا کہ صلح کی درخواست کی (اوس و خزرج دن بھر مصروف جنگ رہتے اور رات کو تُبع کے لشکر کو کھانا بھیجتے تھے)۔معاہدۂ صلح طے کرنے کے لیے اوس و خزرج کی طرف سے اُجَیحہ بن الحلاج اور بن یامین قرظی مامور ہوئے۔ معاہدہ صلح طے پا جانے کے بعد تبع نے پوچھا ”حیرت ہے آپ لوگوں نے دورانِ جنگ میں میری فوجوں کو اس طرح خوراک بہم پہنچائی جس طرح قومیں اپنے لشکروں کی نگہداشت کرتی ہیں۔ مجھے اسی شے نے متاثر کیا۔ آخر یہ سب کچھ کیوں؟ بنیامین قرظی نے جواب دیا: ”دراصل ہمیں یقین تھا کہ آپ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے“۔ ”وہ کیوں؟“ تبع نے سوال کیا۔ بنیامین بولے ”یہ شہر ایک نبی ﷺ کی فرودگاہ ہے جو قریش سے ہو گا“ اس پر تبع کا دل لرز گیا۔ اس کا یہ شعر اسی واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔

أَلْقٰى إِلَيَّ نَصِيْحَةً كَي أَزْدَجِرْ
عَنْ قَرْيَةٍ مَحْجُوْرَةٍ بِمُحَمَّدِ

اس نے مجھے اس بستی سے ہٹ جانے کی نصیحت کی جو محمد ﷺ کے لیے محفوظ رکھی گئی ہے۔

پھر اس نے یہ اشعار بھی کہے۔

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّهُ
نَبِيٌّ مِنَ اللهِ بَارِئُ النَّسَمْ
فَلَوْ مُدَّ عُمْرِي إِلَى عُمْرِهِ
لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَهُ وَابْنَ عَمْ
وَجَاهَدْتُ بَالسَّيْفِ أَعْدَاءَهُ
وَفَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهِ كُلَّ غَمْ
لَهُ أُمَّةٌ سُمِّيَتْ فِي الزُّبُر
لَهُ أُمَّةٌ هِيَ خَيْرُ الْأُمَمْ(۹)

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ احمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو جان ڈالنے والا ہے۔ آپ کے ظہور تک اگر میری زندگی نے وفا کی تو میں آپ ﷺ کا وزیر (مددگار) اور چچا زاد بھائی ہوں گا۔ تلوار سے آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف جنگ کروں گا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی دل کی تنگی کشادگی اور فرحت میں بدل جائے اور آپ ﷺ کے دل سے سارے غم دور ہو جائیں۔ آپ ﷺ کی امت بہترین امت ہوگی جس کا ذکر آسمانی صحیفوں میں ہے۔

تُبع کے دو شعر اور بھی مشہور ہیں جو خالص نعت کے ذیل میں آتے ہیں ان میں بھی آپ ﷺ کے عہد رسالت تک جینے کی آرزو کی ہے۔

وَيَأْتِي بَعْدَهُ رَجُلٌ عَظِيْمٌ
نَبِيٌّ لَا يُرَخِّصُ فِي الْحَرَامِ
يُسَمَّى أَحْمَدُ يَا لَيْتَ أَنِّي
أُعْمَرُ بَعْدَ مَبْعَثِهِ بِعَامِ(۱۰)

اس کے بعد ایک عظیم انسان آئے گا۔وہ نبی ﷺ جو کسی حرام کام کی اجازت نہیں دے گا۔ اس کا نامِ نامی احمد ﷺ ہو گا۔ اے کاش! میں آپ ﷺ کی بعثت کے بعد ایک آدھ سال زندہ رہتا۔

سیرۃ النبویہ میں ہے کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا وہ مکان جہاں ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے قیام فرمایا۔ اُسی تبع نے آپ ﷺ کے لیے تعمیر کیا تھا۔

وَذَكَرَ ابْنُ إِسْحَاقَ إِنَّ هَذَا الْبَيْتَ الَّذِي لِأَبِي أَيُّوْبَ بَنَاهُ لَهُ (ﷺ) تُبَّعُ الْحِمْيَرِي.

کعب بن لوئی شاید پہلا شخص تھا جو عروبہ (جمعہ) کے دن لوگوں کو اکٹھا کر کے خطبہ دیا کرتا تھا۔ اپنے ان خطبات میں کعب، النَّبِيُّ الْمُنْتَظَرُ ﷺ کی بعثت کی بشارات سناتا اور آپ ﷺ کی صفات بیان کرتا۔ اپنے ایک خطبے میں اہلِ مجلس کو حرم (کعبۃ اللہ) کی تعظیم اور اسے زیب و زینت سے آراستہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی بعث کی نوید سناتے ہوئے کہتا ہے:

اَلدَّارُ أَمَامَكُمْ، وَالظَّنُّ غَيْرُ مَا تَقُوْلُوْنَ، حَرَمُكُمْ زَيِّنُوهُ وَعَظِّمُوهُ، وَتَمَسَّكُوا بِهِ فَسَيَأْتِي لَهُ نَبَأٌ عَظِيمٌ، وَسَيَخْرُجُ مِنْهُ نَبِيٌّ كَرِيمٌ.(۱۱)

وہ گھر سامنے والا میرا خیال اس کے برعکس ہے جو تم کہتے ہو۔ وہ تمہاری حفاظت کا ضامن ہے۔ تم اسی کو آراستہ کرو اور اس کی تعظیم کرو کیونکہ عنقریب اس سے متعلق ایک بڑی خبر آنے والی ہے۔ عنقریب اس سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہو گا۔ پھر یہ شعر پڑھے۔

نَهَارٌ وَّلَيْلٌ كُلَّ يَوْمٍ بحَادِثٍ

سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا

يَؤُوْبَانِ بِالْأَحْدَاثِ حَتَّى تَأَوَّبَا

وَبِالنِّعَمِ الضَّافِي عَلَيْنَا سُتُورُهَا

عَلَى غَفْلَةٍ يَأْتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ

فَيُخْبِرُ أَخْبَارًا صَدُوْقٌ خَبِيرُهَا(۱۲)

۱۔ دن اور رات ہر دن نئی بات لے کر آتے ہیں لیکن ہمارے لیے وہی پرانی بات ہے (ہمارے لیے یہ تبدیلی یکساں ہے)۔

۲۔ دو زمانے ہیں جو نئے حوادث لے کر آئے۔ یکے بعد دیگرے ہمارے حصے میں خوشگوار آسودگی آئی۔

۳۔ (یہی زمانہ یا سال) جب حضور ﷺ کے پاس آتا ہے (اچانک آپ ﷺ کا امتحان لینے کی غرض سے) تو آپ ﷺ ایسے ایسے واقعات بتاتے ہیں جن کا خبر دینے والا بہت سچا ہے۔

سیرۃ النبویہ میں ان کے کئی اشعار نقل ہوئے ہیں۔ایک شعر میں کعب بن لوئی اپنی زندگی کی دعا مانگتے ہیں تاکہ آنے والے نبی ﷺ کی تائید کر سکیں۔

يَا لَيْتَنِي شَاهِدًا نَجْوَاءَ دَعْوَتِهِ

حِيْنَ الْعَشِيْرَةُ تَبْغِي الْحَقَّ خِذْلَانًا(۱۳)

اے کاش! میں آپ ﷺ کی دعوت تک زندہ رہتا جب کہ آپ ﷺ کے اہل خاندان حق کی اعانت سے ہاتھ اٹھا لیں گے۔

عرب میں کاہنوں کی ایک جماعت تھی جو مُقَفّٰی ومُسَجَّع کلام میں لوگوں کو غیب کی خبریں سناتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے قریب یہ لوگ ایک نبی ﷺ کی آمد کی عموماً پیش گوئی کرتے تھے۔ سفیان ابن مجاشع التمیمی نے ایک گروہ کو ایک کاہنہ کے گرد جمع دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ کسی کی اعانت کرنے والوں کی تعریف کر رہی تھی اور اس کے مخالفین کی تباہی و رسوائی کا بیان کرتی جاتی تھی۔ سفیان بولا تجھے تیرے باپ کی قسم بتا وہ کون ہے؟ بولی وہ ایک نبی ﷺ ہے جس کی غیبی تائید ہو گی اور اس کی بعثت کا زمانہ قریب ہے۔

نَبِيٌّ مُؤَيَّدٌ قَدْ آنَ حِيْنَ يُوْجَدُ، وَدَنَى أَوَانُ يُوْلَدُ، يُبْعَثُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ بِكِتَابٍ لَا يَنْفَدُ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ.(۱۴)

وہ نبی ﷺ جس کی تائید کی جائے گی، اُن کی آمد کا وقت آ گیا ہے، تم جلد ہی اس کو پاؤ گے۔ وہ وقت قریب ہے جب اس کی ولادت ہو گی وہ اس دو احمر کی طرف ایک لافانی کتاب لے کر آئے گا۔ اس کا نام محمد ﷺ ہو گا۔

سفیان نے پھر پوچھا وہ عربی ہو گا یا عجمی؟ بولی مجھے بلندیوں والے آسمان کی قسم اور گھنی شاخوں والے درختوں کی قسم وہ معد ابن عدنان کے قبیلے سے ہو گا۔

أَمَّا وَالسَّمَآءُ ذَاتُ العَنَانِ، وَالشَّجَرَةُ ذَاتُ الْأَفْنَانِ، إِنَّهُ لَمِنْ مَعْدِ ابْنِ عَدْنَانَ.(۱۵)

شرح شفاء میں ہے سفیان نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا(۱۶) قیس بن نشبہ بھی زمانہ

جاہلیت میں حضور ﷺ کی بعثت کی بشارتیں دیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد حاضر خدمت ہو اور پوچھا اے محمد ﷺ! کُلہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”آسمان“۔بولا ”مچکہ کیا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”زمین“ یہ سن کر وہ ایمان لے آیا۔ اس کے بقول یہ اسرار صرف رسول ﷺ ہی جانتا ہے۔قبول اسلام کے موقع پر اس کے کہے ہوئے اشعار بھی ملتے ہیں۔

تَابَعْتُ دِيْنَ مُحَمَّدٍ وَرَضِيْتُهُ
كُلَّ الرَّضَا لِأَمَانَتِي وَلِدِيْنِي
مَازِلْتُ آمِلُهُ وَأَرْقَبُ وَقْتَهُ
وَاللهُ قَدَّرَ أَنَّهُ يَهْدِيْنِي
أَعْنِي ابْنَ آمِنَةَ الْأَمِيْنَ وَمَنْ بِهِ
أَرْجُو التَّخَلُّصَ مِنْ عَذَابِ الْهَوْنِ(۱۷)

میں نے محمد ﷺ کا اتباع کیا اور اپنے لیے آپ ﷺ کا دین پسند کیا میں نے بڑی امیدیں باندھ رکھی تھیں اور آپ ﷺ کے ظہور کے وقت کا منتظر رہا کرتا تھا۔ خدا نے میرے لیے یہ مقرر کر دیا تھا کہ یہ نبی ﷺ مجھے راہ راست دکھائیں۔ میری مراد آمنہ علیہا السلام کے فرزندِ امین ﷺ اس مقدس ہستی سے ہے جس کے وسیلے سے میں جہنم کی آگ سے نجات کی امید رکھتا ہوں۔

کتنے ہی واقعات کتبِ احادیث و سِیَر میں مل جاتے ہیں جن کا مفصل بیان ممکن نہیں۔ صاحب الاَغانی علامہ اصفہانی نے کُہانت پر مفصل بحث کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عربوں کے ہاں کہانت کا وجودُ ہی نبی ﷺ کے معجزات (بالخصوص ان واقعات کے اعتبار سے جن کی خبر آنحضرت ﷺ دیا کرتے تھے) کا ایک سبب بنے۔(۱۸)

فصل دوم

کتب سماوی میں آنحضور ﷺ کا ذکر

یہ تو وہ لوگ تھے جو اہلِ کتاب میں سے تھے۔ شرک و بت پرستی سے دور رہے اور کتاب کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کی آمد کے چرچے عام کرتے رہے اور آپ ﷺ کی بعثت کا انتظار کھینچتے رہے۔ یا وہ لوگ تھے جو اپنے مکاشفات اور پیش گوئیوں کے ذریعے عرب کے بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح اور یکسر تباہ شدہ اخلاقی اقدار کے اَز سرِ نو سدھرنے اور سنورنے کی اُمیدیں بندھاتے تھے۔ ایک عظیم مصلح ﷺ اور محسنِ انسانیت کی ولادت کی نویدیں سناتے تھے اور ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی تعلیماتِ قدسیہ کا بیان بھی کرتے جاتے تھے۔ اب آیئے ان کتب سماوی کی طرف جن کے حوالے سے یہ ذکر کیا جاتا تھا جن میں عہد بہ عہد کی قطع و برید، کمی بیشی اور ترمیم و تحریفِ لفظی و معنوی کے باوجود وہ حقیقت جوں کی توں رہی جس کی بشارتیں وہ کتابیں لے کر آئیں بلکہ جن کے نزول کا مقصد ہی وہ بشارتیں لانا تھا۔

﴿ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْل﴾[19] [20]

اناجیل اربعہ میں یوحنا کی انجیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الوادعی پیغامات میں جس روح حق، مددگار، شفیع، سچائی کی روح اور وکیل کی بار بار بشارت دی، اس کی یہ صفات بیان ہوئی ہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیم جسے لوگ بھلا چکے یا جس میں ردّ و بدل کر دیا

جائے گا۔

۲۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی عظمت و جلال کو دنیا میں قائم کرنے والا ﴿بَل رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيهِ﴾ از سر نو یاد دلانے والا۔

۳۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی گواہی دینے والا اور ان پر ایمان نہ لانے والوں کو گناہ گار ٹھہرانے والا۔

۴۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہنے والا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتیں بیان کرنے والا۔(۲۱)

قرآن حکیم کی آیت: ﴿مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ مریم علیہا السلام کی عصمت کی گواہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ﴿قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ﴾ کے اعلان کا بیان اور﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾(۲۲) ان بشارات یُوْحنّا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صفات قرار دینے کے لیے کافی ہیں۔

یُوحنا نے جب بپتسِمہ دینا شروع کیا تو یروشلم سے فرِیسِیّوں کے فرستادہ کاہن اور لاوی اس سے پوچھنے لگے کیا تُو وہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم" ہے؟ تو اس نے جواب دیا نہیں میں تو اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں۔ وہ اَبدُ الاباد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔(۲۳) علاوہ ازیں یُوحنا، لُوقا، اعمال، کتابِ پیدائش، مکاشفہ اور اِستثناء میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات بیان ہوئی ہیں۔

> زور آور، روح القدس، دنیا کا سردار، نبی اسرائیل کے بھائیوں (بنی اسماعیل) سے آنے والا، مثیل موسیٰ علیہ السلام، فاران سے ظاہر ہونے والا، جب تک سورج رہے گا اس کا نام رہے گا۔ ایک ابدی عہد باندھنے والا تاکہ اولاد ابراہیم علیہ السلام ابد الآباد تک خدا کو جاننے والی رہے،سچا، برحق اور راستی کے ساتھ انصاف کرنے والا، بہت سے تاجوں والا، بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند یعنی جامع الکمالات نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔(۲۴)

کتاب، تسبیحاتِ سلیمان علیہ السلام میں صاف طور پر آپ ﷺ کو محمد ﷺ کے نام نامی سے یاد کیا گیا ہے سات برس کی عمر میں آپ ﷺ کو آشوب چشم کا عارضہ ہوا تو دادا محترم آپ ﷺ کو عکاظ کے ایک راہب کے پاس لے گئے جو امراضِ چشم کا ماہر تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی کہا تو وہی ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام خِلُّو مُحَمَّدِیم کا خطاب دے چکے ہیں۔(۲۵)

مہاتما بُدھ نے اپنی موت کے وقت نندا کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

> میں کوئی آخری بدھ نہیں۔ اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بدھ آئے گا۔ مقدس منور القلب، عمل میں دانائی سے لبریز، مبارک، عالم کائنات اور انسانوں کا عظیم سردار جو غیر فانی حقائق میں نے ظاہر کیے وہ بھی ظاہر کرے گا۔ وہ ایک مکمل ضابطہ حیات اور مکمل نظام زندگی کی تبلیغ کرے گا۔ مہاتما نے نندا کے سوال کے جواب میں بتایا۔ وہ 'تیرایا' (رحمت عالم) کے نام نامی سے آئے گا۔(۲۶)

ویدوں میں آپ ﷺ کے والد بزرگوار کا نام وعشنو بھگت (عبد اللہ) والدہ ماجدہ کا نام سمانی (آمنہ رضی اللہ عنہا) جگہ پیدائش سالمدیپ (عرب) اور تاریخ پیدائش بارھواں دن سوموار بتائی گئی ہے۔(۲۷) ویدوں نے آپ ﷺ کو جگت گرو (سرور عالم ﷺ) محامد محمت اور کلینکی اوتار (خاتم النبین ﷺ) کے لافانی خطابات اور بے مثل القابات سے یاد کیا ہے۔ بھگوت، کلکی پرُان اور بھوشیہ پُران کے علاوہ سام وَید کے پھاٹک ۲ کھنڈ ۶ منتر ۸ میں آپ ﷺ کی صفت یوں بیان ہوئی ہے۔

> احمدی پُتو پرمیدھیا امر تسیہ جیاگر اَہَمُ سودیہ ایوجُبنیِ۔(۲۸)

> احمد ﷺ نے اپنے رب سے پر حکمت شریعت پائی (جس کے سبب) میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔(۲۹)

تفصیلی مطالعہ کے لیے "پندرہویں صدی" کراچی کا شمارہ جولائی ۱۹۸۵ء ملاحظہ ہو: سیدالانبیاء از سید احمد حسین۔(۳۰)

فصل سوم

احبار و رہبان و کُہّان اور دیگر کتب میں ذکر

الغرض ہر آنے والا آیا اور آنے والے (ﷺ) کی آمد آمد کے چرچے چھوڑ کر چلا گیا اور پھر جب دنیا اور دنیا میں رہنے والوں کو رہبان و احبار، موحدین و متوکلین اور منجم و کہان نے اس بشارتِ عظمیٰ ﷺ کو دیدار کے لیے سراپا اشتیاق بنا دیا تو وہ گھڑی بھی آئی جب تمام دنیا کی یہ بشارتِ عظمیٰ ﷺ دعائے خلیل کا ثمرہ اور ابن مریم علیہ السلام کی نوید پوری ہوئی۔ اہل مکہ نے خبر سنی تو ہر زبان پر یہ ترانہ تھا۔

بَارَكَ فِيْكَ اللّٰهُ مِنْ غُلَامِ
يَا ابْنَ الَّذِي مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ
نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ
فَوَدَى غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ
بِمِائَةٍ مِنْ إِبِلٍ سِوَامِ[۳۱]

تو نہایت ہی مبارک لڑکا ہے اے اس شخص کے فرزند جو خداوند عالی کی اعانت سے موت کے منہ سے بچ گیا۔ قرعہ کے روز اس کے فدیہ میں سو اونٹ قربان کیے گئے (آپ ﷺ کی ولادت سے سال ڈیڑھ سال قبل آپ ﷺ کے والد کو ایک دیوتا کے حضور ذبح کیا جانا تھا مگر ایک

کاہنہ کے مشورے سے اونٹوں پر اور عبد اللہ پر قرعہ ڈالا گیا اور بالآخر اونٹ قربان کر دیئے گئے کیونکہ قریش مکہ خواجہ عبد اللہ کو ذبح کرنا نہیں چاہتے تھے)۔

فتح الباری اور مواہب کے مطابق ایک یہودی جس کا نام یوسف تھا ۲۱ مکۃ المکرمہ آ رہا تھا۔ اس نے قریش سے کہا۔

اے گروہ قریش دیکھو آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ آج شب اس امت کا نبی ﷺ پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی (مہر نبوت) ہے۔

قریش نے تحقیق کی تو معلوم ہوا حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر بچہ پیدا ہوا تھا۔ جب یہودی نے مہر نبوت دیکھی تو بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد بولا اے گروہ قریش! بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہوئی۔ سن لو! یہ تم پر ایسا غلبہ پائے گا کہ اس کی خبر مشرق و مغرب سے شائع ہو گی۔

دادا محترم نے آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ اور والدہ ماجدہ نے احمد ﷺ رکھا سبحان اللہ! اس سراپا صفات کو نام بھی کیا ملے، جن پر قصائد کے کروڑوں دفتر تصدق ہوں۔[۳۲]

ظہور قدسی کے بعد پہلے کلماتِ نعت شاید آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ ہی نے آپ ﷺ کی شان میں کہے۔ جب حلیمہ سعدیہ (دایہ) نے آپ ﷺ کو ایک یتیم بچہ سمجھ کر رضاعت میں لینے میں تامل کیا تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

يَا ظِئْرُ، سَلِيْ عَنِ ابْنِكِ فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لَهُ شَأْنٌ.[۳۳]

اے دایہ تسلّی رکھ، تیرے اس بچے کی بہت بڑی شان ہو گی۔

جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر چلیں تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھے اور شاید ظہور قُدسی کے بعد آپ ﷺ کی شان میں کہے گئے۔ نعتیہ اشعار میں انہی کو

اوّلیت حاصل ہے یہ دعائیہ لوک گیت ملاحظہ ہو:

أُعِيْذُهُ بِاللهِ ذِي الْجَلَالِ
مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَى الْجِبَالِ
حَتَّى أَرَاهُ حَامِلَ الْحِلَالِ
وَيَفْعَلُ الْعُرْفَ إِلَى الْمَوَالِي
وَغَيْرِهِمْ مِنْ حِشْوَةِ الرِّجَالِ(۳۴)

میں اپنے بیٹے کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے شتر سوار دیکھوں۔دیکھ لوں کہ وہ درماندہ اور غلاموں کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے والا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی رضا عی بہن الشیماء بنت الحارث السعدیہ جب آپ ﷺ کو بہلاتی تو یہ لوری کہتی:

يَا رَبَّنَا أَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا
حَتَّى أَرَاهُ يَافِعًا وَأَمْرَدَا
ثُمَّ أَرَاهُ سَيِّدًا مسودًا
وَأَكْبِتُ أَعَادِيَهُ مَعًا وَالْحُسَّدَا
وَأَعْطِهِ عِزًّا يَدُوْمُ أَبَدًا(۳۵)

اے پروردگار! تو ہمارے محمد ﷺ کو باقی رکھ یہاں تک کہ میں ان (ﷺ) کو نو عمر جوان اور مرد دیکھ لوں اور پھر انہیں سردار عالی مقام دیکھوں۔ تو اُس کے دشمنوں اور حاسدوں کو یک لخت مغلوب کرنا اور اسے ایسی عزت اور غلبہ عطا کرنا جسے دوام حاصل ہو۔

حَمْیَرْ (یمن) کے ایک نامور بادشاہ اور صاحب فضل و کمال شخصیت سیف بن ذی یزَن حمیری نے حبشہ پر فتح پائی خواجہ عبد المطلب کے ہمراہ ایک تہنیتی وفد قریش کی طرف سے بھی اس کے دربار میں پہنچا۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم میں سے جو شخص شاہانہ آداب گفتگو سے واقف ہو، وہ آئے۔ خواجہ عبد المطلب تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنا مدعا اس فصاحت سے بیان کیا کہ بادشاہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ خواجہ عبد المطلب سے نام و نسب دریافت کیا اور قافلے کو مہمان خانے میں ٹھہرانے کا حکم دیا۔ فارغ وقت میں پھر خواجہ عبد المطلب کو بلایا اور کہنے لگا میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ آپ ﷺ کے گھرانے سے ایک نبی ﷺ پیدا ہو گا جس (ﷺ) کے دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت ہو گی اور یہ کہ اس (ﷺ) کی پرورش اس کے دادا اور چچا کریں گے۔ خواجہ عبد المطلب نے جب یہ تقریر سنی تو فرط انبساط اور وفور جذبات سے سجدے میں گر پڑے۔ سیف نے آپ کو اٹھایا۔[۳۶] اور نبی اکرم ﷺ کی شان یوں بیان کی:

قَدْ وَلَدْنَاهُ مِرَارًا، وَاللهُ بَاعِثُهُ جِهَارًا، وَجَاعِلٌ لَهُ مِنَّا أَنْصَارًا، يُعِزُّ بِهِمْ أَوْلِيَاءَهُ، وَيُذِلُّ بِهِمْ أَعْدَاءَهُ، وَيَضْرِبُ بِهِمُ النَّاسَ عَنْ عُرُضٍ، وَيَسْتَفْتِحُ بِهِمْ كَرَائِمَ أَهْلِ الْأَرْضِ، يَعْبُدُ الرَّحْمَنَ، وَيَدْحَضُ- أَوْ يَدْحَرُ- الشَّيْطَانَ، وَيُخْمِدُ النِّيرَانَ، وَيَكْسِرُ الْأَوْثَانَ، قَوْلُهُ فَصْلٌ، وَحُكْمُهُ عَدْلٌ، وَيَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَفْعَلُهُ، وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُبْطِلُهُ.[۳۷]

تحقیق پیدا کیا گیا آپ ﷺ کو بار بار (آباؤ اجداد کی صُلب میں منتقلی کے ذریعہ) اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مبعوث فرمائے گا اور ہم میں سے آپ ﷺ کے لیے مددگار بنائے گا۔ جن کے ذریعہ آپ ﷺ کے دوستوں کو عزت اور دشمنوں کو ذلّت نصیب ہو گی۔ لوگ آپ ﷺ سے اعراض

کریں گے اور شرفائے زمانہ آپ ﷺ کی تعریف کریں گے (ساتھ دیں گے)۔ آپ ﷺ رحمان کی عبادت کریں گے اور شیطان کو ذلیل کریں گے۔ آگ بجھا دیں گے اور بتوں کو توڑ دیں گے۔ آپ ﷺ کی بات دو ٹوک اور حکم مبنی بر انصاف ہو گا۔ نیکی کا حکم دیں گے اور خود بھی اس پر عمل کریں گے۔ برائی سے روکیں گے اور خود بھی اُس سے کنارہ کشی اختیار کریں گے۔

بارہ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنے نیک دل اور شفیق چچا خواجہ ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کا سفر اختیار کیا۔ راستے میں بُصریٰ شام کے ایک مقام پر ایک راہب بحیرہ نے بادلوں کا آپ ﷺ کے ساتھ چلنا اور آپ ﷺ پر درختوں کی شاخوں کا جھک جانا دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ "وہ نبی ﷺ" ہیں جو سب عالموں کے سردار ہیں۔[(۳۸) (۲۸)] بحیرہ نے سارے قافلے کو کھانے کی دعوت پر بلایا۔ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی اور خواجہ ابو طالب رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے نبی آخر الزمان ہونے کی بشارت سنائی اور شام جانے کی بجائے بحفاظت مکہ واپس لے جانے کا مشورہ دیا۔

ایامِ جوانی میں (بعمر پینتیس ۳۵ سال) قیامِ امن کی کوششوں اور دوسرے نیک (اصلاحی) کاموں کی وجہ سے قوم آپ ﷺ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتی تھی۔ حجر اسود کے قضیہ پر جب اتفاقاً آپ ﷺ سب سے پہلے حرم شریف میں داخل ہوئے تو ساری قوم یک زبان ہو کر پکار اٹھی:

هَذَا الْأَمِيْنُ رَضِيْنَا هَذَا مُحَمَّدٌ ﷺ.[(۳۹)]

یہ تو محمد الامین ﷺ ہیں ہمیں آپ ﷺ کا فیصلہ منظور ہے۔

فصل چہارم

پہلا باقاعدہ نعتیہ قصیدہ

سفر شام سے واپسی کے بعد جب حضرت خدیجہ ؓ (ام المو منین ؓ) نے اپنے غلام میسرہ کی زبانی آپ ﷺ کے اوصاف اور بحیرہ ونَسطورا (راہبوں) کی باتیں سُنیں تو اپنے چچا زاد ورقہ بن نوفل (راہب معمر) سے آپ ﷺ کا ذکر کیا۔ بزرگ ورقہ الٰہیات کے بہت بڑے عالم تھے اور مذہباً عیسائی۔ ورقہ نے اس موقعہ پر وہ مشہور قصیدہ کہا جسے بعض سیرت نگاروں نے وحیِ اولیٰ کے واقعہ سے منسوب کیا ہے یہ انتساب درست نہیں کیونکہ۔

☆ یہ قصیدہ ابن ہشام نے جسے اوّلین ماخذ اور قریبی حوالے کی حیثیت حاصل ہے۔ حدیث خدیجہ ؓ کے عنوان سے نکاح کے بعد باب ۳۱ میں نقل کیا ہے جب کہ وحی اولیٰ کے نزول کا اندراج باب ۴۰ میں ہے۔

☆ خود قصیدہ کے اشعار کے مفہوم سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے جن میں ورقہ، پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی بِعثت کا انتظار کرتے تنگ آنے کا ذکر کرتے ہیں۔ بزرگ ورقہ کا انتظار طُول کھینچ گیا۔ خدیجہ ؓ سے ایک کے بعد کے ایک وصف سن کر انہیں امید ہوتی ہے کہ ان کی مراد پوری ہونے والی ہے۔ وحیِ اولیٰ کے واقعہ میں صفات و اوصاف کا کیا گزر، وہاں تو ظہورِ ملک کا معاملہ ہے۔ یہ میسرہ کی زبانی بیان کردہ اوصاف کا ذکر ہے۔ ورقہ ارمان ظاہر کرتے ہیں کہ اعلان نبوت تک زندہ رہے تو ساتھ دیں گے کیونکہ

وہ جانتے ہیں جو آپ ﷺ کی مخالفت کرے گا ذلیل و خوار ہو گا۔ وہ حسرت سے کہتے ہیں کہ اگر مر گیا تو ہر جوان کو مرنا ہے۔(۴۰)

ظاہر ہے کہ یہ خیالات وحی اولیٰ کے واقعہ سے متعلق نہیں ورنہ بزرگ ورقہ اس قسم کی مایوسی اور حسرت کا اظہار نہ کرتے۔ بہر حال اس تاریخی قصیدے کے چند منتخب اشعار پیش خدمت ہیں جسے نعتِ شہ کونین ﷺ کی تاریخ میں پہلے باقاعدہ قصیدے کی حیثیت حاصل ہے۔

لَجِجْتُ وَكُنْتُ فِي الذِّكْرَى لَجُوجًا
لِهَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِيْجَا
وَوَصْفٍ مِنْ خَدِيْجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ
فَقَدْ طَالَ انْتِظَارِي يَا خَدِيْجَا
بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ عَلَى رَجَائِي
حَدِيْثَكَ أَنْ أَرَى مِنْهُ خُرُوْجًا
بِمَا خَبَّرْتِنَا مِنْ قَولِ قَسٍّ!
مِنَ الرُّهْبَانِ أَكْرَهُ أَنْ يَعُوجَا
بِأَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُوْدُ فِيْنَا
وَيَخْصِمُ مَنْ يَكُوْنُ لَهُ حَجِيْجَا
وَيَظْهَرُ فِي الْبَلاَدِ ضِيَاءُ نُورٍ
يُقِيْمُ بِهِ الْبَرِيَّةِ أَنْ تَمُوْجَا
فَيَلْقَى مَنْ يُحَارِبُهُ خَسَارًا
وَيَلْقَى مَنْ يُسَالِمُهُ فَلُوْجَا

فَيَا لَيْتَى إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدْت فَكُنْتُ أَوّلَهُمْ وُلُوجًا
وَلُوجًا فِي الَّذِي كَرِهَتْ قُرَيْشٌ
وَلَوْ عَجَّتْ بِمَكَّتِهَا عَجِيْجًا!
أُرَجِّي بِالَّذِي كَرِهًا جَميْعًا
إِلَى ذِي الْعَرْشِ إِنْ سَفَلُوا عُرُوْجًا
وَهَلْ أَمْرُ السَّفَالَةِ غَيْرُ كُفْرٍ
بِمَنْ يَخْتَارُ مَنْ سَمَكَ الْبُرُوْجَا
فَإِنْ يَبْقُوا وَأَبْقَ تَكُنْ أُمُورٌ
يَضِجُّ الْكَافِرُوْنَ لَهَا ضَجيْجًا
وَإِنْ أَهْلِكْ فَكُلُّ فَتًى سَيَلْقَى
مِنَ الْأَقْدَارِ مَتْلَفَةً حَرُوْجًا(۴۱)

۱۔ میں نے ایک ایسے معاملے کا طویل انتظار کیا جس نے رو رو کر، گلو گرفتہ ہو کر بیٹھ جانے والے کو بھی مستعد بنا دیا۔ سچ تو یہ ہے میں پند و موعظت کا ہمیشہ ہی منتظر رہا۔

۲۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ایک کے بعد ایک وصف سنا۔ اے خدیجہ رضی اللہ عنہا میرا انتظار بہت طول کھینچ گیا ہے۔

۳۔ اے خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھے امید ہے کہ تمہاری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطنوں کے درمیان ہو گا۔

۴۔ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ قِس اور دوسرے رہبان کی جو بات

تُو نے مجھے بتائی ٹیڑھی یا غلط ہو جائے۔

۵۔ کیونکہ محمد ﷺ عنقریب ہم میں سردار ہوں گے اور آپ ﷺ کی جانب سے جو شخص بھی بحث کرے گا غالب رہے گا۔

۶۔ تمام شہروں میں اس نور ہدایت کی روشنی پھیل جائے گی جو خلقِ خدا کو منتشر ہونے سے بچائے گی اور سیدھا چلائے گی۔

۷۔ پس جو آپ ﷺ سے جنگ کرے گا نقصان اٹھائے گا اور جو آپ ﷺ کی اطاعت کرے گا فتح مند ہو گا۔

۸۔ کاش! میں بھی اس وقت جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہو گا، حاضر رہوں (زندہ رہوں) اور اس (دینِ ہدایت) میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصہ دار بنوں۔

۹۔ میں اُس دین میں داخل ہو جاؤں جس سے قریش کو کراہت ہو گی اگرچہ وہ اپنے مکہ میں بہت کچھ واویلا کریں۔

۱۰۔ جس چیز سے قریش کراہت کریں گے میں اسی چیز سے مالک عرش کی طرف سے سرفرازی کا امیدوار ہوں، جب انہیں ذلّت ہو گی۔

۱۱۔ کیا اس سے انکار اور کفر سے بڑھ کر بھی کوئی ذلت ہو گی جس نے بلندی کو برجوں کے لیے منتخب کیا۔

۱۲۔ اگر وہ بھی رہیں اور میں بھی رہوں تو وہ دیکھ لیں گے کہ ایسے ایسے واقعات رو نما ہوں گے جن سے کافر سخت آہ وزاری کریں گے۔

۱۳۔ اور اگر میں مر جاؤں تو ہر خوش خُلق جوان مرد قضا و قدر کے فیصلوں کے بموجب ہلاک ہونے والا اور اس دنیا سے چلے جانا والا ہے۔

غار حرا (جبل النور) میں جب پہلی بار آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے یہ تاریخی کلمات کہے:

كَلَّا، وَاللهِ، مَا يُخْزِيْكَ اللهُ أَبَدًا. إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ. (۴۲)

گھبرایئے نہیں، خدا آپ ﷺ کو کبھی غمزدہ نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ قرابت داروں میں جُڑ کر رہتے ہیں۔ درماندوں کی دستگیری کرتے ہیں۔ تہی دستوں کی امداد فرماتے ہیں۔ مہمان کی عزت کرتے ہیں اور اصل مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔

تاہم خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو بزرگ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور بعض روایات کے مطابق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بزرگ ورقہ بن نوفل کے پاس بھیج دیا۔ ورقہ بن نوفل نے تفصیل سنی تو آپ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور کہنے لگا:

قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّكَ لَنَبِيُّ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَقَدْ جَاءَكَ النَّامُوْسُ الْأَكْبَرُ الَّذِي جَاءَ مُوْسَى عليه السلام، وَلَتُكَذِّبَنَّهُ، وَلَتُؤْذَيَنَّهُ، وَلَتُخْرَجَنَّهُ، وَلَئِن أَنَا أَدْرَكْتُ ذَلِكَ الْيَوْمَ لَأَنْصُرَنَّ اللهَ نَصْرًا يَعْلَمُهُ. (۴۳)

قدوس ہے قدوس۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ آپ ﷺ اس امت کے نبیِّ برحق ہیں۔ فی الحقیقت آپ ﷺ کے پاس وہی ناموسِ اکبر آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو جھٹلائے گی۔ آپ ﷺ کو ایذا دے گی، آپ ﷺ کو مکہ سے نکال دے گی۔ اگر میں ایسے دن تک زندہ رہا اللہ کی مدد کروں گا۔ (دین حق کے لیے آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا) جتنا کہ اس کی

مدد و نصرت کا حق ہے۔(۴۴)

اس دور کی نعت نے جس میں موضوع و معروض باہم گُتھا ہوا ہے دنیا والوں کو ایک ایسے انسان ﷺ کے ظہور کی خبر دی اور ایسے بشر کامل ﷺ سے آگاہ کیا جس کی سیرۃ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ ہوتے ہوئے بھی خدائے رحیم و کریم کے فضل و کرم سے رہتی دنیا کے لیے اسوۂ حسنہ ٹھہرے گی۔ اس دور کی نعت ایک ایسے افقِ حیات، بے مثال نظریۂ زندگی اور لا زوال منزلِ مراد کی اُجلی اور روشن راہوں کی نشاندہی کرتی ہے جس کے لیے نبوت کے زمانے (فَتْرَت) سے دوری کے باعث اہل جہاں ترس رہے تھے۔ حال سے بیزاری کا کرب، اور مستقبل سے امیدواری کی موجِ طرَب اس دور کی نعت کے لفظ لفظ میں رواں دواں ہے۔ اسے مزید گرمیاں، سرشاریاں اور طرحداریاں قرآنِ حکیم کی اُن آیات کریمہ نے بہم پہنچائیں جو حُبّ حبیب ﷺ اور اطاعت محبوب ﷺ کا موضوع لیے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اگلا باب دور اوّل کے النبیُّ المنتظر ﷺ اور دورِ ثانی کے النبیُّ الموَیَّد ﷺ کے درمیانی سنگم کے طور پر صاحب القرآن فی القرآن(۴۵) کے عنوان سے طلوع ہو رہا ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

حواشی باب دوم

(۱) سیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ از سید احمد زینی الشافعی (حاشیہ سیرۃ حلبی مطبوعہ مصر ۱۳۲۰ھ ۷)
(۲) آل عمران، ۸۱/۳
(۳) فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ الخ (سورۃ البقرہ پارۂ اوّل)۔
(۴) مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری، سیرۃ النبویہ ۵۔ عَنْ عُمر قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَا رَبِّ، أَسْئَلُكَ بِحَقِّ آتِ مَغْفِرَةَ لِي الخ۔
(۵) نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ مولانا اشرف علی تھانوی، فصل دوم روایت ۳ بحوالہ صلوٰۃ الاحزان ابن جوزی سیرۃ النبویہ، ص ۸، فَقَالُوا حَتَّى تُؤَدِّيَ مَهْرَهَا قَالَ وَمَا مَهْرُهَا؟ قَالُوا: أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَفِي رَوَايَةٍ عِشْرُوْنَ مَرَّةً. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام نے مہر طلب نہیں کیا خدا نے مہر دینے کا حکم دیا۔ یہاں ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے صلوٰۃ؛ کا عربی مصدر اَلقصلیہ ہے جس کا مفہوم، جُڑنا ہے۔ جب کہ دُرود فارسی ہے جس کا مصدر دُرودن ہے جس کا مفہوم کاٹنا ہے۔ ہم صلوٰۃ و سلام کی بجائے درود وسلام کہہ کر، کیا کرنا چاہتے ہیں!!؟
(۶) حدیث عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ: فَقَالَ إِنَّهُ لَمَوصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفاته فِي الْقُرآن الخ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مسلم باب فضائلِ سید المرسلین ﷺ)۔
(۷) نشر الطیب بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، فصل دوم، ساتویں روایت۔
(۸) نشر الطیب بحوالہ مشکوٰۃ ودارمی، سیرۃ النبویہ صفحہ ۴۹: شام کے دار الخلافہ سے متعلق پیشگوئی بقول عبد المسیح، سطیح کاہن نے کی تھی۔ اسی عبد المسیح نے کسریٰ کو سطیح کی مشہور روایات پہنچائیں۔ عبد المسیح بن بُقَیلہ الغسانی مشہور عالم تھے۔ حِیرہ کے گورنر نے حضور ﷺ کی بعثت کسریٰ کے دن کسریٰ کے محلات کے کنگرے گرنے اور دوسری نشانیوں کے کسریٰ ظہور سے متعلق تعبیر کی خاطر اسے کسریٰ کے پاس بھیجا تھا۔ (حاشیہ بلوغ الارب (اردو ترجمہ) جلد ۳ بحوالہ ابن دُرَید، الاشتقاق، ص ۴۸۵) میرا خیال ہے ناقل نے ولادت کی بجائے غلطی سے بعثت لکھ دیا۔

(۹) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲/۱۶۶، سہیلی، الروض الانف، ۱/۷۲

(۱۰) شرح الشفاء (قاضی عیاض) شہاب الدین الخفاجی جلد ثالث مطبوعہ مصر۔ ''رحمۃ للعالمین'' قاضی سلمان منصور پوری جلد دوم ص ۴۱۱ (مطبوعہ مکتبہ اردو، لاہور) مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص ۳۰۱، پر صرف دو شعر ہیں اور شعر اوّل کا مصرعۂ ثانی یوں ہے۔ رَسُوْلٌ مِنَ اللّٰہِ بَارِیُٔ النَّسَمْ (السیرۃ النبویۃ جز اوّل، ص ۳۸۴)

(۱۱) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲/۲۴۴

(۱۲) سیرۃ النبویہ جز اوّل، ص ۱۰، جذا عُروبہ کو جمعہ کا نام جناب کعب ابن لوئی ہی نے دیا (بلوغ الادب، علامہ شکری آلوسی، ص ۵۴۵، مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ (اردو ترجمہ پیر محمد حسن) کعب ابن لوئی اور آنحضور ﷺ کے درمیان ۵۶۰ سال کا عرصہ تھا۔ کَانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَبْعَثِہٖ (ﷺ) خَمس مِئَۃ وَسِتوُّنَ سَنَۃً صاحب امشاع نے خمس ماۃ وعشرون سنۃ لکھا ہے جو درست معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں کعب کی وفات اور واقعۂ فیل کے درمیان ۵۲۰ کا عرصہ بتایا ہے اور یہی سال حضور ﷺ کی ولادت کا سال ہے۔ لہٰذا بعثت کا عرصہ ۵۶۰ سال بعد درست ہے۔

(۱۳) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲/۲۴۴

(۱۴) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱/۱۳۳

(۱۵) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱/۱۳۴

(۱۶) حضور اکرم ﷺ کے شجرۂ نسب سے واضح ہے کہ آپ ﷺ معد ابن عدنان کی اولاد سے تھے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی (یہی کعب ابن لوئی تھے جو عروبہ (جمعہ) کے دن خطبہ دیا کرتے تھے) بن غالب بن فہر (فہر کا لقب قریش تھا) بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد ابن عدنان آپ ﷺ کے قبیلے کی عظمتوں اور وسعتوں کے پیش نظر کاہنہ نے آسمان کی بلندیوں اور گھنی شاخوں والے درختوں کی قسم کھائی۔ حضور ﷺ کی بعثت سے قبل کئی ایک محمد نام کے لوگ ملتے ہیں۔ ایک تو یہی محمد بن سفیان بن مجاشع التمیمی جو پادری تھے اور قبیلہ بنو تمیم کے تھے۔ قبیلہ بنو سُلیم کی شاخ بنو ذکوان کے ابرہہ کے ہمراہ (اور اس کا ہم مذہب) یمن میں داخل ہونے والا محمد بن خزاعی بن خزانہ کافی مشہور ہوئے۔ ان کے علاوہ محمد جشعی محمد

اسیدی، محمد فقیمی وغیرہ تھے (محمد رسول اللہ ﷺ از محمد رضا مصری مترجمہ محمد عادل قدسی طبع چہارم ۱۹۲۱ء، مطبوعہ تاج کمپنی، ص ۹۲)

(۱۷) محمد رسول اللہ، محمد رضا،سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ(ترجمہ اردو محمد عادل قدسی:ص ۲۹)

(۱۸) در اصل تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو معجزے ان کے زمانے کی ضرورت ہی کے مطابق ملے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا اس وقت جادو گری عام ہونے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی اس وقت حکمت عام ہونے ہی کی وجہ سے ملی، اسی طرح بعض غیبی خبریں بتا دینا حضور اکرم ﷺ کو معجزہ کے طور پر ملا۔ عرب میں کہانت عام تھی اور خود حضور ﷺ کے بارے میں عرب والوں کی معلومات بھی "غیب کی خبریں بتانے والا" سے متعلق تھیں کاہنوں سے سوالات پوچھنے ہی کی عادت نے اصحاب کہف وغیرہ سے متعلق سوالات ان سے کرائے تھے۔ البتہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں ایک لطیف فرق ضرور معلوم ہونا چاہیے۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے معجزات پہلے دکھائے اور لوگ ایمان بعد میں لائے (معجزہ ثبوت نبوت کے طور پر استعمال ہوا) جبکہ حضور ﷺ کے معجزات مثلاً انگلیوں سے نہریں رواں ہو جانا خود مسلمانوں کی ضروریات کے لیے تھا یہ الگ بحث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا اور حضور ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہونے والے چشموں میں کتنا بدیہی فرق تھا۔

(۱۹) الفتح، ۲۹/۴۸

(۲۰) روحِ حق مددگار اور شفیع کے لیے اصل عربی بائیبل مطبوعہ لندن ۱۸۲۱ء، ۱۸۸۴ء میں لفظ "فارقلیط" آیا ہے اردو اناجیل میں بھی اوّل اوّل "فارقلیط" لکھا جاتا تھا۔ بعد میں اس کے معانی مددگار شفیع اور روحِ حق کر دیئے گئے۔ فارقلیط اصل یونانی لفظ پیر کلی طُوس یا پیر کلو کلوس کا معرب ہے جس کے معنی احمد a ہیں۔ برنباس نے لفظ احمد بحال رکھا (انجیل، برنباس، اردو سعادت خلیل بک مطبوعہ ۱۹۲۶ء، ص۱۱، انجیل برنباس اردو ترجمہ پروفیسر بشیر محمود اختر مطبوعہ ۱۹۷۵ء۔

(۲۱) یوحنا باب ۱۴، آیت ۲۶،۲۵: باب ۱۵،آیت ۲۶، باب ۱۲ آیت ۴ تا ۱۴۔

(۲۲) النجم، ۳-۴

(۲۳)"وہ نبی" سے قرآن حکیم کے فرمان ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ

أَبْنَاءَهُمْ﴾ کی تصدیق ہو جاتی ہے یہود و نصاریٰ کے پاس آپ ﷺ کی صورت و سیرت سے متعلق اتنی معلومات تھیں کہ اب صرف ''وہ نبی ﷺ'' (آنحضرت ﷺ، آنحضور ﷺ) کہہ دینا کافی ہوتا تھا جس سے مخاطب سمجھ جاتا کہ اس سے کس شخصیت کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہم آج آنحضور ﷺ سے نبی اکرم ﷺ مراد لینے میں کوئی وقت محسوس نہیں کرتے۔

(۲۴) علی الترتیب لو ما باب ۳، یُوحنّا، باب ۱۴، آیت ۳۵، اعمال باب ۳ آیت ۲۱ تا ۲۳، اشثناء باب ۳۳ آیت ۲، حَبقو باب ۳ آیت ۲، کتاب پیدائش باب ۱۷، آیت ۷، مکاشفہ باب ۱۹ ا، آیت ۱۱ تا ۱۴ مثیل موسیٰ علیہ السلام اور جامع الکمالات نبیّ ﷺ سے مراد صاحب شریعت صاحب کتاب اور صاحب ہجرت جیسے موسیٰ تھے آنحضور ﷺ سے پہلے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی بھی پیغمبر ان صفات سے متصف نہیں ہوا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کو ۴۰ سال کی عمر میں نبوت ملی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مسلم قومیت کی تشکیل کے لیے لق و دق صحرائے سینا بسایا۔ حضور ﷺ نے بھی ملت ابراہیمی (قومیت اسلامی کی حتمی تشکیل) کے لیے مکہ سے یثرب ہجرت فرمائی۔

(۲۵) پوری عبارت یوں ہے۔ خلّومحمدّیم ذہ دُوری وزہ دُوعِی بُنُوتِ یَرَوشلم وہ سراپا ستو وہ صفات ہے یہ ہے میرا محبوب اور یہ ہے میری جان اے یروشلم کے بیٹو! (ماہ نو کراچی سیرۃ رسول نمبر جولائی اگست ۱۹۶۳ء، ص ۴۶)

(۲۶) النبی الخاتم، مناظر احسن گیلانی، اخبار لیڈر الہ آباد ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء

(۲۷) سید الانبیاء، ظہیر احمد تاج شائع کردہ پی ای ایس ایچ سوسائٹی کراچی۔

(۲۸) ذکر حبیب ﷺ، صفت روزہ منزل ہری پور یکم اپریل ۱۹۷۵ء از مولانا محمد اسماعیل ذبیح۔

(۲۹) وَعَن الواقدِي أَنَّهُ كَانَ بِمَكَّةَ يَهُودِيٌّ .يُقَالُ لَهُ يُوْسف (سیرۃ النبویہ، سیرۃ حلبی ص۳۶)۔

(۳۰) سیرۃ النبویہ، ص ۳۵، ۳۶ بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اُمّ المؤمنین) نشر الطیب، مولانا اشرف علی تھانوی فصل ششم روایت ۷۔

(۳۱) سیوطی، الخصائص الکبری، ۱/۱۳۵

(۳۲) محمد، حمد سے اسم مفعول بصیغہ، مبالغہ جس کی حد درجہ تعریف کی جائے۔ احمد حمد سے بصیغہ مبالغہ اسم فاعل حد درجہ حمد بیان کرنے والا ﷺ۔

(۳۳) ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ۳/۸۷

(۳۴) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱/۱۱۱، رحمۃُ للعالمین، سلمان منصور پوری جلد دوم، ص ۹۴

(۳۵) کلام الملوک، مولانا اشرف اعلیٰ تھانوی، ص ۸۱، مطبوعہ تھانہ بھون۔ الاستیعاب، جلد ۳، ۲۶۲ ۷ کتاب ترقیص محمد بن معلی۔ صحابیات علامہ نیاز فتح پوری۔ ۲۱۴۔

(۳۶) سیرۃ النبویہ (سید احمد زینی) میں لکھا ہے کہ جب خواجہ عبد المطلب نے سیف کی تقریر سنی تو فرط جذبات سے سجدے میں گر پڑے سیف نے اٹھا کر پوچھا ''کیا آپ نے کچھ محسوس کیا'' تو خواجہ عبد المطلب نے بتایا ''میں نے اپنے بیٹے عبد اللہ کی شادی قریش کے ایک شریف گھرانے کی لڑکی (آمنہ رضی اللہ عنہا) سے کی۔ اس سے ایک لڑکا ہوا محمد ﷺ مگرعبد اللہ اُس کی پیدائش سے پہلے ہی چل بسا۔ اب میں اور اس کا چچا ابو طالب اس کی پرورش کر رہے ہیں''۔ اس پر سیف نے وہ کلمات کہے جو متن میں درج ہیں۔ سیف نے آپ کو ایک تلوار بھی ہِبّہ کی۔ شاید خواجہ ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ایک قصیدے میں شاہانِ سلف کے ورثے میں ملی ہوئی اسی تلوار کا ذکر ہے۔ وَأَبيَضن عَصنب من تراب المقاول.

(۳۷) سیرۃ النبویہ، ص ۷۷، ۷۸بلوغ الا رب جلد ۲، ص۲۰۸۔ماوردی، اعلام النبوۃ، ص۱۲۴۔۱۲۶، العقد الفرید جلد اوّل،ص ۴۴۔۲۴۲۔

(۳۸) نشر الطیب فی ذکر الحبیب ﷺ، آ ٹھویں فصل روایت ۸، ص۳۵۔

(۳۹) رحمۃ للعالمین ﷺ جلد اول،ص ۴۴ سیرۃ ابن ہشام، جلد اول،ص ۱۹۸، (عربی مطبوعہ مصر ۱۹۵۵ء) اس واقعہ پر ہبیرہ بن ابی وہب المخزومی کے اشعار مشہور ہیں۔

(۴۰) بزرگ ورقہ نے لفظ فتیٰ استعمال کیا ہے یہ ایک صوفیانہ اصطلاح ہے جس سے مراد وہ صوفیاء ہیں جو خانقاہوں میں باقاعدہ تربیت پاتے ہیں۔ بزرگ ورقہ خود بھی خانقاہ نشین تھے۔ دنیا کے جھمیلوں سے پیچھا چھڑا کر گوشہ نشین ہو چکے تھے۔ اسی لیے حضور ﷺ سے ان کی ملاقات ثابت نہیں (سوائے وحی اولیٰ کے واقعہ کے) اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی صفات سن کر ان خیالات کا اظہار کیا۔ (تفصیل کے لیے شاہ علی ہمدانیؒ کا رسالہ فتوۃ مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب دیکھیں)۔

(۴۱) السیرۃ النبویہ، ابن ہشام (عربی) جلد اوّل، ص ۱۹۱، بلوغ الارب، جلد دوم، ص ۲۰۹، سیرۃ حلبی جز اوّل۔

(۴۲) بحوالہ صحیحین عن عائشہ ؓ، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۴، بدء الوحی، بخاری شریف تفسیر سورۃ العلق (باب التفسیر) سیرۃ حلبی جز اوّل، ص ۲۶۶، رحمۃ للعالمین ﷺ جلد اوّل، ص ۴۷ جلد دوم، ص ۱۴۵۔

(۴۳) علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی، السیرۃ الحلبیہ، جز اوّل، ص ۲۶۳، مطبوعہ: الازہر، مصر ۱۳۲۰ھ)، رحمۃ للعالمین ﷺ (سلمان منصور پوری) جلد اوّل، ص ۴۸، بخاری شریف، باب التفسیر۔

(۴۴) اس میں شک نہیں کہ بزرگ ورقہ جلد ہی وفات پا گئے مگر ان کلمات سے ان کے جذبات و احساسات کا اندازہ ہوتا ہے۔ پیغمبر ﷺ کی نبوت پر گواہی دینا کوئی معمولی بات نہیں اور وہ بھی اس وقت جب خود پیغمبر علیہ السلام کو بھی معلوم نہ ہوا ہو کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ بعض نقادوں کا اعتراض ہے ورقہ نے یہ گواہی دی تو ایمان کیوں نہ لایا؟ اس اعتراض میں ان کی اصل نیت اس واقعہ کی حقیقت کو جھٹلانا ہے۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں، ورقہ کس پر ایمان لاتے، خود پیغمبر علیہ السلام کو اس واقعہ سے لاحق شدہ خوف یہ بتاتا ہے کہ حصولِ نبوت سے آگاہ ہی نہ تھے۔ یہ حقیقت خود حضور ﷺ کے زَمِّلُوني زَمِّلُوني اور خدیجہ ؓ کے مَا يخذيكَ اللهُ أَبدًا سے عیاں ہے۔ بدیں سبب امام بخاریؒ نے اپنی کتاب احادیث (بخاری شریف) میں ورقہ ؓ کو واضح طور پر پہلے صحابی ؓ کی حیثیت سے یاد کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ورقہ ؓ کی برائی سے منع فرمایا ہے اور انہیں ؓ جنت میں دیکھا ہے۔ سیرۃ النبویہ اور اکثر کُتبِ سیرت میں یہی کچھ مذکور ہے۔ وَلَمَّا تُوُفِّيَ وَرَقَة ؓ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَقَدْ رَأَيتُ الْقسِ (ورقہ) فِي الجَنَّةِ وَعَلَيْهِ ثيابُ الحَرِيْر، وَفِي روايةٍ لَا تَسبُّوا الورقة فَإِنِّي رَأَيْتُ لَهُ جنَّةً لِأَنَّهُ آمَنَ بِي وَصَدَّقَنِيْ جب ورقہ ؓ وفات پا گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا میں نے قسِ (ورقہ ؓ) کو لباس حریر پہنے جنت میں دیکھا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: ورقہ ؓ کو برا بھلا نہ کہو میں نے اس کے لیے جنت دیکھی ہے اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی (ؓ) سیرۃ النبویہ میں (سید احمد زینی مفتی مکہ) نے لکھا ہے: إِنَّهُ أَوَّلُ صِحَابَةٍ كَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا يَقْرَءُ الْكِتَابَ وَيَعْرِفُ الْعِبْرَانِيَّةَ قَالَ (رُسُولُ الله ﷺ) لَا تَسُبُّوا وَرَقَةَ وہ (ورقہ) پہلے صحابی ؓ ہیں۔ وہ ایک بہت بزرگ انسان تھے۔ کتاب (انجیل) پڑھی تھی اور عبرانی جانتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ورقہ ؓ کو برا بھلا مت کہو۔

(۴۵) صاحب القرآن سے میری مراد حاملِ القرآن ہی ہے، صاحب القرآن میں جو ایک گونہ ادب ملحوظ رہتا ہے اور جو گہرائی ہے، وہ حامل القرُآن میں نہیں اس لیے یہ ترکیب پسندِ خاطر ٹھہری۔ اس سے کسی خلط مبحث میں نہ پڑنا چاہیے۔ (شاکر)۔

تیسرا باب

صاحب القرآن فی القرآن

فصل اوّل

قرآن اور مقامِ مصطفیٰ ﷺ

پوری انسانی تاریخ کے اس سرسری مطالعے اور ما قبل بعثت آسمانی کتابوں، الہامی صحیفوں اور کُہّان و اَحبار کی مدلّل پیش گوئیوں اور وصف آرائیوں کے حوالے سے محدود آگاہی پانے کے بعد بھی ہمیں یہ دعویٰ کرنے میں ہرگز کوئی دشواری نظر نہیں آتی کہ آج تک نعتیہ ادب کے بہارستانوں میں دنیا بھر کے سخنورانِ خوش نوا نے عشق و محبت کے بربط پر فکر و فن کے جو گیت بکھیرے ان کی بنیاد محض شخصی عقیدت مندی یا مذہبی لگاؤ کے سُر نہ تھے حقیقت کا رس تھا۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب، حضور ﷺ کی زندگی خود حضور ﷺ کی سیرت اور خلقِ عظیم کی زندہ بُرہان ہے۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں و بیاں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات سراپا ستودہ صفات تھی۔ آپ ﷺ کے پیروکاروں ہی نے آپ ﷺ کی عظمت و شرف کے گیت نہیں گائے۔ بلکہ قبل از ظہورِ قدسی بھی آپ ﷺ کو ایسا ہی سمجھا، جانا اور پہچانا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قدوسی جماعت نے آپ ﷺ پر ایسا ہی پایا اور مانا جیسے کہ سنا اور آپ ﷺ کے نام لیوا آج بھی آپ ﷺ پر ایسا ہی ایمان و ایقان رکھتے ہیں۔ کل اگر اصحاب رضی اللہ عنہم رسول ﷺ شمعِ رسالت ﷺ پر تن من دھن سب کچھ نثار کر دینے کو عینِ سعادت اور حقِ اطاعت سمجھتے تھے۔ تو آج بھی دنیا بھر کے مسلمان عہدِ نبوت سے دُوری کے باوجود بلا تمیزِ رنگ و نسل اور قوم و وطن آپ ﷺ ہی کے اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ اور آپ ﷺ ہی کی ذاتِ ستودہ صفات کو مرکزِ ملت سمجھتے ہیں۔ محبت و فرقت کی آگ میں جلتے تڑپتے ہیں تو رضائے یار

ﷺ کی پیاس اور شربت دیدار کی آس میں جیتے ہیں کہ ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ الخ﴾ کا فرمان اب بھی جاری ہے۔ جذبہ و جوش اور محبت و عقیدت کی یہ لگن، یہ گرمیاں اور سرشاریاں انہیں احکامات الٰہی اور خود تعلیمات رسالت پناہی کی پیدا کردہ ہیں اور نعتِ رسول مقبول ﷺ میں انہی کا بیان عشق و اطاعت کے پیرائے میں ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں توحید کی جو تعلیم دی گئی ہے۔ اس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب کہ یہی مقصدِ رسالت ﷺ اور مدعائے نزولِ قرآن تھا۔ مگر اطاعت رسول ﷺ اور حبِ محبوب ﷺ کے سلسلے میں جس شد و مد سے خطبے دیئے گئے ہیں، اتنا زور توحید کی تعلیم پر بھی نظر نہیں آتا کیوں کہ اسلامی معاشرے کے استحکام اور اسلامی ضابطہ حیات کے دوام کے لیے مرکزِ ملت سے استواری از بس لازمی ہے۔ اس ضمن میں اتنا ہی معلوم ہو جانا کافی ہے کہ حضور ﷺ پر جو دوسری وحی اتری اس کا مضمون ہی نعت رسول ﷺ تھا۔ پہلی وحی رب کی حمد و ثناء میں تھی ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الخ﴾ دوسری وحی اُس کے رسول ﷺ و حبیب ﷺ اور مثالی انسان اور عبدہ کی مدح میں ہے جو ایک طرف آپ ﷺ کی تسلی و تشفی کے اہتمام میں ہے تو دوسری جانب آپ ﷺ کے خُلقِ عظیم اور خلق کریم کی سند مہیا کرتی ہے۔

﴿ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ○ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ○ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ○ وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ○ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ○ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ﴾(۱)(۲)

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں آپ ﷺ اپنے رب کے فضل و کرم سے ہرگز مجنون نہیں۔ بلا شبہ آپ ﷺ کو کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ملے گا۔ آپ ﷺ تو اخلاقِ حسنہ کی معراج پر ہیں۔ پس (ذرا صبر کیجئے) آپ ﷺ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ دماغ کس

کا چل گیا تھا۔ آپ ﷺ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں بھٹک گیا ہے اور کون راہِ ہدایت پر گامزان ہے۔

گویا پہلی اور دوسری وحی میں نبوت کے فرائض اور حقوق بیان کر دیئے گئے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ کے سارے تقاضے سمجھا دیئے گئے۔ ﴿اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾ کا حق پورا نہیں ہو سکتا جب تک ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾(۳) کو مشعل راہ نہ بنایا جائے۔

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾(۴).

اور جو شخص امر حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا اور اہل ایمان کی راہ چھوڑ دے گا ہم بھی اسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور واصل جہنم کر دیں گے۔ اور یاد رکھو وہ جہنم بد ترین جگہ ہے۔

اس لیے کہ ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ﴾(۵) جس نے الرسول ﷺ کی اطاعت کی پس اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اللہ تعالےٰ کی محبت کا دعوےٰ بے معنیٰ ہے، جب تک رسول ﷺ کا اتباع نہ ہو گا۔

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ﴾(۶)

آپ ﷺ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا (رسول ﷺ کا) اتباع کرو۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا دے گا۔

در اصل قرآنی تعلیمات کی روح اطاعت رسول ﷺ ہی سے روحوں میں رچ بس

سکتی تھی۔ یہی تو وہ واسطہ ہے جس کے ذریعے انسانوں نے جبریل علیہ السلام و خدا اور قرآن و الہٰ سے آگاہی حاصل کی اسی واسطے نے تو ہمیں عبد و معبود اور بندہ و مولا کے باہمی رشتے اور وحدت و رسالت کے اصولوں سے آگاہ کیا۔ اسی میں خامی رہ جاتی تو وحی و رسالت کا مفہوم بھی ناقص رہ جاتا۔

محمد کی اطاعت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں رہ گئی خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

جہاں قرآن پاک کا ایک معتد بہ حصہ بذاتہٖ حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار (خُلقِ عظیم) اور شانِ رسالت کے ساتھ ساتھ تکمیلِ بشریت عبدیت کا آئینہ دار ہے، وہاں اہلِ ایمان کے لیے ﴿إِنَّ اللہَ وَمَلَائِکَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(۷) (۸) کا واضح حکم بھی رکھتا ہے۔ الحمد سے لے کر وَالنّاس تک جہاں کہیں آپ ﷺ کی عبودیت و رسالت کو شَهِيْدًا، شَاهِدًا، مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا(۹) کے لافانی خطابات سے نواز گیا ہے وہاں آپ کی شانِ صداقت و امانت کو دَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ(۱۰) (۱۱) اور ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾(۱۲) (۱۳) کے بلیغ الفاظ میں خراج بھی پیش کیا گیا اور آپ ﷺ کی صداقت و امانت کی تصدیق کی گئی۔ آپ ﷺ دنیا والوں کو کفر و ضلالت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان و ایقان کی روشنی عطا کرنے آئے تھے۔ اس لیے قرآن حکیم آپ ﷺ کو سِرَاجًا مُنِيرًا۔ روشن چراغ کہہ کہ پکارتا ہے۔ ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾(۱۴) میں جن مفسرین نے نور سے آنحضرت ﷺ کی ذات رسالت مراد لی ہے وہ بے جا تاویل و تفسیر نہیں۔ بلا شبہ آپ ﷺ سراپا نورِ ہدایت تھے۔ آپ ﷺ چرند، پرند جمادات و نباتات غرض تمام کائنات کے لیے رافت و رحمت کا پیغام بن کر آئے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾(۱۵) آپ ﷺ کی شانِ رسالت ﴿مَا عَلَى

الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ﴾[۱۶] [۱۷] کو ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾[۱۸] کی سند فضیلت عطا کی۔ (یہاں یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ اسی وجہ سے تو آپ ﷺ نے حضرت انس ؓ کو أأنتَ الَّذِي تَهْدِي مَعْدًا لدينها پر ٹوک کر فرمایا تھا بَلِ اللّٰهُ يَهْدِيْهَا–اِلَّا الْبَلَاغ اور وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى کا یہی تقاضا تھا۔ جسے خود حضور ﷺ نے پورا فرمایا کسی کو ہدایت دنیا صرف اللہ تعالےٰ کا ذاتی و اختیاری فعل ہے ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَى مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا﴾[۱۹] آپ ﷺ کی عبادت گزاری اور اطاعت و بندگی کو ﴿قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا﴾[۲۰] کے اندازِ محبوبی سے سراہا گیا تو ساتھ ہی ﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾[۲۱] کی بشارت بھی عطا کر دی گئی۔ کہ شکر گزار بندوں کا یہی صلہ ہے آپ ﷺ کے بے کنار ایثار اور بے شمار قربانیوں کی جزا ایک طرف وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ[۲۲] کی صورت میں دیتے ہوئے عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا[۲۳] کی خوشخبری اور دوسری طرف خَاتَمَ النَّبِيِّينَ کے مرتبۂ لا یزالی پر فائز فرماتے ہوئے۔ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي[۲۴] کے اعلان کے ساتھ آپ ﷺ کے مراتب و مناصب کی روز افزونی کی نوید بھی سنائی گئی وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى[۲۵] بلکہ ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾[۲۶] کہہ کر تو وہ سب کچھ کہہ دیا گیا جو کہا جا سکتا تھا اور یوں وحیِ ثانی کا وعدہ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ پورا کر دیا گیا۔ قرآن حکیم نے جہاں آپ ﷺ کو ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى. فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾[۲۷] کے مقام بلند پر دکھانا چاہا ہے۔ وہاں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى[۲۸] مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى[۲۹] سے آپ ﷺ کی صلاحیت و شخصیت اور خدا داد اہلیت جتاتے ہوئے داستان راز و نیاز کی تفصیل کو کمال محبت و اعتماد سے ﴿فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾[۳۰] کہہ کر ٹال دیا۔ جہاں ﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾[۳۱] کہا وہاں اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ[۳۲] کا اعلان کرتے ہوئے بھی دکھایا (جو برادران یوسف ؑ کے لیے یُوسف ؑ کے اعلان لَا تَثْرِيبَ

عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ[۳۳] سے کہیں بلند آہنگ ہے کہ یہ اعلان کنویں میں پھینکنے والوں کے لیے نہیں شفیق و عزیز چچا امیر حمزہ ؓ کا کلیجہ چبانے والوں کے لیے تھا)۔ ابو لہب اور اس کے ہم خیال عاص بن وائل وغیرہم کی طنز بازیوں اور دشنام طرازیوں کا مسکت جواب نہ صرف ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾[۳۴] کہہ کر دیا بلکہ کوثر کے حوالے سے ﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا﴾[۳۵] کی نوید برحق سے ہمت بھی بڑھائی (آج دنیا دیکھتی ہے کہ دنیا کا کوئی حصہ نہ ہو گا جہاں محمد ﷺ کا نام لیوا نہ ہو)۔ جہاں اہل ایمان کو ﴿صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا﴾[۳۶] کا حکم ملا وہاں ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾[۳۷] کی تنبیہ بھی فرمائی (اس انتہا ہی حکم کا مفہوم ذہن میں رکھتے ہوئے ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ﴾[۳۸] پر غور کیجئے۔ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ کون قرار پاتا ہے۔ذرا میثاق مدینہ کی ان شقوں پر بھی نظر رکھے جو اس دستور العمل کے ماننے والوں سے تقاضا کرتی ہیں کہ ان کے باہمی تنازعات اللہ اور محمد ﷺ کے فیصلوں کے مطابق طے ہوں گے) اور مفسرین کا اس ضمن میں مقصد نزول قرآن سے اغماض بھی دیکھیں خدائے رحیم و کریم نے جب نبی اکرم ﷺ کی ذات با برکات کو لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ[۳۹] کہہ کر اپنا احسان عظیم قرار دیا تو ساتھ ہی وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا[۴۰] کا حکم دے کر مسلمانوں سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ اپنی مرضی کو رسول اکرم ﷺ کی رضا کے تابع کر دیں جہاں حضور ﷺ خاصۂ خاصان رسل نے مومنوں کے لیے لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ[۴۱] کہہ کر اپنی محبت کو ایمان کی بنیاد قرار دیا اور حلاوتِ ایمان کے لیے عشق خداوندی کے ساتھ حبِ رسول ﷺ کی شرط لگائی (أَنْ يَّكُونَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا) وہاں قرآن کریم نے ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾(۴۲) کہہ کر خود اللہ کی محبت اور بندگی کا معیار بھی رسول اکرم ﷺ کی محبت و اطاعت کو قرار دے دیا۔ رسالتمآب ﷺ سے فرمایا گیا۔ إِنَّمَا جَعَلْتُ ذِكْرَكَ ذِكْرِي(۴۳) یہی نہیں بلکہ حکم ہوا ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ﴾(۴۴) اگر ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(۴۵) کا اعلان ہوا تو ساتھ ہی آپ ﷺ کو ﴿إِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ کی لا یزالی بلندیوں پر جلوہ افروز دکھایا بھی گیا۔

غرض تیس ۳۰ پارے قرآن حکیم کی آیات میں تدبر کرنے والے ہر آیت کو كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ(۴۶) کی تائید کرتا ہوا پاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پورا قرآن رسول اکرم ﷺ کی نعت ہے۔ کس کس خوبی کی مثال دیں۔ نہ آپ ﷺ کی صفات کا شمار ممکن ہے، نہ قرآن حکیم کا احاطہ ممکن۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مُستسقی و دریا ہم چناں باقی

فصل دوم

صحابہ کرام ﷡ اور حبِّ رسول ﷺ

ایک طرف حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی، آپ ﷺ کی تعلیمات آپ ﷺ کا خلق عظیم امت کے لیے بے پناہ درد، مصائب کے لیے لاجواب صبر و استقامت اور کائنات کے لیے رحمت و رافت کا مثالی کردار اور اپنے رب کے حضور ایک شکر گزار بندے کی طرح سر بسجود رہنا یہاں تک کہ دیکھنے والے کو یہ احساس ہونے لگے کہ یہ سجدہ کبھی ختم نہ ہو گا۔ قیام ہو تو پائے اقدس پر ورم آ جائے اور خود معبود حقیقی کی طرف سے ﴿قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ کا فرمان محبوبی آئے۔ دوسری طرف قرآن حکیم حب الٰہی کے لیے اطاعت رسول ﷺ اور حُبّ حبیب کو بنیادی شرط قرار دے تو حضرات صحابہ ﷡ کے رگ و پے میں آقائے نامدار کی محبت، خون کی طرح دوڑ رہی تھی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس محبت کا رنگ کیا تھا اور اس کا اظہار کس ڈھنگ سے ہوا؟ اس باب کی وسعت سیرتِ رسول کے طالب علموں سے پوشیدہ نہیں۔ حصول مقصد کی خاطر صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ واقعات زبان زد عام ہیں، اتنے مشہور کہ ان کی سند یا حوالے کی چنداں ضرورت نہیں۔ بخاری و مسلم، طبقات ابن سعد، اسدُ الغا بہ، حکایات صحا بہ ﷡، حیات صحابہ ﷡، روشنی کے مینار صحابہ و صحابیات ﷡ اور رحمۃ للعالمین ﷺ جیسی کتابوں ہی سے یہ چند واقعات بطور مشتے از خروارے لے کر درج کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سچے عشاق رسول ﷺ سے راضی ہو گیا۔ ہمیں بھی انہی کی صف میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت انس ؓ بن مالک کی والدہ ام سلیم ؓ (بنت ملحان) آپ ﷺ کے پسینے کی بُوندیں جمع کر کے نہایت احتیاط سے شیشی میں رکھتی تھیں حضور ﷺ نے پوچھا تو کہنے لگیں:

هَذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِي طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ.(۴۷)

یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے، اسے عطر میں ملاؤں گی، یہ تو بہترین عطر ہے۔

ربع بنت معوذ ؓ سے کسی نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کے متعلق پوچھا، بو لیں:

لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً.

(تو اگر آپ ﷺ کو دیکھتا تو سمجھتا سورج طلوع ہو گیا ہے)۔

حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ؓ نے نبی اکرم ﷺ کو چاندنی میں حُلَّۂ حمراء اوڑھے دیکھا۔ کہتے ہیں ”میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا، کبھی آپ ﷺ کے چہرہ انور کی طرف۔ میں نے دیکھا آپ ﷺ چاند سے زیادہ خوشنما ہیں“۔

فَإِذْ هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ،(۴۸) يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةُ الْبَدْرِ، كَأَنَّ وَجْهَهُ الْقَمَرُ.(۴۹)

آپ ﷺ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھا۔ گویا آپ ﷺ کا روئے تاباں پورا چاند ہو۔

یہ ہے، وہ عشقِ رسول جس کی نہ مثال ملتی ہے نہ گمان میں آ سکتا ہے۔ اسی عشقِ صادق کی وجہ سے صحابۂ کرام ؓ آپ ﷺ کے اتباع اور تعمیل ارشاد میں نہ صرف کڑی سے کڑی مشکل خندہ پیشانی سے جھیل جاتے تھے، بلکہ اس میں انہیں ؓ راحت محسوس ہوتی۔ ریت پر گھسیٹے جا رہے ہوں، سینے پر تپتی سلیں رکھی جا رہی ہوں، گھوڑے کے پیچھے باندھ کر گھسیٹے جا رہا ہوں کہ سولی پر کھینچے جا رہے ہوں سب کچھ منظور مگر یہ ناقابل برداشت کہ حضور ﷺ کے پائے مبارک میں کانٹا چبھے، عمرو ابن طفیل کی غداری

سے بے یار و مددگار دیار غیر میں ذبح کر دیئے جائیں تو بھی حرفِ شکایت لب پر نہ آنے پائے بلکہ خونِ گرم چہرے پر مل کر پکارتے رہیں فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ(۵۰) (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) غزوۂ احد میں باپ بھائی خاوند کی شہادت کی خبر ملے مگر حضور ﷺ کو سلامت دیکھے تو چہرہ کھِل اٹھے اور بنو دینار کی ہند ؓ پکار اٹھے: کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ یا رسول اللہ ﷺ(۵۱) آپ ﷺ سلامت ہیں تو سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ اللہ اللہ یہ حوصلے یہ محبت یہ اتباع دیکھنے کا مقام ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضور ﷺ نے عثمانِ ذو النورین ؓ کو مکہ روانہ کر دیا گیا۔ حج کا زمانہ تھا قریش نے اصرار کیا تم تو بَیتُ اللہ کا طواف کر لو۔ مگر عثمانِ با حیا ؓ نے حضور ﷺ کے بغیر طوافِ کعبہ کے شرف کے حصول سے بھی انکار کر دیا۔ سبحان اللہ عشق بن یہ ادب نہیں آتا۔ اس کے بعد اگر آپ ﷺ عثمان ؓ پر اتنا اعتماد رکھیں کہ اپنے دست مبارک کو عثمان ؓ کا ہاتھ قرار دے کر فرمائیں "دیکھو یہ عثمان ؓ کا ہاتھ ہے۔ بیعت عامہ میں شامل ہو رہا ہے" تو تعجب کا کیا مقام۔

غزوہ تبوک سخت گرمی میں پیش آیا۔ حضرت خثیمہ ؓ بوجوہ آپ ﷺ کی رفاقت سے محروم رہے۔ ایک دن گھر تشریف لائے، گھر والوں نے بالا خانے میں چھڑکاؤ کر کے ٹھنڈا پانی اور عمدہ کھانا تیار کر رکھا تھا، یہ سب سامانِ راحت دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ "رسول اللہ ﷺ تو اس شدید گرمی اور لُو میں کھلے میدان میں ہوں اور میں ٹھنڈے پانی اور عمدہ غذا سے لطف اٹھاؤں، خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا"۔اُٹھے اور زاد راہ لے کر تبوک کی طرف روانہ ہو گئے۔

اسی غزوہ میں حضرت کعب ابن مالک ؓ کی عدم شرکت کی وجہ سے حضور ﷺ نے آپ ؓ سے قطع تعلق (سوشل بائیکاٹ) کا حکم دیا تھا۔ حتیٰ کہ زوجہ سے بھی قطع تعلق کی نوبت آئی۔ پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ اسے طلاق دے دوں؟" ارشاد ہوا "نہیں عارضی جدائی مطلوب ہے"۔ اسی دن اس کو میکے بھجوا دیا۔ اسے کہتے ہیں عشقِ رسول

ﷺ۔ جو محبت مطیع نہ کر دے وہ کیسی محبت ہے"۔ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ۔

حضرت عروہ بن مسعود بن رضی اللہ عنہ (قبول اسلام سے قبل ۹ھ میں) اہل مکہ کی طرف سے فرائضِ سفارت انجام دے کر لوٹے تو قریش کو بتایا۔ میں قیصر و کسریٰ کے دربار دیکھ چکا ہوں اور ان کا جاہ و جلال بھی، مگر جس طرح رسول اللہ ﷺ کی عظمت آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے دلوں میں جا گزیں دیکھی ہے اور کہیں دیکھی نہ سنی۔ آپ ﷺ تھوکتے ہیں تو وہ لعابِ پاک کو منہ پر ملتے ہیں۔ آپ ﷺ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کی کوشش میں یوں لگتا ہے جیسے ابھی آپس میں لڑ پڑیں گے۔آپ ﷺ بات کرتے ہیں، تو سب بے جس و حرکت سر جھکائے انتہائی ادب اور تعظیم سے سنتے ہیں۔

حضور ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے اور حیاتِ ابدی کا لباس زیب تن فرمانے کے بعد ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن زید کی بینائی جاتی رہی۔ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اپنے رفیق سے اظہار ہمدردی کرنے آتے تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے "تم اظہار افسوس کرتے ہو یہ تو مبارکبادی کا مقام ہے۔ یہ آنکھیں اگر اب رسول اکرم ﷺ کو نہیں دیکھ سکتیں تو ان کی بینائی کس کام کی"۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن زید کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ آپ اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے کہ حضور ﷺ کے وصال کی خبر آپ تک پہنچی۔ وہیں بارگاہ خداوندی میں ملتجی ہوئے اَللّٰھُمَّ، أَذْهِبْ بَصَرِيْ حَتّٰى لَا أَرَى بَعْدَ حَبِيْبِي مُحَمَّدٌ أَحَدًا۔ اے میرے رب میری آنکھوں کی بینائی ختم کر دے تا کہ میں اپنے حبیب محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں۔ روایات میں ہے کہ اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرما لی اور یہ عاشق رسول ﷺ ظاہری بینائی سے محروم ہو گئے لیکن من کی دنیا اجالوں سے بھر گئی۔(۵۲)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خلیفۃ المسلمین) کی فرمائشِ سخن پر ایسا ہی جواب دیا "جب سے کلام اللہ پڑھا ہے شعر کہنا ترک کر دیا ہے"۔ یہ تھا عشق رسول

ﷺ کلام اللہ کی بجائے شعر سے دین کے حوالے لانے والوں کے لیے مقامِ عبرت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایامِ خلافت میں ایک رات گشت کرنے نکلے تا کہ عوام کے حالات معلوم کر سکیں (مسلمان حکمران کی یہی پہچان ہونی چاہیے۔ اسی لیے تو دنیا ان سے ڈرتی تھی جو اپنے عوام سے ڈرتے ہیں دنیا ان کو ڈراتی ہے) ایک گھر سے رو رو کر گانے کی آواز آ رہی تھی۔

عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَاةُ الْأَبْرَارِ

صَلَّى عَلَيْهِ الطَّيِّبُونَ الْأَخْيارِ

قَدْ كُنْتَ قَوَّامًا بَكَا الْأَسْحَارِ

يَالَيْتَ شِعْرِي وَالْمَنَايا أَطْوَارِ

هَلْ تَجْمَعُنِي وَحَبِيْبِي الدَّارِ (۵۳)

حضرت محمد ﷺ پر بھلے لوگوں کا سلام وصلوٰۃ۔ آپ ﷺ پر سارے پاکباز اور برگزیدہ سلام بھیجتے ہیں۔ ساری رات جاگنا اور سحر گاہ آہ و زاری کرنا، موت کے مختلف انداز ہوتے ہیں۔ کاش میں جان لیتی کہ مجھے اور میرے محبوب (محمد مصطفیٰ ﷺ) کو کوئی گھر یکجا کر دے گا)۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھ کر رونے لگے اور پھر کئی دن تک صاحب فراش رہے۔ بعض روایات میں ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ هَلْ تَجْمَعُنِي وَحَبِيْبِيَ الدَّار، پر تڑپ کر پکار اٹھے: وعمر، فاغفر له (اور عمر، خدایا اس کو بخش دے)۔

حضور نبی کریم ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انہیں غلاموں کی سرکردگی میں جہاد کرتے دیکھتے ہیں کہ یہ غلام حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ان پر امیر مقرر کیے گئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان اِسْمَعُوا وَأَطِيْعُوا أَوْ إِن

اسْتَعْمَلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبشِيٌّ كَانَ رَأسُهُ زَبِيْبَةٌ مَا أَقَامَ فِيْكُمْ كِتَابُ اللهِ(۵۴) اسی اطاعت کا تقاضا کرتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے مقرر کردہ امیر کی اطاعت فی الحقیقت حضور ﷺ ہی کی اطاعت تھی مَنْ أَطَاعَنِى فَقَدْ أطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِى فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الأَمْيرَ فقد أطاعنی ومن يَعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِى(۵۵) ان احادیث میں بالکل واضح ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے مقرر کردہ امراء کی بات ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے سالارِ لشکر رہنے پر اس لیے اصرار کیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے مقرر کردہ تھے۔ انہیں اس منصب سے ہٹانا معصیتِ رسول ﷺ ہوتی۔(۵۶) یہی نہیں ہم عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جیسے صاحب جاہ و جلال امیر سے جب "بلال رضی اللہ عنہ سیدنا و مولیٰ سیدنا سنتے ہیں تو عشقِ رسول ﷺ اور آداب محبت کا صحیح معیار سمجھ میں آ جاتا ہے۔ دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جہاد میں شرکت کی تمنا ظاہر کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

> اس بڑھاپے میں مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ خدا کا واسطہ مجھے جدائی کا داغ نہ دو۔

ایک عاشقِ رسول ﷺ کا دوسرے عاشقِ صادق سے بلا تمیزِ رنگ و نسل حسَب و نسَب، پیار ہی کا تعلق ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینا بند کر دیا تھا۔ ایک دفعہ اذان دینے پر مجبور کر دیئے گئے مؤذنِ رسول ﷺ کی اذان سن کر پورا شہر ماتم کدہ بن گیا حضور اکرم ﷺ کا دور آنکھوں میں پھر گیا، حتیٰ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تو ہچکی بندھ گئی۔

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بُوئے دوست

یہ سب کچھ کیا تھا؟ حضور ﷺ کی محبت ہی تو تھی۔ کیوں نہ ہوتی۔ خدا کی قسم حضور ﷺ کی شخصیت تھی ہی ایسی۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مدتوں کے بچھڑے والد

اور چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور حضور ﷺ کی غلامی میں رہنا قبول کر لیا تو اس کی کوئی وجہ بھی تھی اور وہ بھی اس زمانہ میں جب آپ ﷺ ابھی مسند رسالت پر جلوہ افروز بھی نہ ہوئے تھے (مراد یہ کہ ابھی اعلان نبوت نہ ہوا تھا۔ ورنہ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے۔ نبوت کی تقسیم بھی روز میثاق میں ہو چکی تھی۔ ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيّينَ..... الخ﴾

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حضورِ اکرم ﷺ سے مثالی محبت اور اس کے زیر اثر آپ ﷺ کی مثالی اطاعت کی تصویر کشی اِن چند واقعات سے بھی ہو جاتی ہے۔ جن کی زندگی کا عملی پہلو یہ تھا ان کی شاعری کا کیا رنگ ہو گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی، آپ ﷺ سے اُن کا عشق اور دینِ خدا کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانی مالی قربانیاں اگر نمونہ ہیں تو ان کی شاعری اور نعت کو بھی نمونہ ہونا چاہیے۔ دنیا جانتی ہے اپنوں کو یقین ہے اور غیروں نے اِسے تسلیم کیا ہے کہ حُبِ حبیب ﷺ کے یہ دیوانے اور شمعِ رسالت کے یہ پروانے اپنے قول و عمل کی یک رنگی سے محبت وطاعت کا وہ معیار قائم کر گئے جس کی طرف شاعر نے اشارہ کیا۔

إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعٌ

امتِ مسلمہ کا عشقِ رسول ﷺ اور نعتِ رسول ﷺ ہر دو اُسی نمونہ اور معیار کے مطابق ہونے چاہئیں۔ کردار کی ایک ہلکی سی جھلک تو ہم دیکھ چکے۔ آیئے اب گفتار کی باتیں کریں۔

حواشی باب سوم

(۱) القلم، ۶۸/۱-۶۔
(۲) ”مجنون“ سے عربوں کی مراد وہ شاعر یا دیوانہ حال ہوتا تھا جس پر جن کا سایہ پڑ جائے وہ شاعروں کے ساتھ بھی ایک جن کا ہونا لازمی سمجھتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد کے حوالے سے انھوں نے آپ ﷺ کو بھی مجنون یا شاعر مجنون کہا۔ قرآن حکیم نے اس تصور ہی کی نفی کر دی۔
(۳) القلم: ۴
(۴) النساء، ۴/۱۱۵
(۵) النساء، ۴/۸۰
(۶) آل عمران، ۳/۳۱
(۷) الأحزاب: ۵۶
(۸) آیات قرآنی کا ترجمہ حاشیہ میں صرف اس لیے کیا گیا ہے کہ مضمون کے تسلسل میں حرج نہ پڑے ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے اہل ایمان والو تم بھی آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرو۔
(۹) گواہ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔ (احزاب پ۱۶ع ۳)
(۱۰) الاحزاب، ۳۳/۴۶
(۱۱) اللہ تعالیٰ کے حکم پر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا۔ (الاحزاب ع ۶)
(۱۲) النجم، ۳-۴
(۱۳) اپنی خواہشِ نفسانی کے مطابق بات نہیں کرتے بلکہ وہ خالصتاً وحیِ ربانی بیان کرتے ہیں جو آپ ﷺ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ (النجم ع ۱)
(۱۴) المائدۃ، ۵/۱۵
(۱۵) الانبیاء، ۲۱/۱۰۷
(۱۶) المائدۃ: ۹۹

(۱۷) (انبیاء ع۷) رسول اکرم ﷺ کا فریضہ صرف تبلیغ (اچھی طرح سمجھانا) ہے۔
(۱۸) (النجم ع ۵پ۲۷) پیغمبر کی ہر بات وحی اِلٰہی کے تابع ہوتی ہے۔
(۱۹) النور: ۲۱
(۲۰) (مزمل آیت ۲) قیام اللیل میں کمی کیجئے۔ یہ بالواسطہ اُمتِ محمدیہ کیلیے اعتدال کی تعلیم بھی ہے۔
(۲۱) (الغاشیہ آیت ۲) ان آیات کریمہ میں ﴿إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ الخ﴾ ایک مبلغ دین، دینی و قومی رہنما کی خصوصیات بیان کی گیئں ہیں۔ علامہ اقبال کے ہاں جو خودی کے تین تربیتی مدارج ہیں انُ کا ماخذ یہی آیات ہیں یہاں چار مدارج ہیں اونٹ کی طرح جُہدِ مسلسل، آسمانوں کی طرح ارفع و اعلیٰ مقاصد، پہاڑوں کی طرح مستقل مزاجی، زمین کی طرح انکساری پھر منزلیں قدموں میں، یہی مفہوم ہے اقبال کے نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز کا۔
(۲۲) (الم نشرح آیت ۴،) ہم نے آپ ﷺ کا ذکر آپ ﷺ کے لیے بلند کر دیا (کوثر آیت ۱) ہم نے آپ ﷺ کو کوثر عطا کیا۔
(۲۳) (بنی اسرائیل پ۱۵ ع۹) قریب ہے آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز کر دے۔
(۲۴)(المائدہ ع۱) میں نے آپ ﷺ پر اپنی نعمت (نزولِ وحی) تمام کر دی۔ اب کسی شخص کا خدا سے بالواسطہ یا بلا واسطہ (بحیثیت مامور منّ َ اللہ) رابطے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ آخری مامور منّ َ اللہ ہیں۔
(۲۵) (الضحیٰ آیت ۴) آپ ﷺ کا ہر مستقبل ماضی سے شاندار ہے۔
(۲۶) (الضحیٰ آیت ۵) اللہ آپ ﷺ کو اتنا دے گا کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے۔
(۲۷) (النجم آیت ۸، ۹) فاصلے کم ہوتے گئے حتیٰ کہ نصف قوس یا اس سے بھی کم۔
(۲۸) (النجم آیت ۱۷) آپ ﷺ کی نگاہ نہ ہٹی نہ بڑھی۔
(۲۹) (النجم آیت ۲) یہ تمہارے ساتھی (اس عالم میں بھی) نہ راہ سے بھٹکے نہ غلط سوچ میں مبتلا ہوئے۔
(۳۰) (النجم آیت ۱۰) پس کہا جو کہنا تھا۔ (بذریعہ وحی)
(۳۱) (التوبہ ع ۱۶ آیت۱۲۸) وہ حریص ہیں تمہارے اوپراوراہل ایمان پرتو بڑے ہی شفیق و

مہربان۔

(۳۲) جاؤ تم سب کے سب رہا ہو (ابنِ ہشام عربی جلد دوم ص ۴۱۲، اُردو جلد دوم ص ۴۷۸)۔

(۳۳) آج کسی پر کوئی سختی نہیں۔ (یوسف)

(۳۴) (الکوثر آیت ۳) آپ ﷺ کا دشمن دُم کٹا ہے۔

(۳۵) (النصر آیت ۲) اور آپ ﷺ دیکھ لیں گے کہ لوگ دینِ خدامیں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

(۳۶) آپ پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام کہ جیسا سلام بھیجنے کا حق ہے (انتہائی احترام و تسلیمات کے ساتھ)۔

(۳۷) (النساء ع ۹ آیت ۶۵) قسم ہے آپ ﷺ کے پروردگار کی کہ انہیں ایمان نصیب نہ ہوگا جب تک کہ وہ آپس کے جھگڑوں میں آپ ﷺسے فیصلہ نہ کروائیں اور پھر آپ ﷺ کے فیصلوں کو کُھلے دل سے قبول نہ کر لیں۔ یہ میثاقِ مدینہ کی شِقوں کی توثیقی آیت ہے۔

(۳۸) النساء، ۵۹/۴

(۳۹) (آلِ عمران ع ۱۷، آیت ۱۶۴) اللہ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا کہ اُن کے اپنے درمیان سے ایک رسول ﷺ (اُن کے لیے) مقرر فرمایا۔

(۴۰) (الحشر، ع۱) اور رسول ﷺ جو دیں وہ لے لو جس سے روکیں رُک جاؤ۔

(۴۱) تم میں سے کوئی بھی کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ مَیں (محمد ﷺ) اُسے اپنے ماں باپ، بچّوں اور پُوری دنیا کے انسانوں سے زیادہ محبُوب نہ ہُوں۔ (اور یہ کہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت دنیا و مافیہا کی محبت پر غالب نہ آ جائے)۔

(۴۲) (آلِ عمران ع ۴ آیت۳۱) آپ ﷺ بتا دیجیے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔

(۴۳) ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دے دیا ہے۔

(۴۴) (الفتح ع۱ آیت ۱۰) بے شک جو آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔

(۴۵) (الاحزاب، ع۳ آیت ۲۱) بلاشبہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک احسن نمونۂ عمل موجود ہیں۔

(۴۶) احمد بن حنبل، المسند، ۶/۹۱، رقم: ۲۴۶۴۵
(۴۷) مسلم، الصحیح، ۴/۱۸۱۵، رقم:۲۳۳۱
(۴۸) مشکاۃ المصابیح، ۳/۱۶۱۴
(۴۹) نووی، تہذیب الاسماء، ۱/۵۲
(۵۰) ابو عوانہ، المسند، ۴/۴۶۳، رقم: ۷۳۴۶
(۵۱) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۳/۳۰۲
(۵۲) زرقانی، المواہب اللدنیہ،۹: ۸۴
(۵۳) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۳/۱۴۶
(۵۴) بخاری، الصحیح، ۶/۲۶۱۲، رقم: ۶۷۲۳
(۵۵) بخاری، الصحیح، ۳/۱۰۸۰، رقم:۲۷۹۷
(۵۶) واضح رہے کہ اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوا والی حدیث کا مسلمانوں کے حکمرانوں سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے۔مسلمانوں کا حکمران حضور ﷺ کی طرف سے مقرّر نہیں کیا جاتا، بلکہ عوام اسے خود منتخب کرتے ہیں۔ اور اُمت پر واجب ہے کہ اُن حکمرانوں کو معزول کر دے جو حق کے ساتھ موافق نہ ہوں، جو عوامی استصواب رائے کے بغیر بر سَر اقتدار آ جائیں اور عوامی مشاورت کی پروا نہ کریں۔ (فتح القدیر)

چوتھا باب

اَلنَّبِيُّ الْمُؤَيَّد ﷺ

عرب شاعری اور اسلامی شاعری

عربوں میں شاعری کا ذوق صرف ادبی حلقوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ پوری قوم میں جاری و ساری تھا۔ کوئی ایسا نہ تھا جو اپنی خطابت میں فصاحت و بلاغت کا جادو جگانا ضروری نہ سمجھتا ہو۔ مہذب شہری ہوں کہ بدویِ اعرابی، سبھی ان صفات سے متصف تھے بلکہ شہریوں سے خانہ بدوشوں کی زبان زیادہ فصیح تھی۔ ان چلتے پھرتے قبائل کی شاعری بھی رواں دواں اور فطرت کی طرح آزاد اور موزوں تھی۔ خواتین بھی ذوقِ شعری سے بے بہرہ نہ تھیں۔ شاعری سے یہ اُنس شاعرانہ مبالغوں اور فخریہ قصائد کی صورت میں نمو پاتا تھا۔ شاعر اور خطیب اپنے اپنے حلیفوں کے حسَب و نسَب کے بیان میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہانا اور مبالغے کے پرے باندھنا معمول کا کام سمجھتے تھے۔ بدیہہ گوئی تو گویا کوئی کمال تھا ہی نہیں۔ ہر کوئی ارتجالاً شعر کہہ دیتا تھا۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کے اصحاب اور صحابیات رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی تعریف و توصیف میں شاعرانہ مبالغہ آمیزیوں سے قطعاً اجتناب برتا۔ جس نے آپ ﷺ کے متعلق جو سنا دیکھنے پر وہ باتیں وہ خوبیاں معمولی نظر آنے لگتیں۔ سرخوشی و سرشاری، سپردگی اور وارفتگی کا وہ رنگ جو حضور ﷺ کی ذاتِ والا صفات سے والہانہ عشق کا نتیجہ تھا، اکثر اشعار سے نمایاں ہے۔مگر حفظِ مراتب اور حق و صداقت کا دامن ہاتھوں سے کبھی نہ چھُوٹنے پاتا اور ایسا ہو بھی کب سکتا تھا، اوّل تو وہ ذات جس کی ثناء خود خدا نے بیان کی اُس کی مدح میں کوئی مبالغہ کر بھی کیا سکتا ہے، حضرت ابن فارض رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے:

أَرَى كُلَّ مَدْحٍ فِي النَّبِيِّ مُقَصَّرَا

وَإِنْ بَالَغَ الْمُثْنِي عَلَيْهِ وَأَكْثَرَا(۱)

حضور ﷺ کی جتنی تعریف کوئی کرے کم ہے۔ جتنا کوئی مبالغہ کرے

گا مراتب اتنے ہی بلند ہوتے جائیں گے۔

پھر ایسی حالت میں کہ خود رسول موصوف ﷺ جب ایسی بات سنتے جس سے مبالغہ کی بو بھی آتی ہو اور عقیدہ کا بگاڑ ممکن ہو تو فوراً ٹوک دیتے اور اکثر اوقات اصلاح بھی فرماتے۔ اگرچہ آپ ﷺ شاعر نہ تھے مگر اہل علم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اصلاح نے شعر کا رتبہ دو چند کر دیا (یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی بہرحال فصیح الزبان اور بلیغ البیان ہوتا ہے)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جب کہا:

أَأَنْتَ الَّذِي تَهدي مَعدًا لِدِيْنِهَا تو آپ ﷺ نے جھٹ فرمایا بَلِ اللّٰهُ يَهْدِيْهَا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی کے ساتھ وَقَالَ لَكَ أَشْهَدُ ملا کر شعر مکمل کر لیا۔ حالانکہ بلا شبہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سراپا ہدایت تھی، مگر توحید کی تعلیم دینے والے رسول ﷺ نے اس معاملے میں کسی چھوٹے بڑے غلو کی گنجائش نہ رہنے دی۔ اس لیے کہ ہادی بھی آپ ﷺ کو ربّ ذو الجلال ہی نے بنا کر بھیجا تھا اور ہدایت کا سرچشمہ وحی الٰہی تھا۔ اسے ذاتی اور اختیاری قرار دینا توحید میں نقص کا باعث بن سکتا تھا۔ مبالغہ عرب شاعری کا حُسن تھا بلکہ جان، مگر تعلیماتِ اسلام نے مبالغے کی یہ صورت ہی باقی نہ رہنے دی۔

یہی وجہ ہے کہ بعض نقادانِ سُخن کی نظر میں (جن میں علامہ اصمعی سرِ فہرست ہیں) اسلام لانے کے بعد حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کے اشعار کا معیار گر گیا، حالانکہ وہ زمانۂ جاہلیت کے عمدہ شعراء میں سے تھے۔

> شعرُ حسَّانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ أَجْوَدِ الشِّعْرِ، فَقَطَع مَتْنَهُ الْإِسلامُ.(۲)

> حسان رضی اللہ عنہ کے جاہلی اشعار نہایت عمدہ ہیں، اسلام نے اُس کی کمر توڑ دی۔

علامہ اصمعی کا یہ نقد کتنا تلخ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ دربارِ رسالت کے شعراء کو اس سے بڑھ کر کوئی کیا خراج پیش کرتا۔ معیار کا یہ "گرنا" تو اس شاعری کو وہ بلند معیار عطا کرتا ہے، جو اَدب اِسلامی کا بنیادی نظریہ تھا۔ یہاں وہ مبالغہ نہیں جو فحُولُ شعرائے عرب کا امتیازی نشان تھا۔ یہاں مبالغے کی جگہ حقیقت نگاری اور صداقت بیانی نے لے لی ہے۔ اور یہ کہنا کہ اس حقیقت بیانی نے شاعری کو زوال کی راہ پر لگایا بجائے خود ایک مبالغۂ بے جا ہے۔ اس لیے کہ تاریخِ ادب عربی میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جن میں حضور ﷺ سے مباحثہ کرنے والے عرب وفود کے سرداروں، خطباء اور شعراء نے حضور اکرم ﷺ کے خطیبوں اور شاعروں کو اَخطَب و اَشعرَ تسلیم کیا۔ مثلاً بنی تمیم کے سردار اقرع بن حابس کا یہ فیصلہ تاریخ کا اہم حصہ ہے:

إِنَّ هَذا الرَّجُلَ لَمُؤْتَى لَهُ، لَخَطِيْبُهُ أَخْطَبُ مِنْ خَطِيْبِنَا، وَشَاعِرُهُ أَشْعَرُ مِنْ شَاعِرِنَا، أَيْ أَشْعَرُ الشِّعْر حَسَّانَ.

یہ أَشْعَرُ الشِّعْر حسان رضی اللہ عنہ کے سوا اور کون تھا۔(۳)

فصل اوّل

فرمانِ رسالتِ مآب ﷺ

اب تک جو کچھ ہم کہہ سُن چکے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی مدح کا رواج تخلیق آدم علیہ السلام سے ہوا اور حضور ﷺ کی بعثت تک کسی نہ کسی حوالے سے جاری رہا۔ مگر خود حضور ﷺ نے اپنی مدح کہنے کا حکم دیا؟ .... العِقد الفرید،جمہرۃ اشعار العرب، اسد الغابہ، مواہِب اللدنیہ اور مجموعۃ النبھانیہ کے علاوہ سیرت کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل سے ملتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے ابو سفیان وغیرہ اہل قریش کی یاوہ گوئی کی شکایت کی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا "اے اللہ! لوگ میری ہجو کہتے ہیں میں شاعر نہیں تو خود میری طرف سے اُن کی ہجو کہہ" .... بعض دوسری روایات میں ہے، آپ ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو جمع کر کے فرمایا:

> تم لوگوں نے تلوار سے میری مدد کی۔ قریش میری ہجو کہتے ہیں۔ کیا
> تم میں سے کوئی ہے جو زبان شعر سے میری مدد کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، مگر حضور ﷺ نے فرمایا یہ تمہارا کام نہیں، پھر حضرت حسّان رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنی نوک زبان دکھا کر کہنے لگے "بُصریٰ اور صنعاء کا کوئی زبان آور میری برابری کا دعوی نہیں کر سکتا (حضرت حسّان رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے حِیرہ اور غسّان کے ملوک کے درباری شاعر رہ چکے تھے) اور الاعشیٰ اور الخنساء جیسے نابغہ سے عکّاظ وغیرہ کے میلوں میں دادِ سخن پا چکے تھے) حضور ﷺ نے فرمایا

"ہاں! مگر تو اُن (قریش مکہ) کی ہجو کیسے کہہ سکے گا جب کہ میں خود بھی اُن میں سے ہوں؟" حضرتِ حسّان ؓ نے عرض کی "فکر نہ کیجیے۔

إِنِّي أَسُلُّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةُ مِنَ العِجِيْنِ.(۴)

میں آپ ﷺ کو اُن سے اس طرح الگ کر دوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔

أَلَا أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّي والا قصیدہ اسی موقع پر کہا گیا تھا۔ سیرۃ ابن ہشام کے مطابق یہ قصیدہ فتح مکہ کے موقع پر کہا گیا۔ خود قصیدہ کے درج ذیل شعر بھی اس کے فتح مکہ پر کہے جانے کی تصدیق کرتے ہیں:

فَإِمَّا تُعْرِضُوا عَنَّا اعْتَمَرْنَا
وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الغِطَاءُ
وَإِلَّا فَاصْبِرُوا لِجَلَادِ يَوْمٍ
يُعِزُّ اللهُ فِيْهِ مَن يَّشَاءُ(۵)

اور اگر تم نے اعراض کیا اور جنگ کی نوبت نہ آئی تو ہم عمرہ ادا کریں گے اور فتح پردے ہٹا دینے والی ہے اگر نہیں تو شمشیر زنی کے دن تک برداشت کا مظاہرہ کرو پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے فتح و نصرت سے نوازے۔

ان اشعار میں عمرے کی ادائیگی کی خواہش اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اشعار فتح مکہ سے قبل کہے گئے۔ فتح مکہ ۸ھ رمضان المبارک کا واقعہ ہے پھر حج کا زمانہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے شروع ہونے والا باقاعدہ نعتیہ دور اسی سال سے شروع ہوا۔ مگر نعت گوئی کا سلسلہ تو اس سے پہلے بھی جاری رہا، ہاں اس فرق کے ساتھ کہ اس سے

پہلے کی شاعری میں یہ بلند آہنگی اور ایک گونہ جارحیت نہ تھی، نعت کا ارتقائی سفر اس لمحہ تک دو مرحلے طے کر چکا تھا۔ ہجرت مدینہ سے قبل کا دور اور ہجرت مدینہ سے فتح مکہ تک کا دور، اب تیسرا دور شروع ہوا۔

(۱) ہجرت مدینہ سے قبل کی شاعری درد و کرب، اور قریش کے بے پناہ مظالم کے بیان اور ان کے مقابل اصحابِ رسول ﷺ کے صبر و استقامت کا آئینہ ہے۔

(۲) ہجرت مدینہ سے فتح مکہ تک شاعری ایک گونہ سکون، اطمینان اور مسرت و شادمانی کی لہر میں ڈوبی نظر آتی ہے۔

(۳) فتح مکہ کے بعد کی شاعری اسلام کے حر کی دور کی تاریخ ہے۔ ہم نے ان دو ادوار کو بحیثیت مجموعی ایک ہی دور یعنی نعت کے دور اوّل میں رکھ کر انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور تیسرے مرحلے کی نعتیہ شاعری کو دورِ دوم قرار دے کر چوتھے باب میں رکھا ہے۔

تاریخ ادبِ عربی کی تمام کتابوں میں حضرت عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ ابن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ ابن ثابت کو شعرائے رسول ﷺ لکھا گیا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، ابن مرادس اور حضرت عباس ابن مطلب رضی اللہ عنہ نے بھی ہر موقع پر مسلمانوں کی طرف سے اعدائے دین کے شعراء کا جواب دیا۔ اس لیے اُن کا ذکر بھی دربارِ رسالت ﷺ کے شعرائے خاص کے ساتھ کیا جائے گا۔ یہاں بعث نبوی ﷺ سے فتح مکہ تک کہے گئے متفرق اشعار کا مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ بحیثیت مجموعی اس دور کے نعتیہ ادب میں زندگی کے حرکی، عبوری اور انقلابی شعور کی آنچ کے ساتھ ساتھ قول و عمل کی یک رنگی و ہم آہنگی بھی نور افگن ہے۔

نظر کی عفت، فکر کی دیانت، معروضی حقائق کا ادراک، کردار کا خلوص، ایمان کی پختگی اور شدید جذبۂ تعمیر اس دور کی شاعری کا امتیازی نشان ہے۔ مصائب پر صبر اور شکر جس سے مشن پر پختہ یقین کی عکاسی ہوتی ہے۔ یوں کہ احبار و رَہبان اور کہّان کے

خوابوں کی تعبیر ہی نہیں ہوئی، ایک ایسا ادب بھی تخلیق ہوا جو اس دور کی سچی تاریخ ہے، جس میں روحِ عصر بھرپور رعنائی و برنائی سے جلوہ فگن ہے۔ ایک ایسا ادبی نظریہ بھی وجود میں آیا جس کی بنیاد صرف سچائی ہے۔ محض عقیدت نہیں۔ اس دور کی نعت چونکہ خود حضرت ممدُوح و منعُوت ﷺ کی طرف سے سندِ قبول بھی رکھتی ہے اس لیے دور حاضر کی نعت میں افراط و تفریط کی نشاندہی کی خاطر قابل تقلید نمونے کا کام دیتی ہے اور ایسا معیار مقرر کرتی ہے جس سے ہر دور کی نعت کو دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے۔

حضرت عمَرو بن مُرّہ جُہنی رضی اللہ عنہ

انتہائی سن رسیدہ صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی بعث کا سنا تو مکہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار اسی ساعت سعید کی یاد دلاتے ہیں:

شَهِدْتُ بِأَنَّ اللهَ حَقٌّ وَأَنَّنِي
لِآلِهَةِ الْأَحْجَارِ أَوَّلُ تَارِكِ
وَشَمَّرْتُ عَنْ سَاقِ الْإِزَارِ مُهَاجِرًا
إِلَيْكَ أَجُوْبُ الْقَفْرَ بَعْدَ الدَّكَادِكِ
لِأَصْحَبَ خَيْرَ النَّاسِ نَفْسًا وَوَالِدًا
رَسُوْلَ مَلِيْكِ النَّاسِ فَوْقَ الْحَبَائِكِ(۶)(۷)

میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ حق ہے اور میں نے تو پتھر کے معبود کب کے چھوڑ دیے تھے، میں نے تہمند پنڈلیوں سے اوپر چڑھائی اور آپ ﷺ تک پہنچنے کے لیے پتھریلی زمینوں اور غلائظ کو عبور کر رہا ہوں۔ یہ ساری مشقتیں آپ ﷺ کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم میں شریک ہو جانے کے لیے ہیں۔ آپ ﷺ ذاتی طور پر اور خاندانی اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہیں اور مالکِ ارض و سما کی طرف سے برحق رسول ﷺ۔

خواجہ ابو طالب ؓ بن عبد المطلب

آپ ﷺ کے شفیق چچا ابو طالب ؓ نے انتہائی محبت سے آپ ﷺ کی پرورش کی اور جب تک زندہ رہے آپ ﷺ کی حمایت میں سینہ سپر رہے۔ انتہائی خاموشی اور صبر سے اسلام کی خدمت کی۔ جب وہ سرداران قریش کی دھمکیوں پر آنحضرت ﷺ کو سمجھاتے ہیں اور حضور ﷺ آبدیدہ ہو کر فرماتے ہیں "اے چچا! اگر وہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دیں تو بھی میں اعلائے دین سے باز نہیں رہ سکتا" تو خواجہ ابو طالب ؓ بڑے وقار سے فرماتے ہیں "بھتیجے جاؤ جو جی میں آئے کرو۔ خدا کی قسم میں تمہیں تنہا کبھی نہ چھوڑوں گا۔" اس موقعہ پر خواجہ ابو طالب ؓ نے یہ شعر بھی کہے:

وَاللهِ لَنْ يَّصِلُوا إِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ
حَتَّى أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِينَا
فَاصْدَعْ بِأَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ
أَبْشِرْ وَقِرَّ بِذَاكَ مِنْكَ عُيونَا
وَدَعَوتَنِي وَزَعَمْتَ أَنَّكَ نَاصِحِي
فَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ ثُمَّ أَمِيْنَا
وَعَرَضْتَ دِيْنًا لَا مَحَالَةَ أَنَّهُ
مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنَا(۸)

اللہ کی قسم وہ اپنی تمام جمیعت کے ساتھ تجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میری پیٹھ قبر سے نہ لگ جائے (جب تک میں زندہ رہوں) تجھ پر کوئی تنگی نہیں۔ جا اپنی دعوت عام کر۔ خوش رہ اور کام سے آنکھیں

ٹھنڈی کر تو نے مجھے ایک خیر خواہ کی حیثیت سے دعوتِ حق دی ہے،
تُو نے سچ کہا تُو ہمیشہ سے امانت دار ہے جو دین تُو نے پیش کیا لا محالہ وہ
دنیا کے تمام ادیان سے بہترین دین ہے۔

سبحان اللہ ایمان لانا اور کسے کہتے ہیں؟

خواجہ ابو طالب رضی اللہ عنہ کو جب پوری قوم کی دشمنی کا یقین ہو گیا تو آپ نے اُن سے پیچھا چھڑانے کی ایک اور کوشش کی اور ایک طویل قصیدہ کہا جس میں آپ نے حرم مکہ اور اپنے رتبے کی پناہ لی۔ بلند مرتبہ لوگوں کو اپنی محبت جتلائی اور حضور اکرم ﷺ کو اپنی مدد اور محافظت کا یقین دلایا نبی اکرم ﷺ کی تعریف کی اور ایک ایک قبیلے کا نام لے کر انہیں اپنی مدد کے لیے ابھارا اور بتایا کہ وہ محمد ﷺ کو کسی طرح اُن کے حوالے نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ اُن ﷺ کی حفاظت میں وہ (قبائل) خود بھی ہلاک کیوں نہ ہو جائیں۔ قصیدہ کا لفظ لفظ خلوص میں ڈوبا ہوا نشتر ہے۔ غیرت، حمیت اور سوز اس قصیدہ کا جوہر ہے۔ یہ قصیدہ سچ مُچ عتابِ لطیف اور عُذرِ جمیل کا آئینہ دار ہے۔ انتخاب پیش خدمت ہے:

وَلَمَّا رَأَيْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ فِيْهِمْ
وَقَدْ قَطَعُوا كُلَّ الْعُرَى وَالْوَسَائِلِ
صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِي بِسَمْرَاءِ سَمْحَةِ
وَأَبْيَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ
أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ كُلِّ طَاعِنٍ
عَلَيْنَا بِسُوْءٍ أَوْ مُلِحٍّ بِبَاطِلِ
وَبِالْبَيْتِ حَقُّ الْبَيْتِ مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ
وَبِاللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلِ

فَهَلْ بَعْدَ هَذَا مِنْ مُعَاذٍ بِعَائِذٍ
وَهَلْ مِنْ مُعِيْذٍ يَتَّقِي اللّٰهَ عَاذِلِ
كَذَّبْتُمْ وَبَيْتُ اللّٰهِ نُبْزَى مُحَمَّدًا
وَلَمَّا نُطَاعِنُ دُوْنَهُ وَنُنَاضِلْ
وَنُسْلِمُهُ حَتَّى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ
وَنَذْهَلَ عَنْ أَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ
وَمَا تَرْكُ قَوْمٍ لَا أَبَا لَكَ، سَيِّدًا
يَحُوْطُ الذِّمَارَ غَيْرَ ذَرْبٍ مُوَاكِلِ
وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالَ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ
لَعَمْرِي لَقَدْ كُلِّفْتُ وَجْدًا بِأَحْمَدَ
وَإِخْوَتِهِ دَأْبَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ
فَمَنْ مِثْلُهُ فِي النَّاس أَيُّ مُؤَمَّلٍ
إِذَا قَاسَهُ الْحُكَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ
حَلِيْمٌ رَشِيْدٌ عَادِلٌ غَيْرُ طَائِشٍ
يُوَالِي إِلَاهًا لَيْسَ عَنْهُ بِغَافِلِ
لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذِّبٌ
لَدَيْنَا وَلَا يُعْنَى بِقَوْلِ الْأَبَاطِلِ
فَأَصْبَحَ فِيْنَا أَحْمَدُ فِي أَرُوْمَةٍ

تُقَصّرُ عَنْهُ سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ
حَدِبْتُ بِنَفْسِي دُوْنَهُ وَحَمَيْتُهُ
وَدَافَعْتُ عَنْهُ بِالذَّرَا وَالْكَلَاكِلِ(۹)

اور جب میں نے دیکھا کہ قوم نے مروت اور حمیت کو خیر باد کہہ دیا ہے اور تمام رشتے اور تعلق توڑ دیے ہیں۔
تو میں بذاتِ خود لچک دار نیزے اور شاہانِ سلف کی وراثت میں ملی ہوئی چمکدار تلوار لے کر ان کے مقابلے میں ڈٹ گیا۔(۱۰)
میں ہر اُس شخص کے طعن سے جو ناحق پر اصرار کرتا ہے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کا رب ہے۔
اور وادیٔ مکہ میں واقع بیت اللہ اور حقِ بیت اللہ کے وسیلے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو بلا شبہ اہلِ حق کی نصرت سے غافل نہیں۔
کیا پناہ گیروں کے لیے اس سے بہتر کوئی پناہ گاہ ہے، اور کیا کوئی ہے جو اللہ سے ڈر کر پناہ دے؟
اللہ کی قسم یہ بھی غلط ہے کہ ہم محمد ﷺ کے بارے میں تم سے دَب جائیں گے ابھی تو ہم نے آپ ﷺ کی حفاظت میں نیزہ زنی کی ہے نہ تیر اندازی۔
ہم آپ ﷺ کی حفاظت اور سلامتی کی خاطر اطراف میں بچھ جائیں گے اور اپنے اہل و عیال، بیوی بچوں سے غافل ہو جائیں گے۔
تیرا باپ مرے تو ایسے سردار کو چھوڑ دینا چاہتا ہے جو لائقِ حمایت امور کی نگرانی کرتا ہے، نہ فسادی ہے، نہ دوسروں پر اپنا کام چھوڑنے والا۔ (ایسے سردار کو چھوڑ دینا کتنی بُری بات ہے)

جو ایسا روشن چہرے والا ہے کہ اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ جو یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی پناہ ہے۔

مجھے اپنی زندگی کی قسم میں محمد ﷺ کی اور آپ کے بھائیوں (ساتھیوں) کی دائمی محبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ (یہاں محمد ﷺ کے بھائیوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے برادران مراد ہیں یا حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بات ایک ہے۔ واللہ اعلم)

مخلوق میں آپ ﷺ جیسا کون ہے۔ جب فضیلتوں کا موازنہ کرنے والوں نے مقابلہ و موازنہ کیا تو آپ ﷺ میں عجیب قسم کی برتری پائی۔

وہ بردبار، سیدھی راہ چلنے والا منصف ہے، جلد باز نہیں اور آپ ﷺ کا ایسے معبود سے تعلق ہے جو آپ ﷺ سے کبھی غافل نہ ہو گا۔

سب جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا (محمد ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور نہ جھوٹے اقوال کی پرواہ کرتا ہے۔

ہم میں سے محمد ﷺ نے ایسی اصل سے ظہور کیا ہے (ایسے والدین نے آپ ﷺ کو جنم دیا ہے) کہ دست درازوں کی دست درازی اُسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ نہ اُس ﷺ کی منزلت و شان گھٹائی جا سکتی ہے۔

میں نے آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے اپنی جان فدا کر دی ہے اور آپ ﷺ کی حمایت میں پیٹھ کی انتہائی بلندی اور سینے کے بڑے حصے لے کر میدان میں نکل آیا ہوں (یعنی اپنے تمام اعضاء و جوارح آپ ﷺ کی حفاظت و حمایت کے لیے وقف کر دیئے ہیں)۔

جب قریش نے بالاتفاق بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے قطع تعلق کر دیا اور یہ تمام شعب ابو طالب میں جمع ہو گئے سوائے ابو لہب کے تو خواجہ ابو طالب رضی اللہ عنہ نے کہا:

أَلَا أَبْلِغَا عَنِّي عَلَى ذَاتِ بَيْنِنَا

لُؤَيًّا وَخُصًّا مِنْ لُؤَيٍّ بَنِي كَعْبِ
أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا
نَبِيًّا كَمُوْسَى خُطَّ فِي أَوَّلِ الْكُتُبِ
وَأَنَّ الَّذِي أَلْصَقْتُمْ مِنْ كِتَابِكُمْ
لَكُمْ كَائِنٌ نَحْسًا كَرَاغِيَةِ السَّقْبِ
أَفِيْقُوا أَفِيْقُوا قَبْلَ أَنْ يُحْفَرَ الثَّرَى
وَيُصْبِحَ مَنْ لَمْ يَجْنِ ذَنْبًا كَذِي الذَّنْبِ
فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَيْتِ نُسْلِمُ أَحْمَدًا
لِعَزَّاءِ مَنْ عَضَّ الزَّمَانُ وَلَا كَرْبِ(۱۱)

ہماری طرف سے بنی لوئی اور خاص کر کعب کو ہمارے آپس کے تعلقات کی نسبت سے پیغام پہنچا دو۔
کیا تم نہیں جانتے ہم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی پایا جن کا حال اگلی کتابوں میں لکھا ہے۔
اور یاد رکھو وہ نوشتہ جو تم نے پیوستہ کر رکھا ہے خود تمہارے لیے منحوس ثابت ہوگا جیسے نوح علیہ السلام کی اونٹنی کے بچے کی آواز (اور ایسا ہی ہوا۔ کاغذ کو کیڑا کھا گیا اور لوگوں کو معاہدے سے نکلنے کی راہ ملی)۔
قبر کی مٹی کھودی جانے سے پہلے، اور جو ابھی گناہوں میں شریک نہیں گناہوں میں شریک ہو جانے سے پہلے ہوش میں آ جاؤ۔
ربّ کعبہ کی قسم ہم اُن میں سے نہیں کہ زمانے کی طرف سے مشکلات یا صبر طلب مصائب سے گھبرا کر محمد ﷺ کی مدد سے ہاتھ اٹھا لیں۔

ہجرت حبشہ سے واپس آنے والوں میں سے ابو سلمہ ﷺ بن عبد الاسد خواجہ ابو طالب ﷺ کی پناہ میں آئے کیونکہ وہ آپ ﷺ کی بہن (برّہ بنت عبد المطلب) کے بیٹے تھے۔ قریش خواجہ ابو طالب ﷺ کے پاس آئے اور کہا تم نے اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کو پناہ دے رکھی ہے۔ اب ہمارے آدمی کو بھی ہمارے خلاف پناہ دے رہے ہو۔ خواجہ ابو طالب نے جواب دیا نہ صرف اس لیے کہ اُس نے مجھ سے پناہ طلب کی بلکہ اس لیے بھی کہ وہ میرا بھانجا ہے۔ بھانجے کی حفاظت نہ کر سکا تو بھتیجے کی کیا حفاظت کروں گا۔ اس پر بد بخت ابو لہب کو بھی غیر ت آ گئی۔ اور بولا واللہ تم لوگوں نے اس بوڑھے کو بہت تنگ کیا اور اس کی قوم میں سے اُس کی پناہ میں آئے لوگوں پر تم نے چھاپے مارے تمھیں اس طرح کا سلوک کرنے سے باز آنا ہوگا ورنہ ہم بھی اس کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے۔ خواجہ ابو طالب نے ابو لہب کو نرم پڑتے دیکھا تو موقع غنیمت جان کر اُسے اپنی مدد پر اُبھارنے کی خاطر یہ اشعار پڑھے:

وَإِنَّ امْرَأً أَبُو عُتَيْبَةَ عَمُّهُ

لَفِي رَوْضَةٍ مَا إِنْ يُسَامُ الْمَظَالِمَا

أَقُوْلُ لَهُ وَأَيْنَ مِنْهُ نَصِيْحَتِي

أَبَا مُعْتِبٍ ثَبِّتْ سَوَادَكَ قَائِمًا

وَكَيْفَ وَلَمْ يَجْنُوا عَلَيْكَ عَظِيْمَةً

وَلَمْ يَخْذُلُوْكَ غَانِمًا أَوْ مُغَارِمًا(۱۲)

اور ایسا شخص جس کا چچا ابو عتبہ ہو بے شک وہ ایسی روش پر ہے جس پر کوئی بھی ظلم نہیں کر سکتا۔

میں تو اُس سے کہتا ہوں کہ اے ابو عتبہ اپنی قوم کو جمع کر اور مستعدی سے مستحکم بنا مگر کہاں وہ اور کہاں میری نصیحت۔

تو اپنی قوم سے کیسے الگ ہو گیا حالانکہ کسی بھی فتح و شکست کے موقعہ
پر تیری قوم نے کوئی بڑی غلطی کر کے تجھ پر کوئی بڑا بوجھ نہیں ڈالا
(غانماً غنیمت سمجھتے وقت، مفادِماً ڈنڈ بھرتے وقت)۔

اب کُھل کر اعلان کرتے ہیں کہ ابو لہب کو یاد رکھنا چاہیے، محمد ﷺ کو ہم سے چھین لینا آسان نہیں۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نُبْزَى مُحَمَّدًا
وَلَمَّا تَرَوْا يَوْمًا لَدَى الشَّعْبِ قَائِمًا[۱۳]

بیت اللہ کی قسم تم غلط سمجھے کہ ہم سے محمد ﷺ کو چھین لیا جائے گا
حالانکہ ابھی تو تم نے راستے کے پاس (دھواں دھار گرد و غبار کا)
تاریک دن دیکھا ہی نہیں۔

آخر میں خواجہ ابو طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب تین اشعار جن کا مفہوم مسلم کی ایک حدیث سے ملتا ہے جسے واثلہ بن الاسقع نے روایت کیا ہے۔ شعر کیا ہیں نعتِ مصطفٰے ﷺ کی ساری تفصیل اس اجمال میں بند کر دی گئی ہے:

إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ
فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرّهَا وَصَمِيْمُهَا
وَإِنْ حَصَلَتْ أَشْرَافُ عَبْدِ مَنَافِهَا
فَفِي هَاشِمٍ أَشْرَافُهَا وَقَدِيْمُهَا
وَإِنْ فَخَرَتْ يَوْمًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا
هُوَ الْمُصْطَفَى مَنْ سِرُّهَا وَكَرِيْمُهَا[۱۴]

جب بھی قریش کسی قابل فخر کام پر آمادہ ہوئے تو بنو عبدِ مناف اُن

کی رُوح رواں اور جان ٹھہرے۔
اور جب کبھی بنو عبد مناف میں اشراف کا شمار ہوا تو ان میں بنو ہاشم نے سبقت پائی۔
اور اگر بنو ہاشم نے فخر کیا تو محمد ﷺ ہی اُن میں منتخب ہوئے وہی قبیلے کی جان اور صاحبِ مراتبِ عظیم نکلے۔

سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

حضور اکرم ﷺ کے چچا تھے، اعلان نبوت کے چھٹے سال (۶۱۶ء) میں اسلام قبول کیا اور غزوۂ اُحد ۳ھ میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضور ﷺ نے آپ کو سید الشہدا کا خطاب دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی لاش پر کھڑے ہو کر فرمایا:

رَحِمَكَ اللّٰهُ أَيْ عَمِّ، فَقَدْ كُنْتَ وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ، وَفَعُوْلًا لِلْخَيْرَاتِ. (۱۵)

اے چچا، اللہ آپ پر رحم کرے آپ قرابت کا حق ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

أَبَا يَعْلَى لَكَ الْأَرْكَانُ هُدَّتْ
وَأَنْتَ الْمَاجِدُ الْبَرُّ الْوَصُوْلُ (۱۶)

اے ابو یعلیٰ آپ کے اعضاء کاٹے گئے (ہندہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی ناک کان کا ہار بنایا اور کلیجہ چبایا تھا) حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ شریف اور صاحب مجد ہونے کے علاوہ سب کے کام آنے والے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبولِ اسلام کے موقعہ پر یہ اشعار کہے:

حَمِدْتُ اللهَ حِيْنَ هَدَى فُؤَادِي
إِلَى الْإِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْحَنِيْفِ
لِدِيْنٍ جَاءَ مِنْ رَّبٍ عَزِيْزٍ
خَبِيْرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيْفِ
إِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهُ عَلَيْنَا
تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِي اللُّبِّ الْحَصِيْفِ
رَسَائِلُ جَاءَ أَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا
بِآيَاتٍ مُبَيِّنَةِ الْحُرُوْفِ
وَأَحْمَدُ مُصْطَفًى فِيْنَا مُطَاعٌ
فَلَا تَغْشَوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيْفِ
فَلَا وَاللهِ نُسْلِمُهُ لِقَوْمٍ
وَلَمَّا نَقْضِ فِيْهِمْ بِالسُّيُوْفِ(۱۷)

جب میرے دل نے مجھے دین حنیف کی طرف رغبت دلائی تو میں نے خدا کی حمد کی۔ (شکر ادا کیا)
وہ دین حنیف جو ربّ عزیز کی طرف سے ہے جو اپنے بندوں سے باخبر اور مہربان ہے۔
جب اُس کا پیغام پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کوئی صاحبِ عقل اور پختہ رائے والا روئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (یہ شعر حسب حال بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خود بھی ہمشیرہ کی زبانی کلامِ پاک سن کر متاثر ہوئے اور دشمنی اطاعت میں بدل گئی)۔

وہ پیغام جو احمدِ مصطفٰے ﷺ لائے ہیں واضح الفاظ والی آیات پر مشتمل ہے۔
وہ احمد ﷺ ہم میں ایک برگزیدہ ہستی ہیں جن کی اطاعت و پیروی کی جاتی ہے۔ لہذا آپ ﷺ کی شان میں کوئی نا ملائم بات نہ کہو۔
خدا کی قسم ہم کسی طرح آپ کو اُس قوم کے حوالے نہیں کر سکتے جن کے بارے میں ہماری تلواریں کوئی فیصلہ نہیں کر لیتیں۔

سیدنا قیس رضی اللہ عنہ بن بحر الاشجعی رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار نقل کیے جاتے ہیں جن میں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک طرف یہود مدینہ کو حضور ﷺ سے غیب سے متعلق غیر متعین امور کے بارے میں سوالات کرنے سے منع کیا ہے اور دوسری طرف قریش مکہ کو اُن کے اس واویلے سے باز آنے کی تلقین کی ہے جو انہوں نے یہود بنو نضیر کی جلا وطنی پر برپا کر رکھا تھا۔ اشعار اہلِ مکہ کے نام ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے غیبی امور کے بارے میں سوالات بھی اہلِ مکہ ہی کے ایماء پر کیے جاتے تھے۔ یہ ہجری چار (۴ھ) کا واقعہ ہے۔

فَمَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي قُرَيْشًا رِسَالَةً
فَهَلْ بَعْدَهُمْ فِي الْمَجْدِ مِنْ مُتَكَرَّمِ
بِأَنَّ أَخَاكُمْ فَاعْلَمُنَّ مُحَمَّدًا
تَلِيْدُ النَّدَى بَيْنَ الْحَجُونِ وَزَمْزَمِ
فَدِيْنُوا لَهُ بِالْحَقِّ تَجْسُمُ أُمُورُكُمْ
وَتَسْمُوا مِنَ الدُّنْيَا إِلَى كُلِّ مُعْظَمِ
نَبِيٌّ تَلَاقَتْهُ مِنَ اللهِ رَحْمَةٌ

وَلَا تَسْأَلُوْهُ أَمْرَ غَيْبٍ مُرَجَّمِ (۱۸)

پس ہے کوئی جو قریش مکہ کو میرا پیغام پہنچا دے؟ کیا اُن ﷺ کے بعد بھی کوئی صاحبِ مجد و شرف ہے؟
قریشیوں کو بتا دو، اچھی طرح جان لیں محمد ﷺ جو زمزم وحجون کے درمیان جود و کرم کی نعمت غیر مترقبہ کی ایک مثال ہیں، تمہارے ہی بھائی ہیں۔
پس دعوتِ حق قبول کر لو (رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قبول کر لو) تمہارے معاملات کو اہمیت حاصل ہو جائے گی اور دنیا میں بھی بلند سے بلند مقام پاؤ گے۔
آپ ﷺ ایسے نبی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ سے غیب کے غیر متعین امور کے بارے میں سوالات نہ کرو۔

حضرت عبد اللہ ابنِ حارث رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ حبشہ کی سر زمین میں جو اشعار کہے گئے اُن میں عبد اللہ ابن حارث رضی اللہ عنہ کے اُن اشعار کو کافی شہرت ملی جن میں آپ رضی اللہ عنہ نے قریش کے مظالم اور مسلمانوں کو اپنی بستیوں سے نکالے جانے کے علاوہ اپنی قوم کے بعض افراد سے اپنی ناخوشی کا ذکر کیا ہے۔

يَا رَاكِبًا بَلِّغَنْ عَنِّي مُغَلْغِلَةً
مَنْ كَانَ يَرْجُو بَلَاغَ اللهِ وَالدِّيْنِ
أَنَّا وَجَدْنَا بِلَادَ اللهِ وَاسِعَةً
تُنْجِي مِنَ الذُّلِّ وَالْمَخْزَاةِ وَالْهُوْنِ

إِنَّا تَبِعْنَا رَسُوْلَ اللهِ وَاطَّرَحُوا
قَوْلَ النَّبِيِّ وَعَالُوا فِي الْمَوَازِيْنِ (١٩)

اے مسافر! میری جانب سے (شہر در شہر) ان لوگوں کو جو اللہ کے احکام اور دینِ خدا کی تکمیل و ترویج اور تبلیغ چاہتے ہیں کہہ دے۔ (مغلغلۃ بمعنی سرکلر)

ہم نے اللہ کے شہروں کو وسیع پایا جو اہانت، ذلت و رسوائی سے چھڑاتے ہیں اس لیے (وہاں سے جہاں ذلت و رسوائی ہے ادھر چلے آؤ)۔

ہم نے تو اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کی مگر قریش نے نبی ﷺ کی بات پسِ پُشت ڈال دی اور حقوق کی ادائیگی میں خیانت کی۔

حضرت عثمان ابنِ مظعون رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے واپس آئے تو ولید بن مغیرہ کی امان سے نکل کر دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرح مصائب کو گلے لگا لیا۔ ایک مجمع میں لبید کے مصرعہ

وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ. (٢٠)

ہر نعمت و صاحب نعمت یقیناً زائل ہونے والے ہیں۔

پر لبید کو ٹوکا اور کہا جنت کی نعمتیں کبھی زائل نہیں ہوں گی۔ تو لبید نے اسے تنقید بے جا سمجھ کر عثمان رضی اللہ عنہ کے تھپڑ رسید کیا جس سے عثمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ ضائع ہو گئی۔ ولید نے طنز مارا دیکھا میری امان میں ہوتے تو بھری محفل میں یوں تھپڑ نہ کھاتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

فَإِنْ تَكُ عَيْنِي فِي رِضَا الرَّبِّ نَالَهَا
يَدَا مُلْحِدٍ فِي الدِّيْنِ لَيْسَ بِمُهْتَدِ
فَإِنِّي وَإِنْ قُلْتُمْ غَوِيٌّ مُضَلَّلٌ
سَفِيْهٌ عَلَى دِيْنِ الرَّسُوْلِ مُحَمَّدِ ﷺ
أُرِيْدُ بِذَاكَ اللهَ وَالْحَقُّ دِيْنُنَا
عَلَى رَغْمِ مَنْ يَبْغِي عَلَيْنَا وَيَعْتَدِي
فَقَدْ عَوَّضَ الرَّحْمَنُ مِنْهَا ثَوَابَهُ
وَمَنْ يَرْضَهُ الرَّحْمَنُ يَا قَوْمُ يَسْعَدِ(۲۱)

اگر ایک ملحد بے دین اور گمراہ کے ہاتھوں اللہ کی رضا میں میری آنکھ کو تکلیف پہنچی تو کیا ہوا۔
تم مجھے کتنا ہی بھٹکا ہوا، بیوقوف اور گمراہ کہہ لو، میں دین محمد ﷺ پر ہوں۔ (تمہاری اس ھفوات کی مجھے پرواہ نہیں ہے)۔
میں نے اللہ سے یہی توقع رکھی ہے اور میرا دین سچا ہے جو لوگ ہم سے بغاوت و عداوت رکھتے ہیں یہ بات اُنہیں کتنی ہی بری لگے مگر۔
میرا رحمان مجھے اس کا بہتر ثواب دے گا۔ اے قوم! جسے اللہ راضی کر دے اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہے (یہی وہ ایمان تھا جس نے اپنے عمل سے اس قول کی سچائی ثابت کی اور رضی اللہ عنہ کی سند ربانی پائی)۔

حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد اور عبد اللہ المقلب بہ المجدع فی سبیل اللہ

کے سگے بھائی تھے، نابینا تھے۔ آپ ﷺ کے سب اہل خاندان نے نبی اکرم ﷺ کے حکم پر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ اُمّ سلمہ ؓ کہا کرتی تھیں خدا کی قسم کسی اسلامی گھرانے پر اتنی مصیبتیں نازل نہ ہوئیں جتنی ابو سلمہ ؓ کے گھرانے پر۔ سیرۃ ابنِ ہشام میں ہے کہ جب بنی جحش مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو عتبہ بن ربیعہ، عباس ؓ ابن عبد المطلب اور ابو جہل ابن ہشام کا گزر آپ ؓ کے گھروں سے ہوا۔ دیکھا کہ گھر ویران ہیں اور کھنڈر ہونے کے سبب دروازے دھڑ دھڑ کر رہے ہیں جب عتبہ نے یہ حالت دیکھی تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا:

وَكُلُّ دَارٍ وإِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا

يَوْمًا سَتُدْرِكُهَا النُّكْبَاءُ وَالْحُوْبُ(۲۲)

ہر گھر کو چاہے وہ کتنی طویل مدت تک سلامت رہے ایک دن باد مخالف اور درد ناک حالت آ گھیرے گی۔

حضرت ابو احمد ؓ نے ہجرت مدینہ کے کرب انگیز واقعہ اور حضور اکرم ﷺ کے حکم پر اتفاق قبول کی تصویر کشی یوں کی ہے:

إِلَى اللهِ وَجْهِي وَالرَّسُولِ وَمَنْ يُقِمْ

إِلَى اللهِ يَوْمًا وَجْهَهُ لَا يُخَيَّبُ

فَكَمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ حَمِيْمٍ مُنَاصِحٍ

وَنَاصِحَةٍ تَبْكِي بِدَمْعٍ وَتَنْدِبُ

تَرَى أَنَّ وِتْرًا نَأْيُنَا عَنْ بِلَادِنَا

وَنَحْنُ نَرَى أَنَّ الرَّغَائِبَ نَطْلُبُ

أَجَابُوا بِحَمْدِ اللهِ لَمَّا دَعَاهُمْ

إِلَى الْحَقِّ دَاعٍ وَالنَّجَاحِ فَأَوْعَبُوا
وَرِعْنَا إِلَى قَوْلِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
فَطَابَ وُلَاةُ الْحَقِّ مِنَّا وَطَيَّبُوا
نَمُتُّ بِأَرْحَامٍ إِلَيْهِمْ قَرِيْبَةٍ
وَلَا قُرْبَ بِالْأَرْحَامِ إِذْ لَا تُقَرَّبُ
سَتَعْلَمُ يَوْمًا أَيُّنَا إِذْ تَزَيَّلُوا
وَزُيِّلَ أَمْرُ النَّاسِ لِلْحَقِّ أَصْوَبُ(۲۳)

میری توجہ (رُخ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے۔ جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہو کب محروم رہتا ہے۔

اور ہم نے کتنے ہی خیر خواہ اور گہرے دوست اور خیر خواہی میں چیختی چلاتی اور آنسو بہاتی عورتوں کو چھوڑا ہے۔

وہ خیال کرتی ہیں کہ ہمارا اپنی بستیوں کو چھوڑ کر چلے جانا گویا تنہا ہو جانا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ مرغوب چیزیں طلب کی جاتی ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ سب نے اجتماعی طور پر حق کی طرف اور نجات کی طرف بلانے والے (رسول ﷺ) کی آواز پر لبیک کہی۔

ہم نے حضور ﷺ کے ارشاد کی طرف رجوع کیا۔ ہم میں سے حق سے محبت کرنے والے پاک صاف ہو گئے اور پاک صاف کر دیے گئے۔

اُس دن جب تمام لوگوں میں آپس کے تعلقات زائل ہو جائیں گے اور لوگ منتشر ہو جائیں گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ حق کی راہ پر ٹھیک ٹھیک چلنے والا کون تھا۔

ابو احمد رضی اللہ عنہ نے بنی غنم کے ایک ایک کرکے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر کہا تھا:

إِلَى اللهِ تَغْدُو بَيْنَ مَثْنَى وَوَاحِدٍ
وَدِيْنُ رَسُوْلِ اللهِ بِالْحَقِّ دِيْنُهَا

یہ قبیلہ ایک ایک دو دو کی تعداد میں اللہ کی راہ میں نکل رہا ہے یہ ہجرت دین کی خاطر ہے جو اللہ کا برحق پیغمبر لے کر آیا۔ یہ دین بلاشبہ بنی غنم کا بھی دین ہے۔

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ بن مالک بن جعشم

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ یوم الفتح کو ایمان لائے اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت (۲۴ھ) میں وفات پائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب کسریٰ کے سونے کے کنگن مالِ غنیمت میں آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سراقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا إِرْفَعْ يَدَيْكَ اور کنگن آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں ڈالتے ہوئے فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي سَلَبَهَا عَنْ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ، الَّذِي كَانَ يَقُوْلُ: أَنَا رَبُّ النَّاسِ، وَأَلْبَسَهُمَا سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكٍ(۲۴)

تمام تعریفوں کے لائق وہی ذات ہے جس نے یہ کنگن کِسریٰ بن ہرمز جو خود کو لوگوں کا رب کہتا تھا، اس سے چھینے اور سراقہ بن مالک کو پہنائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اظہار تشکر فی الحقیقت اس بشارت کی تکمیل پر تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت سنائی تھی جب وہ ابھی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے۔ واقعہ کچھ یوں ہے: نبوت کے تیرھویں سال (۱۰ ستمبر ۶۲۲ء) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے، بیعت عقبہ کے وعدہ کو ایفاء کرتے ہوئے (ثبوت اس کا یہ ہے کہ سن ہجری کا آغاز اسی ماہ سے ہوتا ہے) مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تو قریش

مکہ کی طرف سے ایک سو سرخ اونٹ انعام پانے کے لالچ میں سراقہ ؓ بن مالک نے بھی آپ ﷺ کی تلاش اور گرفتاری کی خاطر آپ ﷺ کا تعاقب کیا۔ بار بار گھوڑے کے رپٹ جانے نے دل کی آنکھیں کھول دیں۔ حضور ﷺ سے معافی کا خواست گار ہوا اور زبان نبوت سے كَيْفَ بِكَ يَا سُرَاقَةُ، إِذَا تَسَوَّرْتَ بِسَوَارَيِ كِسْرَى.(۲۵)

کی بشارت پا کر لوٹا۔ تو ابو جہل کے نام ایک نامہ منظوم بھیجا (کیا مزے کی بات ہو گی جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔ یہ خلافت عمر ؓ کے ہی ہونے کا ثبوت ہے کہ خدا نے یہ بشارت خلافتِ عمر ؓ میں پوری فرمائی)۔

سفر مدینہ کی تاریخ میں اس کلام کو پہلے نعتیہ مجموعے کی حیثیت حاصل ہے اور ایک ایسے شخص کی زبانی ہونے کے باعث جس کے دل میں عظمتِ رسول ﷺ کے پرچم گڑھ چکے تھے مگر ابھی اسلام لانے کی نوبت نہیں آئی تھی کافی اہمیت کا حامل ہے جو ابو جہل وغیرہ کے لیے ناصح بن کر لوٹا۔ اسی سراقہ ؓ کے لیے حضور اکرم ﷺ کے حکم پر حضور اکرم ﷺ کا پہلا تحریری فرمان آپ ﷺ کے ہم سفر عامر بن فہیر نے لکھا۔ فتح مکہ و حنین کے بعد سراقہ ؓ نے مقامِ جوانہ پر اسلام قبول کیا اور اسی تحریری فرمان کے حوالے سے امان پائی۔(۲۶)

ابو جہل کے نام حضرت سراقہ ؓ کا منظوم پیغام

أَبَا حَكَمٍ وَاللهِ لَوْ كُنْتَ شَاهِدًا

لِأَمْرِ جَوَادِي إِذْ تَسُوْخُ قَوَائِمُهْ

عَلِمْتَ وَلَمْ تَشْكُكْ بِأَنَّ مُحَمَّدًا

رَسُوْلٌ وَبُرْهَانٌ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهْ

عَلَيْكَ بِكَفِّ الْقَوْمِ عَنْهُ فَإِنَّنِي

أَرَى أَمْرَهُ يَوْمًا سَتَبْدُو مَعَالِمُهْ

بِأَمْرٍ يَوَدُّ النَّصْرَ فِيهِ بِإِلْبِهَا
لَوْ أَنَّ جَمِيعَ النَّاسِ طُرًّا تُسَالِمُهْ(۲۷)

اے ابا حکم (ابو جہل) مجھے لات کی قسم اگر تُو اس وقت موجود ہوتا جب میری گھوڑی کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے تو تُو جان لیتا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔ برہان صادق رکھتے ہیں اور کسی شک میں مبتلا نہ رہتا۔ بھلا ایسے رسول ﷺ کے مقابل کون ٹھہر سکتا ہے۔ تجھ پر لازم ہے کہ محمد ﷺ کے پیچھے قوم کو دوڑانے کی بجائے قوم کو اس کام سے روک دے۔ کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا معاملہ ایک دن ظاہر ہو کر رہے گا اور اس کا پرچم سر بلند ہو گا۔

آوازِ جن (لوک گیت)

ابو جہل اور اس کے ساتھی حضور اکرم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں ناکام رہے۔ تیسرے دن لوگوں نے سُنا مکہ کی نشیبی جانب سے قریش کے لوک گیتوں کے سے لہجے میں کوئی گاتا جا رہا ہے۔ ابن ہشام کے مطابق وہ جن تھا۔

جَزَى اللهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ
رَفِيقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدِ
هُمَا نَزَلَا بِالْبِرِّ ثُمَّ تَرَوَّحَا
فَأَفْلَحَ مَنْ أَمْسَى رَفِيْقَ مُحَمَّدِ
لِيَهْنِ بَنِي كَعْبٍ مَكَانُ فَتَاتِهِم
وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِمَرْصَدِ(۲۸)

اللہ رب الناس اُن دو دوستوں کو جزائے خیر دے جو امِ معبد کے خیمے

پر اترے (بعض روایات میں قالا خیمۃ الخ ہے یعنی قیلولہ فرمایا) دونوں نیکی کے ساتھ اترے اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ وہ شخص جو محمد ﷺ کا رفیق ہوا، کامیاب رہا (مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعض روایات میں فَقَدْ فَازَ مَنْ أَمْسَى الخ آیا ہے)۔ بنی کعب کو اپنے زنان خانے اور دیوان خانے پر فخر کرنا چاہیے کہ وہ ایمان والوں کے انتظار کرنے اور ٹھہرنے کا مقام ہیں۔

اُمِ معبد عاتکہ بنتِ خالدِ الخزاعی رضی اللہ عنہا

امِ معبد حُنیس بن خالد الخزاعی کی ہمشیرہ تھیں۔ سیرۃ ابن ہشام میں آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند کا نام ابو معبد اکثم بن ابی الجون الخزاعی لکھا ہے جو عاتکہ کے چچا زاد بھائی تھے۔(۲۹) علامہ نیاز فتح پوری نے تمیم بن عبد العزی ابن منقدان لکھا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کا مکان قدید کے مقام پر تھا جہاں حضور اکرم ﷺ سفر کے دوران میں رکے تھے۔ بعض کے نزدیک اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا اور بعض کے بقول بعد میں مدینہ تشریف لا کر بیعتِ رسول ﷺ سے مشرف ہوئیں۔ حضور ﷺ کے آپ کے ہاں اس مختصر قیام نے اُمِ معبد کے دل پر جو انمٹ نقوش چھوڑے ان کا بیان ابو معبد سے حضور ﷺ کے بارے میں گفتگو سے ملتا ہے حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد ابو معبد گھر آئے تو گھر کے حالات قطعاً بدلے ہوئے دیکھے (خاص کر اُس بکری کے دودھ کی کیفیت جسے حضور اکرم ﷺ کی برکت سے سدا بہار شباب ملا) تو اس کا سبب پوچھ ہی بیٹھے۔ اُمِ معبد نے اپنے مہمان کا تعارف کراتے ہوئے جو تاریخی کلمات کہے شمائل رسول ﷺ کے بیان میں ان مسجع الفاظ کو اوّلیت حاصل ہے۔ حضرت اُمِ معبد بیان فرماتی ہیں:

رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرَ الْوَضَائَةِ، أَبْلَجَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الْخَلَقِ، لَمْ تُعِبْهُ

ثَجلَةٌ، وَلَمْ تَزْرِ بِهِ صَعَلَةٌ، وَسِيْمٌ قَسِيْمٌ، فِي عَيْنَيْهِ دَعَجٌ، وَفِي أَشْفَارِهِ وَطَفٌ، وَفِي صَوْتِهِ صَهَلٌ، وَفِي عُنُقِهِ سَطَعٌ، وَفِي لِحْيَتِهِ كَثَاثَةٌ، أَزَجُّ، أَقْرَنُ، إِنْ صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ، وَإِنْ تَكَلَّمَ سَمَاهُ وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ، أَجْمَلُ النَّاسِ وَأَبْهَاهُ مِنْ بَعِيْدٍ، وَأَحْسَنُهُ وَأَجْمَلُهُ مِنْ قَرِيْبٍ، حُلْوُ الْمَنْطِقِ، فَصْلًا لَا نَزِرٌ وَلَا هَذِرٌ، كَأَنَّ مَنْطِقَهُ خَرَزَاتُ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ، رَبْعَةٌ لَا تَشْنَأُهُ مِنْ طُوْلٍ وَلَا تَقْتَحِمُهُ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ، غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ، فَهُوَ أَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا، وَأَحْسَنُهُمْ قَدْرًا، لَهُ رُفَقَاءُ يَحُفُّوْنَ بِهِ، إِنْ قَالَ سَمِعُوْا لِقَوْلِهِ، وَإِنْ أَمَرَ تَبَادَرُوْا إِلَى أَمْرِهِ، مَحْفُوْدٌ مَحْشُوْدٌ لَا عَابِسٌ وَلَا مُفَنَّدٌ۔ (۳۰)

''میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا حسن نمایاں اور چہرہ نہایت ہشاش بشاش (اور خوبصورت) تھا اور خوبصورت خلقت والے تھے۔ نہ رنگت کی زیادہ سفیدی اُنہیں معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اُن میں نقص پیدا کر رہا تھا (یعنی آپ ﷺ مناسب جسامت والے تھے)۔ بہت خوبرو اور حسین تھے۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔ اُن کی آواز گونج دار تھی۔ گردن چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو چہرۂ اقدس پُر نور اور بارونق ہوتا۔ دُور سے دیکھنے پر سب سے بارعب اور جمیل نظر آتے۔ اور قریب سے دیکھیں تو سب سے خوبرو دکھائی دیتے۔ آپ ﷺ شیریں گفتار تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو واضح ہوتی، بے فائدہ اور بیہودہ نہ ہوتی، گفتگو گویا موتیوں کی لڑی جس سے موتی جھڑ رہے ہوں۔ قد درمیانہ تھا، نہ اِتنا طویل کہ آنکھوں کو برا

> لگے اور نہ اتنا پست کہ آنکھیں معیوب جانیں۔ آپﷺ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے جو خوب سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ساتھی ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، جب آپ ﷺ کچھ فرماتے تو وہ ہمہ تن گوش ہو کر غور سے سنتے اور اگر آپ ﷺ حکم دیتے تو وہ فوراً اسے بجا لاتے۔ سب آپﷺ کے خادم تھے اور آپ ﷺ نہ ترش رو تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی جاتی۔

امِ معبد کے اس بیان میں لَہُ رُفَقَاءُ سے مراد ہیں حضورِ اکرم ﷺ کی معیت میں صدیق اکبر ؓ، آپ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ جنہوں نے سراقہ ؓ کو تحریری فرمان لکھ کر دیا اور عبد اللہ بن ارقط یا اریقط جن کا خاندان مسافروں کو راستہ دکھایا کرتا تھا۔ حضرت محمد بن عمر ؓ نے اُمِ معبد سے پوچھا کہ ان کے خیمے میں کتنے افراد ٹھہرے تھے؟ اُمِ معبد ؓ نے جواب دیا "دو اونٹوں پر چار سوار آئے"(۳۱)اس بیان سے آوازِ جن کے حوالے سے ھُمَا نُزُلَا کا مفہوم سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ ھما تثنیہ کے لیے آتا ہے اہل مکہ کو حضور اکرم ﷺ اور صدیق اکبر ؓ ہی کی خبر دینی تھی۔ بصورت دیگر اس سے مراد دو اونٹوں کے سوار لیا جا سکتا ہے۔ اس طرح بیانات کا بظاہر تضاد باقی نہیں رہتا۔

استقبالی گیت

قُبا میں قیام کے بعد آپ ﷺ ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو مدینۃُ المنوّرہ کی حدود میں داخل ہوئے۔ اس پُر نور قافلہ کا استقبال اللہ اکبر کے نعروں سے کیا گیا اور ایمان والوں نے آپ ﷺ کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ قدوسیوں کا یہ مختصر قافلہ یثرب (حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینۃ الرسول ﷺ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے) میں داخل ہوا تو نبی نجار کی معصوم بچیوں نے دف بجا بجا کر گیت گائے:

نَحْنُ جَوَارٌ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ!
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ(۳۲)

ہم بنی نجار کی بیٹیاں ہیں، خوش آمدید اچھے ہمسائے محمد ﷺ۔

اکثر مورخینِ سیرۃ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا کا تعلق بھی اسی موقعہ سے جوڑتے ہیں۔ مگر سیرۃ ابن ہشام نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے ان کی نسبت تبوک سے واپسی کے استقبال سے کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس لیے ان اشعار کا ذکر اُسی موقعہ پر کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

فصلِ دوم

فصلِ اوّل و دوم کی شاعری کا فرق

اب تک جس نعتیہ شاعری کا ذکر کیا گیا، ہجرت مدینہ سے جنگ بدر تک کے زمانے کی نعتیہ شاعری کا انداز بھی وہی ہے۔ اس عرصہ کی شاعری کو فصلِ دوم کے تحت الگ لکھنے سے ہماری مراد صرف اتنی ہے کہ قبل از ہجرت، مکہ کے نعتیہ ادب اور بعد از ہجرت کے متفرق نعتیہ ادب میں تمیز کی جا سکے۔ ہر دو عہد اہلِ اسلام کی حالت میں تبدیلی کی وجہ سے ایک تازہ ادب کی تخلیق پر اثر انداز ہوئے۔ فصل اوّل (قبل از ہجرت) کی شاعری جہاں درد و کرب، مہاجرت و مسافرت اور قریش کے ظالمانہ برتاؤ کے بیان اور اس کے مقابل اصحاب رسول ﷺ کی استقامت و پامردی کی داستان ہے، وہاں مدینہ طیبہ کی یہ شاعری (تا جنگ بدر) یک گونہ اطمینان و امتنان، آسودگی و دلکشائی کے گیت پیش کرتی ہے۔ خصوصاً اہل مدینہ (انصار رضی اللہ عنہم) کی شاعری حضور ﷺ کی آمد اور نبوت کی میزبانی و نصرت کے حوالے سے خوش نصیبی کے اظہار کا ذریعہ بنی، جس میں مہاجرین کے دلوں میں مکہ کی جُدائی اور انصار رضی اللہ عنہم کی زبانی اہل مکہ کی محرومی کے چرچے ملتے ہیں۔ نابغہ الجُعدی کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

بَلَغْنَا السَّمَاءَ مَجْدُنَا وَثَرَاؤُنَا

وَإِنَّا لَنَرْجُو فَوْقَ ذَلِكَ مَظْهَرَا[۳۳]

حضور ﷺ کی تشریف آوری سے ہماری بزرگی اور نصیبہ آسمان تک پہنچ

گیا اور ہم اس سے بھی اوپر چھا جانے کی امید رکھتے ہیں۔

اعشیٰ المازنی ؓ آپ ﷺ کو یَا سَیِّدَ النَّاسِ وَدَیَّانَ الْعَرَبِ(۳۴) کہہ کر مخاطب ہوئے (اے سردارِ دو عالم اور عربی منصف اعظم عرب ﷺ) تو ابو عزہ بن عبد اللہ ؓ پکار اُٹھتے:

وَأَنْتَ امْرُؤٌ بُوِّئْتَ فِیْنَا مَبَاءَةً
لَهَا دَرَجَاتٌ سَهْلَةٌ وَصْعُوْدُ(۳۵)

اور آپ ﷺ ایسے ہیں کہ ہم میں اونچا مقام پایا اُس بلند زینے کی سیڑھیاں جن پر چڑھنا ایک لحاظ سے آسان بھی ہے اور نہایت مشکل بھی۔

آیئے اس دور کی نعت کا سرسری جائزہ لیں۔

ابو قیس بن صَرمہ بن ابی انس ؓ

ابو قیس صرمہ ؓ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی بُت پرستی سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ گھر میں الگ مسجد بنا لی تھی وہیں رہتے تاکہ اُن کے پاس کوئی ناپاک نہ آنے پائے، موٹے کپڑے پہنتے، جُنابت کے موقع پر غسل کرتے، حیض والی عورت کے قریب نہ جاتے، آپ ؓ انتہائی درجہ حق گو بوڑھے تھے۔ بتوں کو چھوڑا تو فرمایا: ”میں رب ابراہیم ؑ کی پرستش کرتا ہوں“ توحید باری موضوعِ سخن تھا(۲۰) حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کو اللہ کریم کا خصوصی انعام اور فضل و کرم قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ثَوَی فِي قُرَیْشٍ بِضْعَ عَشْرَةَ حِجَّةً
یُذَکِّرُ لَوْ یَلْقَی صَدِیْقًا مُوَاتِیَا

فَلَمَّا أَتَانَا أَظْهَرَ اللّٰهُ دِيْنَهُ
فَأَصْبَحَ مَسْرُوْرًا بِطِيْبَةَ رَاضِيَا
وَأَلْفَى صِدِّيْقًا وَاطْمَأَنَّتْ بِهِ النَّوَى
وَكَانَ لَهُ عَوْنًا مِنَ اللّٰهِ بَادِيَا
يَقُصُّ لَنَا مَا قَالَ نُوْحٌ لِقَوْمِهِ
وَمَا قَالَ مُوْسَى إِذْ أَجَابَ الْمُنَادِيَا
وَنَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ
وَنَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ أَفْضَلُ هَادِيَا
نُعَادِي الَّذِيْ عَادَى مِنَ النَّاسِ كُلِّهُمْ
جَمِيْعًا وَإِنْ كَانَ الْحَبِيْبَ الْمُصَافِيَا
أَقُوْلُ إِذَا أَدْعُوْكَ فِي كُلِّ بَيْعَةٍ
تَبَارَكْتَ قَدْ أَكْثَرْتُ لِاسْمِكَ دَاعِيَا(۳۶)

حضور ﷺ دس برس سے زائد عرصہ قریش میں اس امید پر رہے اور تبلیغ کرتے رہے کہ کوئی موافق دوست مل جائے۔ (مگر ایسا نہ ہوا)
جب آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو اللہ نے اپنے دین کو غلبہ عطا کیا اور آپ ﷺ طیبہ سے خوش اور راضی ہو گئے۔ (طیبہ سے مراد حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق مدینہ بھی لیا جا سکتا ہے اور طیبِ خاطر بھی)۔
اور آپ ﷺ نے ایسا دوست پا لیا جس سے آپ ﷺ کی غریب الوطنی باعث اطمینان ہو گئی اور (آپ ﷺ کی آمد) اللہ تعالیٰ کی جانب سے

ظاہر امداد اور معاونت تھی اور ہے۔
نوح ؑ نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا آپ ﷺ بھی ہم سے وہی فرماتے ہیں اور موسیٰ نے (غیب سے) پکارنے والے کو جو جواب دیا اس کی تفصیل بتاتے ہیں۔
جن لوگوں نے آپ ﷺ سے دشمنی کی اور آپ ﷺ جس سے دشمنی کا اظہار فرماتے ہیں ہمارا کیسا ہی دوست کیوں نہ ہو، ہم بھی اُس کے دشمن ہوجاتے ہیں۔ (سبحان اللہ یہ ہے نبی المویدکی شان کا ظہور)۔
اے بابرکت ہستی! جب بھی عبادت گاہ میں جا کر دعا کرتا ہوں۔ آپ ﷺ سے کہہ دوں؟ میں آپ ﷺ کا نام بہت لیتا ہوں (یقیناً یہ دُرود ہی تھا، حضور ﷺ پر بکثرت دُرود تمام دکھوں کا علاج ہے)

سواد بن قارب ؓ

حضرت سواد ؓ اہل یمن کے اسلام لانے والوں میں سر فہرست ہیں۔ وقت کے بڑے عالم تھے۔ کہانت اور شاعری میں سب سے زیادہ مشہور تھے۔ ایک دن آپ ؓ کے خادم جن نے عالم نیم خوابی سے جگایا اور خبر دی کہ لُوئیؑ بن غالب میں سے ایک رسول ﷺ مبعوث ہوا ہے جو لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ صاحب بلوغ الارب محمود شکری نے امام ماوردی کی کتاب اعلام النبوۃ، الاستیعاب اور الاصابہ فی تمییز الصحابہ کے حوالے سے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب ؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت سواد ؓ سے اس واقعہ کی تفصیل پوچھی تو آپ ؓ نے بتایا۔ ایک دن جب کہ وہ عالم نیم خوابی میں تھے جن نے انہیں ٹھوکر مار کر جگایا اور خبر دی:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَتَطْلَابِهَا
وَشَدُّهَا الْعِيْسَ بِأَقْتَابِهَا
تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى
مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكَذَّابِهَا
فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ
لَيْسَ قُدَامَاهَا كَأَذْنَابِهَا(۳۷)

مجھے جنوں پر اور اُن کی تلاش پر اور اُن کے پالانوں کے ساتھ اونٹوں کے باندھنے پر تعجب ہوا۔
یہ ہدایت کی تلاش میں تیزی سے مکہ کی طرف جا رہے ہیں سچے جن جھوٹوں کی طرح نہیں ہوتے۔
لہٰذا تم بھی کوچ کرکے بنو ہاشم کے چیدہ لوگوں کی طرف چلو اُن کے اگلے اُن کے پچھلوں کی طرح نہیں ہو سکتے۔ (قرآن حکیم اس نکتے کو السابقون الاوّلون سے ادا کرتا ہے۔ شاکر)۔

حضرت سواد ؓ نے بتایا انہوں نے اسے اونگھ ہی میں جواب دیا۔ ”مجھے چھوڑ دو۔“ دوسری رات پھر تیسری رات یہی کچھ ہوا۔ تیسری شب جن کا انداز مختلف تھا۔ سواد ؓ فرماتے ہیں میں نے اونٹنی پر پالان ڈالا اور مدینۃ المنورۃ پہنچا۔(۳۸)

حضور اکرم ﷺ اپنے اصحاب ؓ کے ساتھ موجود تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ اللہ! میری عرض سنیے۔ آپ ﷺ کی اجازت سے عرض کیا:

أَتَانِي نَجِيِّي بَعْدَ هَدْءٍ وَرَقْدَةٍ
وَلَمْ يَكُ فِيمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبِ

ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ
أَتَاكَ رَسُوْلٌ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ
فَشَمَّرْتُ عَنْ ذَيْلِي الْإِزَارَ وَوَسَّطَتْ
بِيَ الذِّعْلِبُ الْوَجْنَاءُ غُبْرَ السَّبَاسِبِ
فَأَشْهَدُ أَنَّ اللهَ لَا رَبَّ غَيْرُه
وَأَنَّكَ مَأْمُونٌ عَلَى كُلِّ غَائِبِ
وَأَنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وِسَيْلَةً
إِلَى اللهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِيْنَ الْأَطَايِبِ
فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ
وَإِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ
وَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُو قُرَابَةٍ
سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ(۳۹)

میرا خادم جن سکون چھا جانے اور سوتا پڑجانے کے بعد میرے پاس آیا اور میں بیان واقعہ میں جھوٹ نہیں بولنے کا۔
لہذا میں نے دامن چُن لیا اورکپڑے پنڈلیوں تک چڑھائے ایک تیز رفتار اونٹنی مجھے لے کر بیابانوں میں گُھس گئی۔
پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی شے نہیں (کسی کی کوئی حقیقت نہیں) اور یہ کہ آپ ﷺ ہر غائب بات پر لائق اعتماد ہیں۔ (جو امور غیب آپ ﷺ نے بتائے ہیں وحی الٰہی کے مطابق ہیں، اپنے آپ سے نہیں)۔

اور میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ قریب ترین وسیلہ ہیں تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں اللہ تک پہنچنے کا۔ اے اربابِ عزت اور پاکیزہ ترین لوگوں کی اولاد!

اے بہترین مرسل ﷺ! اُن باتوں (احکامات) پر عمل کا حکم دیجئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آتے ہیں (تاکہ ہم اُن پر عمل پیرا ہوں) چاہے ہمارے بال بھی کیوں نہ سفید ہو جائیں۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اُس دن میرے شفیع ہونا جس دن کوئی اور سفارشی سواد رضی اللہ عنہ ابن قارب کو ذرہ بھر بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا اب بھی وہ خادم جن آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے؟ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب سے قرآن حکیم کی تلاوت شروع کی ہے وہ نہیں آتا، اور حق تو یہ ہے کہ اُن جنّوں کے عوض اللہ تعالیٰ کی کتاب افضل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن اعور الاعشیٰ المازنی رضی اللہ عنہ

کتب احادیث میں آپ رضی اللہ عنہ اولاد مازن تمیمی کا اعشیٰ سے مشہور ہیں۔ اعشیٰ کئی ایک ہوئے ہیں جن کی تعداد نو بتائی جاتی ہے۔ اُن میں سے اعشیٰ المازنی، اعشیٰ بن قیس اور اعشیٰ بنی بکر مشہور ہوئے۔ اعشیٰ بن قیس اسلام قبول کرنے آیا مگر حُرمتِ شراب کا سن کر لوٹ گیا اور پھر مر گیا یا مارا گیا۔ اعشیٰ بنی بکر بھی اسلام نہیں لایا۔ صرف اعشیٰ المازنی رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مولانا عبد القدوس ہاشمی نے ارمغانِ نعت مرتبہ شفیق بریلوی مرحوم کے مقدمہ میں ان اعشیٰ المازنی رضی اللہ عنہ کے بجائے اعشیٰ بکر کو صحابی لکھ دیا حالانکہ وہ اسلام لایا ہی نہ تھا۔ اسی طرح آپ نے اعشیٰ بن قیس کو اعشیٰ المازنی رضی اللہ عنہ ظاہر کیا اور صحابی رضی اللہ عنہ سمجھا حالانکہ وہ بھی اسلام نہ لایا تھا[۴۰]۔ ”الاعشیٰ کی زوجہ جھگڑا کر کے کسی اور کے پاس چلی گئی“ اعشیٰ سفر سے واپس لوٹے تو یہ حالت دیکھ کر غمزدہ ہوئے اور اُس کی شکایت لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا

استغاثہ منظوم عرض کیا۔ اس نظم کا پہلا مصرعہ نعت کے ذیل میں آتا ہے مگر ”استغاثہ“ کی اوّلین مثال ہونے کی وجہ سے ہم اسے درج کرنے پر مجبور ہیں:

يَا سَيِّدَ النَّاسِ وَدَيَّانَ الْعَرَبْ
إِلَيْكَ أَشْكُو ذِرْبَةً مِنَ الذِّرَبْ
كَالذِّئْبَةِ الْغَبْسَاءِ فِي ظِلِّ السَّرَبْ
خَرَجْتُ أَبْغِيهَا الطَّعَامَ فِي رَجَبْ
فَخَلَّفَتْنِي بِنِزَاعٍ وَهَرَبْ
أَخْلَفَتِ الْعَهْدَ وَلَطَّتِ الذَّنَبْ
تَوَدُّ أَنِّي بَيْنَ غَيْضٍ مُؤْتَشَبْ
وَهُنَّ شَرُّ غَالِبٍ لِمَنْ غَلَبْ (۴۱)

حضور ﷺ نے آخری مصرعہ وَهُنَّ شَرُّ غَالِبٍ لِمَنْ غَلَبْ بے حد پسند فرمایا اور بار بار دُہراتے رہے۔ اُسد الغابہ اور طبقات ابن سعد میں الاعشیٰ کا نام عبد اللہ بن اعور، زوجہ کا نام معاذہ اور اس شخص کا نام جس کے گھر معاذہ چلی گئی تھی مطرف بن بہصل لکھا ہے۔

سردار عالم ﷺ اور عرب کے منصف اعظم ﷺ میں ذرب کی بیٹی (معاذہ) کی شکایت لے کر حاضر ہوا ہوں۔
میں ماہِ رجب میں اس کے لیے روزی کی تلاش میں نکلا۔ معاذہ بل کی پھوار میں بھوری بھڑ کی طرح جھگڑالو لڑکی تھی۔ میرے جانے کے بعد اس نے جھگڑا فساد کر کے گھر چھوڑ دیا۔ اُس نے وعدہ خلافی کی اور آلودۂ گناہ ہوئی۔
وہ مجھے گھنے جنگل میں پھنسانا چاہتی ہے یہ عورتیں ایسا شر ہیں کہ جو دب

جائیں اُنہیں خوب دباتی ہیں۔ (گھنے جنگل سے مراد باہمی فتنہ و فساد سے ہے۔ واضح رہے کہ عرب کو یہ احساس میثاق مدینہ نے دلایا تھا جو تاریخ کا پہلا آئین سلطنت تھا)۔

ابو عِزہ بن عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ اسیران بدر میں سے تھے اور بہت سی لڑکیوں کے باپ تھے اور محتاج تھے۔ فدیہ کی رقم ادا نہ کر سکنے کے بارے میں حضور اکرم ﷺ سے التماس کی اور احسان کے طالب ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس شرط اور وعدہ پر کہ وہ آپ ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے چھوڑ دیا۔ ابو عزہ اس سلوک سے انتہائی ممنون ہوئے اور اپنی قوم کو آپ ﷺ کے فضائل یوں سنائے:

مَنْ مُبَلِّغٌ عَنِّي الرَّسُوْلَ مُحَمَّدًا
بِأَنَّكَ حَقٌّ وَالْمَلِيْكُ حَمِيْدُ
وَأَنْتَ امْرُؤٌ تَدْعُو فِي الْحَقِّ وَالْهُدَى
عَلَيْكَ مِنَ اللهِ الْعَظِيمِ شَهِيْدُ
وَأَنْتَ امْرُؤٌ بُوِّئْتَ فِيْنَا مَبَاءَة
لَهَا دَرَجَاتٌ سَهْلَةٌ وَصُعُوْدُ
فَإِنَّكَ مَنْ حَارَبْتَهُ لَمُحَارَبٌ
شَقِيٌّ وَمَنْ سَالَمْتَهُ لَسَعِيْدُ(۴۲)

ہے کوئی جو نبی اکرم محمد ﷺ تک میرا پیغام پہنچائے، کہ آپ ﷺ سچے ہیں اور لائق حمد و ثنا سردار ﷺ۔
آپ ﷺ ایسے فرد ہیں کہ سچائی اور صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔

آپ ﷺ کی سچائی پر عظیم خدا گواہ ہے۔
آپ ﷺ نے ہم میں اونچا مقام حاصل کر لیا ہے (بوجہ حسنِ سلوک)
اُس بلند زینے کی سیڑھیاں جن پر چڑھنا ایک لحاظ سے آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔
جو آپ ﷺ سے نبرد آزما ہوا وہ بد نصیب ہے جس نے خوئے تسلیم اپنا لی (اسلام لایا) وہ خوش بخت ہے۔

حضرت فردہ بن عمرو الجذامی ثُم نفالی رضی اللہ عنہ

حضرت فردہ رضی اللہ عنہ رومیوں کی طرف سے معان پر عامل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے لیے سفید خچر بطور ہدیہ بھیجا اور اپنے اسلام لانے کی اطلاع دی۔رومیوں تک خبر پہنچی تو قید میں ڈال دیا۔ زرقانی کے مطابق حبسِ دوام کی سزا ملی او ر طبقات ابن سعد کی رُو سے سُولی پر لٹکا دیے گئے شہادت کے وقت ایک شعر کہا جو زہری بن شہاب کی روایت سے درج ہے:

بَلِّغْ سَرَاةَ الْمُسْلِمِيْنَ بِأَنَّنِي
سَلْمٌ لِرَبِّي أَعْظُمِي وَمَقَامِي (۴۳)

یارو! مسلمانوں کے سردار (محمد مصطفیٰ) تک یہ اطلاع پہنچا دو کہ میری ہڈیاں اور میرا وجود میرے پروردگار کے حوالے ہے۔

حضرت قیس بن عبد اللہ نابغتہ الجُعدی رضی اللہ عنہ

حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ جاہلیت میں ہی عبادت گزار تھے۔ بتوں کی پرستش اور جوئے سے نفرت تھی۔ روزے رکھتے تھے اور استغفار معمول تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نابغہ اس لیے کہتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں شعر کہتے تھے پھر تیس برس تک کوئی شعر نہ

کہا مگر ایک بار پھر یہ چشمہ پھوٹ پڑا۔ آپ ﷺ نابغہ ذبیانی سے عمر میں بڑے تھے۔ عمرو بن شبہ کے بقول آپ ﷺ نے ایک سو اسی سال عمر پائی اور ابن قتیبہ اور ابو عبید بکری کے مطابق دو سو بیس سال زندہ رہے۔ اس طویل عمر کی تصدیق نابغہ ﷺ کے ایک شعر سے بھی ہوتی ہے جس میں تین قرن فنا کرنے کا ذکر کیا ہے اور ایک قرن ساٹھ سال کا ہوتا ہے۔

ثَلَاثَةُ أَهْلِيْنَ أَفْنَيْتُهُمْ
وَكَانَ الْإِلَهُ هُوَ الْمُسْتَآسَا(۴۴)

آپ ﷺ ابن زبیر ﷺ کے زمانے کے بعد تک زندہ رہے، صاحب الباب الاوب جناب ثعلبی نے لکھا ہے کہ قیس بن عبد اللہ مخضرمین العمری میں سے ہیں۔ اُن کے بہترین اشعار وہ ہیں جن میں وہ حضور نبی کریم ﷺ سے یوں مخاطب ہوئے:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ إِذ جَاءَ بالهُدَى
وَيَتْلُوا كِتَابًا كَالْمجَرَّةِ نَيِّرَا!
بَلَغْنَا السَّمَاءَ مَجْدُنَا وَجُدُوْنَنَا
وَإِنَّا لَنَرْجُو فَوْقَ ذَلِكَ مَظْهَرَا
وَلَا خَيْرَ فِي حِلْمٍ إِذَا لَمْ يَكُن لَهُ
بَوَادِرُ تَحْمِي صَفْوَهُ أَنْ يُكَدَّرَا(۴۵)

حضور اکرم ﷺ ہدایت لے کر آئے (نبی مبعوث ہوئے) تو میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کہکشاں کی سی روشن کتاب پڑھتے تھے۔
ہماری بزرگی اور نصیبہ آسمان تک پہنچ گیا۔ ہم اس سے بھی اوپر تک چھا جانے کی امید رکھتے ہیں۔

ایسے علم میں کوئی بھلائی نہیں جس کی مستعدی اُس کے صاف پانی کو
گدلا ہونے سے محفوظ نہ رکھ سکے۔

حضور اکرم ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا اے ابو لیلیٰ تو کہاں تک جانا چاہتا ہے؟ بولے جنت تک۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضور ﷺ نے پہلے دو شعروں پر فرمایا خدا کرے تیرا منہ نہ ٹوٹے۔ اسی دُعا کی برکت سے اتنی طویل عمر کے باوجود آپ ؓ کے دانت سلامت رہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (۴۶)

بجیر ابن زہیر ابو سلمیٰ ؓ

آپ ؓ مشہور زمانہ صاحبِ قصیدہ "بانت سُعاد" کعب ابن زہیر کے سگے بھائی تھے۔ مرحوم باپ نے اپنے دونوں بلند مرتبہ فرزندوں کو وصیت کی تھی کہ ایک نبی ﷺ کی بعثت قریب ہے جب وہ ظاہر ہو تو تم اُس ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور اُس ﷺ کا ساتھ دینا۔ حضرت بجیر نے والد کی وصیت پر بر وقت عمل کرنے کی سعادت پائی۔ اُسدُ الغابہ کے مطابق یہ دونوں بھائی اسلام لے آئے یہاں تک کہ مقامِ ابرق عذاف تک پہنچے بُجیر ؓ نے اپنے بھائی کعب سے کہا تم ادھر بکریوں کے پاس ٹھہرو میں اُس شخص (نبی ﷺ) کے پاس جاؤں اور سنوں کہ وہ کہتا کیا ہے؟ کعب وہیں ٹھہر گئے اور بجیر ؓ نے حضور ﷺ کے دربار میں حاضری دی اور بلا تامل اسلام قبول کر لیا۔ کعب نے یہ خبر سنی تو کہا:

أَلَا أَبْلِغَا عَنِّي بُجَيْرًا رِسَالَةً
عَلَى أَيِّ شَيْءٍ وَيْبَ غَيْرِ ذَلِكَ دَلَّكَا
شَرِبْتَ مَعَ الْمَأْمُونِ كَأْسًا رَوِيَّةً
فَأَنْهَلَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَلَّكَا
وَخَالَفْتَ أَسْبَابَ الْهُدَى وَاتَّبَعْتَهُ

عَلَى أَيِّ شَيْءٍ وَيْبَ غَيْرِكَ دَلَّكَا(۴۷)

کون ہے جو بجیر تک میرا یہ پیغام پہنچادے؟ کس چیز کی بنا پر اوروں کے کہنے پر تو ہلاک ہو گیا۔

تو نے محمد امین کے ساتھ (اُن کے دین کا) پیالہ خوب سیر ہو کر پیا یہاں تک کہ

ہدایت کے تمام ذرائع کی مخالفت کرتے ہوئے اس (ﷺ) کا اتباع اختیار کر لیا (جو تیری نجات کا باعث ہے)، کس چیز کی بنا پر اوروں کے کہنے پر تو ہلاک ہوگیا۔

جناب بجیر کو کعب کا خط ملا تو چھپانے کی بجائے حضور اکرم ﷺ کو دکھا دیا اور خود کعب کے نام لکھ بھیجا کہ سچائی کا راستہ یہی ہے، اس کے بغیر حق کی راہ کہیں نہیں ملے گی۔ تجھے نجات مطلوب ہے تو وہ اسی میں ہے مجھے ملامت کرنے کی بجائے اسی راہ کو اختیار کر:

مَنْ مُبْلِغُ كَعْبًا فَهَلْ لَكَ فِي الَّتِي
تَلُوْمُ عَلَيْهَا بَاطِلًا وَهِيَ أَحْزَمُ
إِلَى اللهِ لَا الْعُزَّى وَلَا اللَّاتِ وَحْدَهُ
فَتَنْجُو إِذَا كَانَ النَّجَاءُ وَتَسْلَمُ(۴۸)

غزوہ حنین پر حضرت بجیر ؓ کے کہے ہوئے کچھ اشعار محفوظ ہیں جن میں حضور ﷺ کے اتباع کی برکات میں شجاعت و پامردی کا ذکر کیا ہے:

لَوْلَا الْإِلَهُ وَعَبْدُهُ وَلَّيْتُمْ
حِينَ اسْتَخَفَّ الرّعْبُ كُلّ جَبَانِ

بِالْجِزْعِ يَوْمَ حَبَالَنَا أَقْرَانُنَا
وَسَوَابِحٌ يَكْبُوْنَ لِلْأَذْقَانِ
وَاللّٰهُ أَكْرَمَنَا وَأَظْهَرَ دِيْنَنَا
وَأَعَزَّنَا بِعِبَادَةِ الرَّحْمٰنِ(۴۹)

اگر خدائے واحد اور اس کا بندہ، رسولِ برحق ﷺ نہ ہوتا تو تم سب پیٹھ دکھا کر بھاگتے نظر آتے، اُس وقت جب خوف و مرعوبیت نے ہر بزدل کو اوچھا بنا دیا تھا۔
وادی کے موڑ پر جس وقت دشمن ہمارے سامنے آ رہے تھے اور اچھے اچھے سبک رفتار گھوڑے بھی جب ٹھوکریں کھا کھا کر منہ کے بَل گر رہے تھے۔
اللہ تعالیٰ نے ہمیں (مسلمانوں کو) شرف بخشا، ہمارے دینِ برحق کو غالب کر دیا اور یہ عزت خدائے واحد کی عبادت ہی کا ثمرہ تھا۔

فتح مکہ پر آپ ؓ نے جو اشعار کہے یہ شعر اُن میں منتخب ہیں:

وَأَعْطَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَّا
مَوَاثِقَنَا عَلَى حُسْنِ التَّصَافِي
فَأُبْنَا غَانِمِيْنَ بِمَا اشْتَهَيْنَا
وَآبُوا نَادِمِيْنَ عَلَى الْخِلَافِ(۵۰)

اور ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کو جو ہمیں میں سے ہیں، اپنا قول و قرار انتہائی خلوص اور صفائے قلب کے ساتھ دیا۔
پھر ہم اپنی خواہش کے مطابق مالِ غنیمت لے کر واپس لوٹے اور وہ

(قریش) ندامت لے کر۔

ان اشعار میں مالِ غنیمت لے کر لوٹنے اور کفار کے ندامت لے کر لوٹنے کا ذکر انہیں فتح مکہ سے متعلق ظاہر نہیں کرتے۔ واللہ اعلم کس غزوہ سے متعلق ہیں مگر فتح مکہ کے موقعہ پر نہیں کہے گئے میرا خیال ہے یہ احوال حنین کی تقسیم سے متعلق ہے۔ واللہ اعلم۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک تشبیہ لائقِ دید ہے، جس میں لشکرِ اسلام کی روانگی کا نقشہ کھینچا ہے:

فِي كُلِّ سَابِغَةٍ إِذَا مَا اسْتَحْصَنَتْ
كَالنَّهْيِ هَبَّتْ رِيْحُهُ الْمُتَرَقْرِقِ(۵۱)

زرہ میں ملبوس پر فرد گھوڑے پر چلتا تو یوں لگتا جیسے کہ تالاب ہے جسے ہوا نے متحرک کر دیا ہے۔

کعب ابنِ اشرف

کعب ابنِ اشرف اپنی منافقت کے ہاتھوں برباد ہوا۔ بدر میں جب اہل قریش پر مصیبت آئی تو اُس نے اُن کی ہمدردی میں خوب خوب فریاد کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھلی منافقت پر کعب کا خون حلال کر دیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی حامی بھر لی اور ایک دن اسے ہلاک کر دیا۔ غالباً اسلام میں یہ پہلا قتل تھا جو بغیر اعلان جنگ کیے عمل میں آیا اور یہ کعب کی اپنی منافقت کا پھل تھا۔ لیکن جب وہ صحابیٔ رسول تھا اوراہل ایمان میں شامل تھا تو خوب خوب قصائد کہے۔ ایک قصیدے کا شعر ہے:

أَمِيْنٌ مُّحِبٌّ فِي الْعِبَادِ مُسَوَّمٌ
بِخَاتِمِ رَبٍّ قَاهِرٍ لِلْخَوَاتِمِ(۵۲)

محمد ﷺ امین اور بندگانِ خدا سے محبت کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کی پُشت (مبارک) پر ربِ قادر کریم کی مُہر ثبت ہے۔

اُم المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

رفیق نبوت حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خوش نصیب بیٹی حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی نعتیہ اشعار منسوب ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہ تو کسی نے حضور ﷺ کو چاہا نہ چاہا گیا۔ اشعار کا لہجہ ہی انہیں اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا کلام منوا رہا ہے:

لَنَا شَمْسٌ وَّلِلْآفَاقِ شَمْسٌ!!
وَشَمْسِي خَيْرٌ مِنْ شَمْسِ السَّمَاءِ
فَإِنَّ الشَّمْسَ تَطْلَعُ بَعْدَ فَجْرٍ
وَشَمْسِي طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَاءِ

ایک ہمارا آفتاب ہے، ایک آسمان کا سُورج۔ میرا آفتاب آسمان کے سُورج سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس لیے کہ آسمان کا سورج صبح کو طلوع ہوتا ہے اور میرا آفتاب عشاء کے بعد۔

آپ رضی اللہ عنہا سے یہ اشعار بھی منسوب کیے جاتے ہیں۔ لیکن اس میں ”لو امی زُلیخا“ محلِ نظر ہے۔ انگلیاں کاٹنے والی زلیخا کی ملامت کے لیے نہیں، بلکہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کے لیے لائی گئی تھیں۔ اُن کا اپنی انگلیاں کاٹنا ایک مکر تھا جس کا طنزاً اظہار حضرتِ یوسف علیہ السلام نے بفحوائے فرمان باری یوں فرمایا تھا۔ (جب جیل سے رہا ہوئے تھے) ﴿مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ﴾[۵۳] یہاں کید کے معانی عشق و محبت ہیں یا وہ کوشش اور دوڑ دھوپ جو معاملات بگاڑنے یا نقصان پہنچانے کے لیے کی جائے؟ [۵۴]

وَلَوْ سَمِعُوا فِي مِصْرٍ أَوْصَافَ خَدِّهِ
لَمَا بَذَلُوا فِي سَوْمِ يُوْسُفَ نَقْدِ
لَوَاحِي زُلَيْخَا لَوْ رَئَيْنَ جَبِيْنَهُ!
لَآثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَى الْأَيْدِي(۵۵)

اگر اہل مصر آقا و مولا کے خدوخال کی تعریف بھی سُن لیتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری میں نقد نہ لٹاتے۔

حضرت زُلیخا کو ملامت کرنے والیاں اگر آپ ﷺ کے حسن و جمال کو دیکھ لیتیں تو انگلیوں کے بجائے دل پر چھریاں چل جاتیں (مکار عورتوں کی طرف سے حضرتِ زُلیخا کو ملامت کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بادشاہ کی بیگم اور ایک غلام کو دیوانہ نہ کر سکی۔ دیکھ ہم کیا کرتی ہیں)۔

حواشی باب چہارم

(۱) عکری، شذرات الذہب، ۵/۱۵۳

(۲) مقدمہ دیوان حسّان ؓ۔

(۳) سیرۃ ابن ہشام، جلد ۲ باب ۱۶۴۔

(۴) ابو الفرج الاصبہانی، الاغانی، ۴/۱۴۴

(۵) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۵/۸۶

(۶) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲/۳۲۰

(۷)اہل کتاب صحابہ ؓ و تابعین، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ۔ حضرت عمرو ؓ نے جب حضور ﷺ کی بعثت کا سنا تو یہ اشعار کہے۔ باپ کا بنایا ہوا بت توڑ ڈالا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام لائے اور یہ شعر سنائے۔ اُسد الغابہ میں حضرت عمرو ؓ کے دو شعر درج ہیں تیسرا نہیں۔

(۸) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲/۱۸۸

(۹) ابن ھشام، السیرۃ النبویۃ، ۲/۱۱۶

(۱۰) یہاں شاہانِ سلف کی وراثت میں ملی ہوئی تلوار سے اشارہ ہے سیف ذی یزن کی طرف سے خواجہ عبد المطلب کو ہِبَہ کی گئی اس تلوار کی طرف جو آپ کو حبشہ کی فتح کے موقعہ پر ملی تھی۔ (واقعہ کی تفصیل باب اوّل میں ملے گی)۔ اس لیے کہ آپ کے اجداد میں کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ ہرقل کے استفسار پر خود ابو سفیان نے بتایا تھا کہ ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔

(۱۱) بلوغ الارب، جلد ۲۔ محمود شکری الوسی، ص ۱۱۰، سیرۃ ابن ہشام، مطبوعہ بیروت۔ جلد اوّل، ص۳۵۲۔

(۱۲) سیرۃ ابن ہشام (عربی)، جلد اوّل،ص ۳۷۲۔

(۱۳) سیرۃ ابن ہشام، ۳/۲۱۷

(۱۴) سیرۃ ابن ہشام (عربی)، جلد اوّل، ص ۲۶۹۔

(۱۵) حاکم، المستدرک، ۳/۲۱۸، رقم:۴۸۹۴
(۱۶) سیرۃ ابن ہشام، جلد ۲، ص ۱۶۲۔
(۱۷) مجموعۃ النبھانیہ، امام یوسف النبھانی، جلد اوّل، ص۴۷۔
(۱۸) سیرۃ ابن ہشام، جلد دوم، ص ۱۹۲۔
(۱۹) سیرۃ ابن ہشام، جلد اوّل، ص۳۳۰۔
(۲۰) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲/۲۹۲
(۲۱) حیاۃ صحابہ ﷺ، مولانا محمد یوسف کاندھلوی، جلد اوّل، ص ۳۱۳۔
(۲۲) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۲/۳۱۸
(۲۳) سیرۃ ابن ہشام (عربی)، جلد اوّل، ص ۴۸۳۔
(۲۴) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲/۲۲۱.
(۲۵) (۱) بیہقی، السنن الکبری، ۶/۳۵۷، رقم/۱۲۸۱۲۔ (۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲/۲۲۱.
(۲۶) سیاسی وثیقہ جات مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور، بخاری باب ہجرت، ابن اثیر، الکامل، جلد دوم ۲۰۷۔۵۶۴۔
(۲۷) سیرۃ ابن ہشام، (عربی)، جلد اوّل، ص ۴۹۰
(۲۸) سیرۃ ابن ہشام، (عربی) جلد اوّل، ص ۴۸۵، طبقاتِ ابن سعد، حصہ اوّل (اخبار النبی ﷺ)، ص ۳۲۹۔
(۲۹) بڑی تلاش کی مگر تطبیق کی کوئی صورت نہ نکل سکی سوائے ان معروضات کے کہ ممکن ہے ہر دو سے یکے بعد دیگرے شادی ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابی الجون عبد العزیٰ ہی کی کنیت ہو۔ واللہ اعلم۔
(۳۰) أخرجه الحاكم في المستدرك، ۳/۱۰، ۱۱، الرقم/٤٢٧٤، والطبراني في المعجم الكبير، ٤/٤٩، ٥٠، الرقم/٣٦٠٥، وابن حبان في الثقات، ١/١٢٥-١٢٧، وابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني، ٦/٢٥٢-٢٥٤، الرقم/٣٤٨٥، وابن عبد البر في الاستيعاب، ٤/١٩٥٨-١٩٦٠، الرقم/٤٢١٥، وابن الجوزي في صفة الصفوة، ١/١٣٩، ١٤٠، والهيثمي في مجمع الزوائد، ٨/٢٧٩.
(۳۱) طبقات ابن سعد، جلد ۶ ص۳۶۴

(۳۲) سیرۃ ابن ہشام اور محمود شکری نے بلوغ الارب میں آپ ﷺ کے موحدانہ کلام کا خاصا مجموعہ مرتب کیا ہے۔
(۳۳) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲۳۲/۶
(۳۴) احمد بن حنبل، المسند، ۲۰۲/۲، رقم:۶۸۸۶
(۳۵) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳۱۲/۳
(۳۶) سیرۃ ابن ہشام، جلد اوّل، ص ۵۱۲، بلوغ الارب، جلد ۳، ص ۲۰۴۔
(۳۷) بلوغ الارب، جلد ۴، ص ۴۰۰۔
(۳۸) جنّ مکہ جانے کی بات کرتا ہے مگر سواد رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچنے کی۔ ان ہر دو بیانات میں بظاہر تضاد ہے۔ فی الحقیقت ایسا نہیں۔ جنّ بنو ہاشم کے حوالے سے جنوں کی مسلسل مکہ روانگی کا ذکر کر رہا ہے اور حضرت سواد رضی اللہ عنہ مدینہ میں حاضری کا ذکر کر رہے ہیں، نہ کہ روانگی کا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ داستان سُننے کی خواہش بتاتی ہے کہ یہ واقعہ ہجرت مدینہ کے فوراً بعد کا ہے اس لیے ممکن ہے سواد رضی اللہ عنہ بھی پہلے مکہ گئے ہوں اور واقعۂ ہجرت کا سن کر مدینہ میں حاضرِ دربار ہوئے ہوں۔ واللہ اعلم۔
(۳۹) بلوغ الارب، جلد ۴، ص ۴۰۴ (مترجم) مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ لاہور۔
(۴۰) ارمغانِ نعت، شفیق بریلوی، مقدمہ، ص۲۰،سلسلہ نمبر ۱۳/۱۲۔
(۴۱) اُسدُالغابہ، باب الہمزہ معہ عین، ص۱۴۶، طبقاتِ ابن سعد، حصّہ ہفتم، ص ۲۷۔
(۴۲) سیرۃ ابن ہشام، جلد اوّل، ص ۲۱۔ ۲۰۷۔
(۴۳)طبقات ابن سعد، جلد ۷، ص ۴۳۸، سیرۃ ابن ہشام، جلد ۲، ص۲۷۷۔
(۴۴) ابو الفرج الاصبہانی، الاغانی، ۱۰/۵
(۴۵) بلوغ الارب، جلد ۴، ص ۱۰۱، سَمّطِ الآلی، ص ۴۸۔۲۴۷
(۴۶) بلوغ الارب، ایضاً (باب چہارم)۔
(۴۷) ابن کثیر، اُسد الغابہ، باب الباء مع الجیم۔ سیرۃ ابن ہشام میں شعر اوّل کا مصرعہ دوم یوں ہے۔ فَهَلْ لَكَ فِيْمَا قُلْتَ وَيْحَكَ هَلْ لَكَ اسی طرح شعر کا سوم کا مصرعہ دوم، شعر اوّل کا مصرعہ دوم ہے میرے نزدیک وہی ترتیب درست ہے۔
(۴۸) حاکم، المستدرک، ۶۷۳/۳

(۴۹) سیرۃ ابن ہشام، جلد دوم، ص ۵۴۴۔
(۵۰) سیرۃ ابن ہشام، جلد دوم، ص ۵۰۰۔
(۵۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۴/۲۲۳
(۵۲) ابو بکر الاَنباری، الزاہر فی معانی کلمات الناس، ۱/۲۴۵
(۵۳) سورۃ یوسف: ۵۰
(۵۴) دیکھئے احکام القرآن،جلد سوم، علامہ ابو بکر الجصاص اردو ترجمہ (مولانا) عبد القیوم مطبوعہ شریعہ اکیڈمی انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۹ء۔
(۵۵) ابو طاہر احمد بن محمد الاصبہانی (متوفی: ۵۷۶ھ)، معجم السفر، ص ۳۹۸

پانچواں باب

حرکتِ اسلامی کی تارِیخ

فصلِ اوّل

اس دَور کی شاعری

نعتِ رسول ﷺ کا یہ دَور اسلام کی حرکی تاریخ کا مصدرِ اوّل ہے۔ اس دَور میں، جہاں دورِ اوّل، دوم اورسوم کی بازگشت کی صدا سُنائی دیتی ہے،جہاں النبیّ المنتظر ﷺ کے سیرت و کردار، آپ ﷺ کے فضائل و شمائل اور آپ ﷺ کی دعوتِ اسلامی کی سچّائی و بڑائی کے مناقب ملتے ہیں وہاں سابق اَدوار کی طرح محض مظلوم اور ستم کَش اُمتیانِ رسُول ﷺ (آلِ رسول ﷺ) کا دَرد و کرب اور بے پناہ مصائب و مشکلات پر صبر و شکر کا بیان کم سے کم تر ہوتا جاتا ہے۔ اس دَور میں حق کے نام لیواؤں کی برتری، بالادستی، شان و شکوہ، فتح و کامرانی اور باطل کی شکست و ریخت، دِل برشتگی اور خستگی، تباہی اور بربادی کے چرچے ہیں جو:

﴿وَالْعَصْرِ○ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ○ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ○﴾[1]

کے فلسفۂ تاریخ کی حقانیت و صداقت کا جیتا جاگتا ثُبوت ہے۔

پہلے تین اَدوار کے صبر آزما مراحل سے صبر و شکر کے ساتھ گذر جانے والے اہلِ حق اب خُسران کی بجائے کامرانی اور فتح مندی کی منزلوں میں ہیں۔ عبد اللہ ابن رواحہ ؓ، کعب ابن مالک ؓ، عباس ؑ ابن مرواس اور دربارِ رسالت مآب ﷺ کے شاعرِ خاص حضرتِ حسان ؓ ابن ثابت کی نوک زبان کی بَرِش، اسلامیانِ مدینہ کی

تلواروں سے کم کاٹ نہیں رکھتی۔ فصاحت و بلاغت بامِ عروج پر ہے،لیکن افسانوی رنگ کی آمیزش اب بھی ناپید ہے جس مجموعے کو اٹھا کر دیکھیں رُوحِ عصر بولتی نظر آئے گی۔ کہیں اپنوں کی شجاعت و شہادت کا فخریہ بیان ہے تو کہیں دشمنانِ اسلام کی سرکوبی و بربادی کا حقارت آفریں تذکرہ۔ یہ سب کچھ نبی اکرم ﷺ کی دعوتِ دین کی نشر و اشاعت اور بلندی و کامرانی کی خاطر ہو رہا ہے۔ اعلائے کلمتہ الحق ان سر فروشیوں اور سر جوشیوں کا مقصدِ اوّل ہے۔اس لیے آپ ﷺ کا حسنِ کردار اور دینِ اسلام کے محاسن شعر شعر سے ٹپکتے اور چمکتے ہیں اور یُوں نعت ایک تازہ اسلُوب اور ایک نئے آہنگ و رنگ سے اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

اس دَور کا آغاز یُوں تو بیعتِ عقبہ ہی سے ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ان الفاظ سے خطاب کرتا ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾(۲)

جن اہلِ ایمان کو ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اب انہیں بھی جنگ کی رخصت دی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر قادر ہے۔ بیعتِ عقبہ کے موقعہ پر جن قبائل نے مدینہ تشریف لانے کی دعوت اور نُصرت و اعانت کاوعدہ کیا،انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُصرت و اعانت کا یقین دلایا گیا۔ (وَلَيَنْصُرَنَّ اللهُ مَنْ يَنْصُرُهُ) بتایا گیا کہ ایسا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر ظلم و تشدّد کبھی نہ رُک سکے گا اور کسی کا دین اور شعائر دین سلامت نہیں رہ سکیں گے۔

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللهِ كَثِيرًا﴾(۳)

اس آیتِ کریمہ نے امتِ مسلمہ کو ایسی صورتِ حالات میں ہمیشہ کے لیے اُسی

طرح کے عمل کا پابند بنا دیا ہے جو مہاجرین مکّہ کے لیے ضروری قرار پایا تھا۔

اگر ہجرت محض بھاگنے اور جان بچانے کی غرض سے ہو تو وہ نہ اسلامی ہجرت ہے نہ سُنتِ رسول ﷺ کی پیروی۔ ہجرت صرف اور صرف ظالموں کے خلاف صف بندی اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کی غرض سے ہو تو وہ ترکِ وطن، سُنتِ محبوب الٰہی کا آئینہ دار ہے، کیونکہ بیعتِ عقبہ کا وعدۂ نیم شبی اس حکمِ ربّانی

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا...﴾(۴)

کے تحت جبر و سرکشی کے خلاف محاذ آرا ہونے کی خاطر ہجرتِ مدینہ کی صُورت میں وفا ہُوا اور اسی لیے تو سنِ ہجری کا آغاز بیعتِ عقبہ سے ہوتا ہے۔ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ نے اُمِ احمد سے ہجرتِ مدینہ کا یہی سبب بیان کیا جب کہا:

فَقُلْتُ لَهَا بَلْ يَثْرِبُ الْيَوْمَ وَجْهُنَا
وَمَا يَشَاءُ الرَّحْمٰنُ فَلْعَبْدُ يَرْكَبُ(۵)

میں نے اُمِ احمد کے (اس مشورہ پر کہ کہیں اور چلے جاؤ) اُس سے کہا کہ ہماری توجہ کا مرکز یثرب ہے، کیونکہ جو رحمان چاہتا ہے بندہ وہی کام کرتا ہے۔

یہ حکمِ ربّانی کے تحت ہو رہا تھا ورنہ یثرب کی آب و ہوا اور خانۂ خدا کی برکتوں سے جدائی حضورِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر انتہائی شاق گذرتی تھی۔ یہ حقیقت مکّہ سے باہر کھڑے ہو کر حضورِ اکرم ﷺ کے مکّہ سے خطاب کے علاوہ ایّام مہاجرت میں عاشقِ رسول ﷺ بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ اور رفیقِ ہجرت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ان اشعار سے بھی واضح ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ(٦)

ہر شخص اپنے گھر والوں میں دن گزار رہا ہے (اور ہم اپنے وطن سے دور پڑے ہیں) اور موت ہر شخص کے جُوتے کے تسموں سے بھی زیادہ قریب ہے۔

حضرت بلال ؓ:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيْتُ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ
وَهَلْ أَرِدْنَ يَوْمًا مِيَاهَ مِجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيْلُ(٧)

کیا ایسا نہیں ہو گا؟ کاش میں جانتا کہ کوئی رات ایک وادی میں (حوالِ مکّہ) میں اِذخَر اور جلیل کے پھولوں کے درمیان گزار سکوں گا۔
کاش میں جانتا کہ کِسی روز مقامِ مجِنَّہ (مکّہ کے قریب ایک چشمہ جہاں بازار لگا کرتا تھا) کے چشموں پر بھی جا سکوں گا اور شامہ اور طفیل (مکّہ کی پہاڑیاں) بھی دیکھ سکوں گا۔

جہاں تک آب و ہوا کی خرابی کا تعلق ہے، حضورِ اکرم ﷺ کی دُعائے مستجاب سے یثرب مدینہ طیبہ میں بدل گیا۔

اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ.(٨).(٩)

اے اللہ ہمیں مدینہ سے بھی اسی طرح محبت دے جس طرح مکّہ سے

محبّت (اس کی پاکیزگی کی وجہ سے) ہمارے دلوں میں موجزن ہے بلکہ
اس سے کہیں زیادہ)۔

نبّوت کے چودھویں اور ہجرت کے ایک سال بعد

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾(۱۰)

پر عمل کے مواقع عام ہو گئے تو وہ وقت بھی آ گیا جب مظلومینِ مکّہ کا لہجہ یُوں ہو جائے جیسا کہ حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

وَإِنْ يَرْكَبُوا طُغْيَانَهُمْ وَضَلَالَهُمْ
فَلَيْسَ عَذَابُ اللهِ عَنْهُمْ بِلَابِثِ(۱۱)

پھر اگر وہ اپنی گمراہی اور سرکشی (کے گھوڑے) پر اسی طرح سوار ہیں
تو اللہ کا عذاب اُن سے دریغ (دیر) کرنے والا نہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے یہ شعر بھی قابل توجہ ہیں:

فَمَا يَعْتَدّ رَامٍ فِي عَدُوٍّ
بِسَهْمٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَبْلِيْ
وَذَلِكَ أَنَّ دِيْنَكَ دِيْنُ صِدْقٍ
وَذُو حَقٍّ أَتَيْتَ بِهِ وَعَدْلِ(۱۲)

اے اللہ کے رسول ﷺ! دشمن کے لیے کوئی تیر چلانے والا مجھ سے
قبل تیر تیار نہ رکھے گا۔
اور یہ اس لیے کہ آپ ﷺ کا دین سچّا ہے اور آپ ﷺ نے اس کے
ذریعے حق اور انصاف کی بات پیش کی ہے۔

سریۂ حمزہ میں حضرت حمزہ ﷛ کے یہ اشعار بھی مثال میں پیش کیے جا سکتے ہیں:

فَمَا بَرِحُوا حَتَّى انْتَدَبْتُ لِغَارَةِ
لَهُمْ حَيْثُ حَلُّوا أَبْتَغِي رَاحَةَ الْفَضْلِ
بِأَمْرِ رَسُوْلِ اللهِ أَوَّلُ خَافِقٍ
عَلَيْهِ لِوَاءٌ لَمْ يَكُنْ لَاحَ مِنْ قَبْلِي
لَوَاءٌ لَدَيْهِ النَّصْرُ مِنْ ذِي كَرَامَةٍ
إِلَهٍ عَزِيزٍ فِعْلُهُ أَفَضْلُ الْفِعْلِ(۱۳)

پس انہوں نے اپنی حالت نہ بدلی (اسلام کی دعوتِ پاکدامنی اور انصاف کی نصیحت کو یاوہ گوئی پر محمول کرتے رہے) تو وہ جہاں اترے، میں نے فضیلت کا میدان حاصل کرنے کے لیے اُن پر چھاپہ مارا۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اس امر کا پہلا پرچم کشا تھا۔ ایسا پرچم اس سے قبل میں نے کبھی کُھلا نہیں دیکھا۔
وہ پرچم، عزت و شان والے معبود کی مدد جس کے شاملِ حال تھی جس کا ہر کام افضل ہے۔

غزوۂ عبد اللہ بن جحش ﷛ کے حوالے سے جب قریش مکّہ نے حضورِ اکرم ﷺ اور اصحابِ کرام ﷪ پر ماہِ حرام میں، حرم میں خونریزی کا الزام عائد کیا تو عبد اللہ بن جحش ﷛ نے اس الزام کا جواب بھی اسی حوالے سے دیا اور استدلال کی شان بڑھائی:

تَعُدُّوْنَ قَتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيْمَةً
وَأَعْظَمُ مِنْهُ لَوْ يَرَى الرُّشْدَ رَاشِدُ
صُدُوْدُكُمْ عَمَّا يَقُوْلُ مُحَمَّدٌ

وَكُفْرٌ بِهِ وَاللّٰهُ رَاءٍ وَشَاهِدُ
وَإِخْرَاجُكُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللّٰهِ أَهْلَهُ
لِئَلَّا يُرَى لِلَّهِ فِي الْبَيْتِ سَاجِدُ(۱۴)

ماہِ حرام میں قتل کو تعدّی اور بڑا گناہ کہنے والو! سیدھی راہ چلنے والا، اگر رُشد و ہدایت کی بات کرے تو اس سے بھی بڑا گناہ وہ ہے جو تُم نے اپنایا ہے۔
محمد ﷺ کی تعلیمات کی مخالفت اور آپ ﷺ سے تم لوگوں کا افکار اللہ دیکھ رہا ہے اور گواہ ہے۔
اور اللہ کی مسجد سے اُس کے اہل (ایمانداروں) کا نکالنا تاکہ اللہ کے گھر میں ایک بھی سجدہ گذار نظر نہ آئے۔ (کیا یہ تعدّی اور عظیم گناہ نہیں؟)

مختصر یہ کہ اشعار دینِ حق کی سر بلندی اور اتباعِ رسول ﷺ کی خاطر جہاں کفر کے خلاف مذکورہ احکام ربّانی کے مطابق جہاد کی راہ اختیار کرنے کی تصدیق کرتے ہیں وہاں یہ بھی ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا لہجہ باطل کے مقابل اب معذرت خواہانہ نہیں رہا۔ اب نعت آنکھ سے آنکھ مِلا کر حق کی آواز بلند کرنے کا لہجہ اختیار کر رہی ہے یُوں نعت ایک محدود صنفِ سخن کی بجائے رُوحِ عصر کی ترجمان بن کر اُبھرتی ہے۔ نعتِ رسول ﷺ کا یہ ارتقاء حال میں چھپنے والے نعتیہ کلام کے مجموعوں میں ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اُردو نعت کا ایک ایسا انتخاب شائع کرنے کی اشد ضرورت ہے جس میں بدلتے ہوئے عصری تقاضوں کے ساتھ ساتھ نعت کے بدلتے ہوئے لہجے سامنے لائے جائیں۔

الغرض دیکھتے ہی دیکھتے تیر اندازوں کی تیر اندازی اور شمشیرزنوں کی شمشیرزنی آزمانے کا وہ موقعہ بھی آ گیا جسے تاریخ جنگِ بدر کے نام سے یاد کرتی ہے۔ قرآن حکیم

نے جس کی اطلاع ہجرتِ حبشہ ہی کے زمانۂ بے چارگی میں غُلِبَتِ الرُّومِ کے حوالے سے دے دی تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ فارس پر رُوم کا غلبہ اُسی دِن ہُوا جب مسلمان کفّارِ مکّہ کی لاشوں سے پٹے، میدانِ بدر میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر جشنِ فتح منا رہے تھے[۱۵] اس جنگ میں بھائی بھائی کے بالمقابل اور بیٹا باپ کے رُو بُرو تھا تو غلام اپنے آقاؤں سے بِھڑ رہے تھے۔ ہمارے ہاں کے بزرجمہر جب کہتے ہیں دو قومی نظریے نے ہندوستان کے مسلمانوں کو تقسیم کیا تو ان کی عقل پر حیرت ہوتی ہے۔ کیا وہ دو قومی نظریے کی تاریخ میں اس واقعہ سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں؟ بہر حال، فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست۔ مشرکینِ مکّہ عقبہ، شیبہ، امّیہ بن خلف اور ابُو جہل ابنِ ہشام جیسے بہادر سپہ سالاروں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگے، مکّہ کا گھر گھر فریادی تھا۔ جب مکّہ غیرت سے رونے کا بھی نہ رہا تھا جب زمعہ بن الاسود اور اس کے بھائی بیٹے رونے کے بہانے تلاش کر رہے تھے تو مدینہ میں حضرتِ حسّان رضی اللہ عنہ طعنہ زنی کر رہے تھے:

فَلَا تَبْكِي عَلَى بَكْرٍ وَلَكِنْ
عَلَى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُوْدُ[۱۶]

اے عورت! جوان اونٹ کے کھو جانے پر نہ رو، رونا ہے تو بدر کے سانحہ پر رو جب (سردارانِ مکّہ کا) نصیبہ پھوٹ گیا۔ اور یہ جشنِ فتح یُوں منایا جا رہا تھا کہ سَر سجدۂ شکر میں خم تھے تو آنکھ اشکِ مسّرت سے نم۔

فَدَعْ عَنْكَ التَّذَكُّرَ كُلَّ يَوْمٍ
وَرُدَّ حَرَارَةَ الصَّدْرِ الْكَئِيْبِ
وَخَبَّرَ بِالَّذِيْ لَا عَيْبَ فِيْهِ
بِصِدْقٍ غَيْرِ إِخْبَارِ الْكَذُوْبِ
بِمَا صَنَعَ الْمَلِيْكُ غَدَاةَ بَدْرٍ

لَنَا فِي الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ النَّصِيْبِ
غَدَاةَ كَأَنَّ جَمْعَهُمْ حِرَاءٌ
بَدَتْ أَرْكَانُهُ جُنْحَ الْغُرُوْبِ
فَلَاقَيْنَاهُمْ مِنَّا بِجَمْعٍ
كَأُسْدِ الْغَابِ مُرْدَانٍ وَشِيبِ
أَمَامَ مُحَمَّدٍ قَدْ وَازَرُوه
عَلَى الْأَعْدَاءِ فِي لَفْحِ الْحُرُوْبِ
يُنَادِيْهِمْ رَسُولُ اللهِ لَمَّا
قَذَفْنَاهُمْ كَبَاكِبَ فِي الْقَلِيْبِ
أَلَمْ تَجِدُوْا كَلَامِي كَانَ حَقًّا
وَأَمْرُ اللهِ يَأْخُذُ بِالْقُلُوبِ
فَمَا نَطَقُوا، وَلَوْ نَطَقُوا لَقَالُوا
صَدَقْتَ وَكُنْتَ ذَا رَأْيٍ مُصِيْبِ(۱۷)

ہر وقت اُن کی یاد تازہ رکھنے کی عادت ترک کر دے اور اپنے اندوہ گیں سینے کی حرارت سرد کر۔
اِن جُھوٹے قِصّوں کی بجائے سچّا واقعہ سُنانا عیب نہیں (شاید یہ گُریز کے اشعار ہیں)۔
سُنا ہے بدر کے دن خدائے مقتدر نے ہمیں مشرکین پر کامیابی عطا فرمائی۔
وہ دن جب اُن (مشرکین) کا لشکر غار حرا والے پہاڑ (جبل نور) لگتا تھا

اُس کی بنیادیں ہِل گئیں اور زوال کے وقت جُھک گئیں۔
ہم نے ایک جماعت لے کر اُن کا مقابلہ کیا جس کے بوڑھے جوان سبھی شیر نیستان تھے۔
اُن لوگوں نے جنگ کی لپیٹ میں محمد ﷺ کی حفاظت کی۔
جب ہم نے اُن کے جتھے کے جتھے گڑھے میں ڈالے تو رسول ﷺ اللہ نے انہیں پکار کر فرمایا کیا تم نے جان نہیں لیا کہ میری بات سچی تھی اور اللہ کا حکم دلوں کو پکڑ لیتا ہے۔

محدثین و سیر نگاروں کے مطابق نبی اکرم ﷺ اُن گڑھوں پر کھڑے ہو کر فرما رہے تھے:

يَا أَهْلَ الْقَلِيْبِ، هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي رَبِّي حَقًّا.(۱۸)

اے کنویں والو! کیا تم نے اس وعدے کو درست پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ میں نے تو اس وعدے کو درست پایا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا۔

صحابہ ﷺ نے پُوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ مُردوں سے کلام فرما رہے ہیں؟ ارشاد ہوا:

مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ وَلَكِنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُجِيبُوا.(۱۹)

حضرت عائشہ ﷺ نے فرمایا آپ ﷺ نے عَلِمُوْا کا لفظ استعمال کیا تم سے بہتر یہ لوگ میرا کہا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔ ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي

الْقُبُورِ﴾(۲۰) کی آیتِ قرآنی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُور کہنے والے کو اسی لیے خود ہی جواب دینا پڑتا ہے وعلیکم السلام یا أَهْلَ الدنیا۔ کہ مُردے سنتے تو ہیں جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اکمل۔

انہوں نے (مُردہ مشرکین نے) کوئی بات نہ کی۔ اگر بول سکتے تو یقیناً کہتے آپ ﷺ نے سچ فرمایا، صحیح رائے آپ ﷺ ہی کی تھی۔

اس سرسری تعارف کے بعد لیجیے اُس دَور کی نعت کا مجموعی جائزہ حاضر ہے۔

فصلِ دوم

جناب زکی مبارک اور عصبیت کا مفہوم

اِس دَور کی شاعری میں کچھ قصائد ایسے ہیں جو قصیدہ کے مقررہ (جاہلی) اُسلُوب اور اصولوں کے مطابق کہے گئے۔ اِن قصائد میں کعب ابنِ زہیر کا قصیدہ بَانَتْ سُعَاد الخ، الأَعشٰی کا قصیدہ أَلَمْ تَغْتَمِض عَيْنَاك الخ، اور حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کے دُوسرے قصائد کے علاوہ عَفَتْ ذَاتُ الْأَصَابِعُ الخ،شامل ہیں جن کاانداز و اسلوب جاہلی ادب کی اُس روایت پر استوار ہے جس کی بناء امرؤ القیس نے رکھی۔ یعنی قصیدہ کا آغاز محبوبہ کے آثارِ دیار پر رونے دھونے اور شکوے شکایت سے ہوتا ہے۔ کنواری لڑکیوں کا ذکر کیا جاتا ہے، شراب و شباب کی محفلوں کا بیان ہوتا ہے، گھوڑوں اور اونٹنیوں کے تذکرے ہوتے ہیں۔ پھر بڑی فنکاری کے ساتھ گریز کرتے ہُوئے ممدوح کا ذکر شروع کر دیا جاتا ہے۔

جنابِ زکی مبارک اِن مذکورہ قصائد کو نعت رسول ﷺ کے ذیل میں رکھنے کے حق میں نہیں اس لیے کہ یہ قصائد اُسی جاہلی روایت کا حصّہ ہیں ان میں اُس تازگی اور جدّت کا احساس نہیں ہوتا جو جاہلی ادب کو اسلامی ادب سے الگ کر کے مؤخر الذکر کو امتیازی حیثیت دیتا ہے۔

إِنَّ هَذَا مِنَ الشَّاعِرِيْنَ لَمْ يَغَيِّرُوا شَيْئًا مِنَ الْمَذَاهِبِ الشّعْرِيَّةِ (كَانَ مَعْرُوْفًا فِي الْجَاهْلِيَّةِ) حِيْنَ خَاطبَا النَّبِيّ ﷺ وَلَمْ يَتورَّعَا

عَنْ ذِكْرِ الْخَمْرِ وَالنِّسَاءِ وَالتَّحَسُّرُ عَلَى مَلَاعِبِ الشَّبَابِ.

ان شعراء نے حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے شراب و شباب کا ذکر بے دھڑک اور بے حجابانہ کر دیا اور اس شریعتِ شعریہ سے سرِمو انحراف نہ کیا جو دورِ جاہلیت کا طرّۂ امتیاز تھی۔ یہی رائے جناب رفیع الدین اشفاق نے محسن کاکوری کے قصیدہ "مدیحِ خیر المرسلین ﷺ" کی غیر مشروع تشبیب کے بارے میں قائم کی۔(۲۱) محسن کی حدتک یہ رائے برحق ہے کہ محسن نے تیرہ سو سالہ نعتیہ ادب کی روایت سے انحراف کر کے جاہلی ادب کی یاد تازہ کی۔ مگر جناب زکی مبارک کی رائے سے اتفاق ممکن نہیں کہ ابھی تو جاہلی ادب کو اسلامی رُخ دینے کا مرحلہ در پیش تھا۔ ان ابتدائی نعتیہ قصائد کو محض بدیں وجہ نعت کی فہرست سے خارج کر دینا کہ وہ جاہلی اسلوب سے سرمو انحراف نہ کر سکے۔ نہ تو قرینِ انصاف ہے نہ تنقیدِ ادب کا کوئی اُصول اِس رائے کا ساتھ دے سکتا ہے۔ ارتقائے ادب کی تاریخ میں یہی قصائد جاہلی اور اسلامی ادب کے سلسلے کی اتصالی کڑی کا درجہ رکھتے ہیں۔

یہی وہ قصائد ہیں جنھوں نے عربوں کو ان کے پسندیدہ اسالیب کے ذریعے صدیوں کے عادی ذوق میں ترمیم کرنے اور ایک نیا رُخ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ یہی وہ قصائد تھے جنھوں نے عرب شعراء کی زبان کھول دی اور ہرطرف مدحِ رسول ﷺ کے غلغُلے بلند ہونے لگے۔ یہی وہ قصائد ہیں جنہیں پیمانۂ سخن اور معیار فن قرار دیتے ہوئے آئندہ کے نعتیہ ادب کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جاتا رہا، اور لگایا جاتا رہے گا۔ اِنہیں قصائد کی زمینوں میں ہر دَور کے بلند مرتبہ بدیہہ گوؤں نے نعتیہ قصائد کہہ کر دادِ سخن دی۔ مثلث مخمس اور مسدس کا رُوپ دے کر ثنائے خواجہ ﷺ کی محرابیں سجائی جاتی رہیں گی۔

اسی اسلوب نے اس موضوع (ثنائے خواجہ ﷺ کے حوالے سے محاسنِ دین کے بیان) کو شعراء کی طبیعتوں کا جزو بنا دیا۔ صرف شراب و شباب کا ذکر نعت میں اگر ایسا

ہی معیوب و معتوب ٹھہرے تو پھر متاخرین (خصوصاً صُوفیاء) کے کلام کا اکثر و بیشتر حصہ پھاڑ پھینکنے کے لائق ٹھہرے گا۔ غالبؔ نے کیا غلط کہا تھا کہ یہ شراب و شباب کے استعارے (رمُوز) مشاہدۂ حق کے اظہار کے لیے ضروری آلہ ہیں:

سو بار ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو!
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

اِن قصائد کے علاوہ دُوسری قسم کے نعتیہ قصائد وہ ہیں جو دشمنانِ اسلام کی ہجائیہ شاعری (اپنی جماعت کے حق میں فخر و مباہات، حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهُ﴾ کا تمسخر اڑانے اور اپنے ادیانِ باطلہ کی حفاظت پر ابھارنے کے لیے کہے گئے اشعار) کے جواب میں کہے گئے۔ جن کا بُنیادی مقصد تو بظاہر مدمقابل کا تمسخر اڑانا اور اپنی جماعت اور اپنے سردار ﷺ کا فخریہ ذکر کرنا ہی رہا۔ مگر اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد کہ مجاہدینِ اسلام کی جانی قربانیاں محض دین کی سربلندی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اتباع ہی کا نتیجہ تھیں، اِن قربانیوں کا تذکرہ نعت کے مقاصد سے الگ نہیں رہتا۔ نعت کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری ایّام میں جب کہ آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے فارغ ہو کر فاتح عرب ﷺ کے لقب سے ملقب ہو چکے تھے۔ بنو تمیم کا ایک وفد اپنے شعراء و خطباء کی معیت میں مقابلے اور مباحثے کے لیے حاضر آیا۔ وفد کے نامور شاعر زبرقان کے جواب میں حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ نے اسی کی زمین میں فی البدیہہ قصیدہ کہا:

اِنَّ الذَّوَائِبَ مِنْ فِهْرٍ وَإِخْوَتِهِمْ
قَدْ بَيَّنُوا سُنَّةً لِلنَّاسِ تُتَّبَعُ(۲۲)

فہر اور فہر کے معاصر قبیلوں کے چوٹی کے سرداروں نے وہ طرزِ زندگی اختیار کیا لوگ جس کی پیروی پر مجبور ہیں۔

یہ قصیدہ ۱۹ انیس اشعار پر مشتمل ہے مگر اس میں براہِ راست نعتِ رسول ﷺ یا محاسن دینیہ سے متعلق صرف ایک دو شعر ہیں، باقی اہلِ مدینہ کی تعریف میں ہیں، مثلاً

أَكْرِمْ بِقَوْمٍ رَسُوْلُ اللهِ شِيَعَتُهُمْ
إِذَا تَفَرَّقَتِ الْأَهْوَاءُ وَالشِّيَعُ(۲۳)

وہ قوم جس کی جماعت رسول اللہ ﷺ کی جماعت ہے اُس وقت کتنی صاحبِ شرف و مجد معلوم ہوتی ہے جب قوموں کو خواہشات و نظریات کی بنیاد پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

جناب زکی مبارک اس قصیدہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وَهَذِهِ الْقَصِيْدَةُ تَمْجِيْدٌ لِإِتْبَاعِ الرَّسُوْلِ وَالشَّاعِرُ مَدفُوع إِلَيْهَا بقُوَّةِ الْعَصْبِيَّةِ وَلَيْسَ فِيْهَا مِنْ رُوْحِ الدِّيْنِ إِلَّا إِشَارَتَهُ إِلَى وَحْيِ الْقَلْبِ إِذَا يَقُوْلُ:

اس قصیدہ میں وہ دینی رُوح نہیں اس لیے کہ شاعر اتباعِ رسُول ﷺ کی عظمت بیان کرتا ہے مگر قبیلہ اور گروہ (عصبیت) کے حوالے سے۔ ہاں البتہ جب شاعر دل کی طرف اشارہ کرتا ہے (تو رُوحِ دین کا احساس اُبھرتا ہے۔

وہ شعر یہ ہے:

أَهْدَى لَهُمْ مَدْحًا قَلْبٌ يُؤَازِرُهُ
فِيْمَا أَحَبَّ لِسَانٌ حَائِكٌ صَنَعُ

رسول اکرم ﷺ نے اُن لوگوں کو میری مدح کا تحفہ پیش کیا۔ اس مدح (قصیدۂ مدحیہ) میں جیسا کہ میری پسند ہے، میری زبان نے میرے دِل

کی بہترین ترجمانی کی۔

ہمیں حیرت ہے کہ جنابِ زکی مبارک، دل کی ترجمانی کو پسند کرتے ہیں اور اُسے روحِ دین قرار دیتے ہیں۔ مگر حسان ؓ نے اس قصیدہ میں زبان کو اپنی جس دلی پسندی کا ترجمان قرار دیا اُسے عصبیت قرار دے کر رُوح دین سے خالی کہہ دیتے ہیں۔

اہل الدّین و متبعین رسول ﷺ کی تعریف اور اس دین کی پیروی کے سبب دُوسری اقوام اور جماعتوں پر اس کی فوقیت یقیناً حزب اللہ کی حزب الشیطان پر فوقیت ہے جو روح دین ہے۔ یہی دل و زبان کی رفاقت و شراکت کا تاثر ہے۔ جو روح کو بالیدگی اور کلام کو اثر آفرینی بخشتا اور تقربِ الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے۔ ایسا کلام نعت کے زُمرے سے کیونکر خارج قرار پایا۔ آخر وَالَّذِينَ مَعَهُ کے حوالے سے قرآنِ حکیم نے بھی تو محاسنِ دین بیان کیے مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ کا خراج محض أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ہی کی وجہ سے مِلا اور حضرتِ حسان ؓ کے اس قصیدہ میں اسی جماعت یا عصبیت کا حوالہ ہے۔ جناب زکی مبارک نے اہلِ بیت ؓ کی تعریف کو نعت کے ذیل میں کیا درج نہیں کیا؟

المدائح النبویہ کا پورا باب اس کے لیے وقف ہے جو بلا شبہ وہ عصبیت ہے جسے جناب زکی مبارک روحِ دین کے منافی سمجھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں مسلمانوں کا صلوٰۃُ و سلام "وَآلِهٖ" کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور "آلِهٖ" (ﷺ) سے مراد صرف اہلِ بیت علیہم السلام نہیں، اُمتِ محمدّیہ ﷺ بھی ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾ کہ اسی اُمت کی کثرت کوثر کا انعام ہے جس نے کثیر العیال ابو لہب اورابوجہل کواَبْتَر ثابت کردیا۔اسلامی ادب کاایک طویل باب معرکۂ کربلا کے حوالے سے رقم ہوا اور قریب قریب دو سو سالہ ادب براہِ راست نعت کے وُجود سے خالی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ دَور اہلِ بیت کی تعریف کے حوالے سے نعت ہی کا ایک منفرد دَور ہے جسے عصبیت نہیں کہا جا سکتا، نہ روحِ دین سے خالی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیا امام شافعیؒ کا یہ اعلان حبِّ رسول ﷺ سے خالی ہے: ع

إِنْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ
فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ أَنِّي رَافِضِيٌّ(۲۴)

اگر اہلِ بیت کی تعریف رِفض ہے تو جن و انس جان لیں کہ میں رافضی ہوں۔

اہلِ بیت سے عصبی تعلقِ خاطر بلاشبہ حبِّ رسول ﷺ ہی کا ثمرہ تھا اور اسی کا نام اتباعِ رسول ﷺ ہے۔ یہی دل و زبان کی رفاقت ہے اور یہی تقربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ۔

اسی طرح کعب ابنِ زہیر رضی اللہ عنہ اور الاعشیٰ کے قصائد سے متعلق جناب زکی مبارک کا یہ فیصلہ:

وَلَكِنْ هَذَا لَيْسَ مِنَ الْمَدَائِحِ النَّبَوِيَّةِ أَيْ لَيْسَ مِنَ الْفَنِّ الَّذِي نَدْرُسُهُ فِي هَذَا الْكِتَابِ لِأَنَّ الأَعْشَى لَمْ يَقُلْ هَذَا الشِّعْرَ وَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ فِي مَدْحِ الرَّسُوْلِ ﷺ وَإِنَّمَا كَانَتْ مُحَاوِلَةً أَرَادَ بِهَا التَّقَرُّبَ مِنْ نَبِيِّ الْإِسْلَامِ وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّهُ انْصَرَفَ حِيْنَ صَرَفَتْهُ قُرَيْشٌ وَلَوْ كَانَ صَادِقًا مَا تَحَوَّلَ.(۲۵)

مگر یہ قصیدہ (أَلَمْ تَغْتَمِضْ عَيْنَاكَ الخ) مدائح النبویہ میں شامل نہیں اس لیے کہ اس کا تعلق فنِ نعت کے اس شعبے (تصوّف) سے نہیں جس کا ہم اس کتاب کے ذریعہ درس دینا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الاعشیٰ نے یہ قصیدہ صدقِ دل سے نہیں کہا بلکہ اس کے برعکس وہ اس قصیدے کے ذریعہ نبی اسلام ﷺ کا تقرّب چاہتا تھا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جب قریش نے انہیں بدلنا چاہا تو وہ واپس ہو گیا، اگر وہ سچّا

ہوتا تو کبھی نہ بدلتا۔

دیکھنا یہ ہے کہ حضرتِ حسان ﷛ کا قصیدہ اہلِ مدینہ کی تعریف و توصیف میں ہونے کی وجہ سے نعت سے خارج ہے۔ سوائے اس شعر کے جس میں خود شاعر نے دل و زبان کی ہمرکابی کا ذکر کیا ہے۔ (أَهْدَی لَهُمْ مَدْحِي الخ) چاہے اس شعر میں نعت کے وہ بنیادی تقاضے نہ بھی پُورے کیے گئے ہوں جن کا تعین اس کتاب (المدائح النبویہ) میں فنِ نعت کے شعبۂ تصّوف کے لیے ضروری سمجھا گیا تھا خود زکی مبارک کے الفاظ میں

عَلَى حِيْنٍ لَا يُرَادُ بِالْمَدَائِحِ النَّبَوِيَّةِ إِلَّا التَّقَرُّبَ إِلَى اللهِ بِنَشْرِ مَحَاسِنِ الدِّيْنِ وَالثَّنَاءُ عَلَى شَمَائِلِ الرَّسُوْلِ ﷺ.(٢٦)

یہ اس لیے کہ فی الوقت مدائح النبویہ سے میری مراد صرف محاسنِ دینیہ کی نشر و اشاعت اور سیرت و صورتِ رسول ﷺ کے حوالے سے قربِ الٰہی کا حصول ہے۔

اس کے برعکس الاعشیٰ کا قصیدہ مدحِ رسول ﷺ کا حصّہ اس لیے نہیں کہ حالات و واقعات نے اُس مدح میں اعشیٰ کے دل کی عدم شمولیت ظاہر کر دی ہے چاہے وہ قصیدہ نعتِ رسول ﷺ کے وہ سارے بنیادی تقاضے پُورا کرتا ہو،جن کا ذکر جناب زکی مبارک کی زبانی آپ نے سُنا۔

یہی حال کعب ابن زبیر ﷛ کے قصیدہ کا ہے (بانت سعاد) جس کے بارے میں پہلے زکی مبارک یہ فرما چکے ہیں ”اس میں شریعتِ شعریہ کے جاہلی اسلوب سے سرِ مو انحراف نہیں برتا اس لیے مدحِ رسول ﷺ سے خارج ہے۔“ اب فرماتے ہیں:

وَكَذَلِكَ الْحَالُ فِي قَصِيْدَةٍ بَانَتْ سُعَادُ الَّتِي قَالَهَا كَعْبُ ابْنُ زُهَيْرٍ ﷛ فِي مَدْحِ رَسُوْلِ ﷺ فَإِنَّهَا لَمْ تُنَظَّمْ إِلَّا فِي سَبِيْلِ

> النَّجَاةِ مِنَ الْقَتْلِ.(۲۷)
>
> یہی حال قصیدہ بانت سعاد کا ہے کہ کعب نے یہ قصیدہ صرف اپنی جان بچانے کے لیے کہا۔ یعنی یہ کہ وہ مدحِ رسول ﷺ میں صادق النیت نہ تھا۔

سوال یہ ہے کہ تقربِ الٰہی کا مقصد جو خود زکی مبارک بھی تسلیم کرتے ہیں، سبیل النجاۃ نہیں تو اور کیا ہے؟ رہبانیت کا معاملہ تو اس کا تعین کسی فردِ بشر کے بس میں نہیں۔ یہ دلوں کا معاملہ ہے اور اس سے خدا ہی واقف ہے۔ قریش اگر اُسے نہ روکتے تو اَعشیٰ ضرور حاضرِ دربار ہو کر کعب ابن زہیر رضی اللہ عنہ کی طرح اسلام قبول کرتا۔ (قریش نہیں عامر بن طفیل دوسی نے اُسے روکا تھا جو خود دربارِ رسالت ﷺ سے بے نَیلِ مرام لوٹا تھا) اُس نے اعشیٰ کو اسی لیے روکا کہ اُس زبان دراز کے قبولِ اسلام سے اسلام کو تقویت اور شہرت ملے گی۔ الاعشیٰ کی بد قسمتی کہ وہ اس شیطان کے بہکانے سے بھٹک گیا، مگر جب وہ گھر سے قصیدہ کہہ کر چلا تھا تو یقیناً صادقُ النِیّت تھا۔ ہدایت انسان کے اپنے اختیار میں نہیں یہ تقدیر کا معاملہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان قصائد زیرِ بحث میں کوئی غیر شرعی بات نہیں، اگر ہم صرف نیتوں کا کھوج لگانا شروع کر دیں تو وہ سارے قصائد خارج از نعت قرار پا جائیں گے۔ جن میں دل اور زبان کی ہم رکابی کا ذکر خود شاعر نے نہیں کیا اور محض اہلِ اسلام کی تعریف، عصبیت ثابت ہوجائے تو اہل بیت اطہار علیہم السلام کی تعریف بھی اور وہ جملہ قصائد بھی خارج از نعت قرار پائیں گے جو معاندینِ اسلام کے جواب میں کہے گئے۔ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کے زیرِ بحث قصیدہ ہی کو لیجیے جس کا ہر شعر وَالَّذِينَ مَعَهُ (گروہِ صحابہ رضی اللہ عنہم) کے اتباعِ رسول ﷺ کی تعریف میں ہے۔ جنہوں نے خود کو رسول ﷺ کی جماعت بنا دیا اور آپ ﷺ کے اِرد گرد فصیلوں کی طرح پھیل گئے، اُن کا ذکر زکی مبارک کے نزدیک فنِ نعت کے اُس خصوصی خانے میں جہاں صرف اہلِ بیت علیہم السلام کا ذکر تصوّف ٹھہر سکتا ہے، نہ آنے دیا جائے تو خیر مگر

مطلقاً المدائح النبویہ سے کیسے خارج قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ مضامین ہیں جو نہ صرف محاسنِ دین کی نشر و اشاعت بلکہ اتباعِ رسول ﷺ میں بہائے گئے مقدس خون کی سرخیوں سے لکھے گئے۔ اِن قصائد میں موجود دِلوں کی تپش کو ہاتھ پاؤں کی تگ و تاز اور زبان کی شیوہ طرازیوں پر بہر نوع تقدم حاصل ہے۔

زبان نے اِن قصائد کے اندر دلوں کی تپش کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے تاکہ آنے والوں کے لیے سنگِ میل کا کام دے سکیں۔ اسی تصّور نے ہمیں سخنِ عشق کی اس لے کو حرکتِ اسلامی کی تاریخ کا عنوان دینے کی ترغیب دلائی جسے جناب زکی مبارک المدائح النبویہ کی فہرست سے خارج کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس دور کی نعت کا یہی پہلو (حرکتِ اسلامی) اہمیت رکھتا ہے، جس سے صرفِ نظر ممکن ہی نہیں۔

حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ ابن مالک رضی اللہ عنہ

دربارِ رسالت ﷺ کے شاعرِ خاص حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ ابن مالک بن ابی کعب، بنی سلمہ کے اُن خوش نصیبوں میں سے ہیں جو بیعتِ عقبہ اُولیٰ میں شریک ہُوئے اور اسلام کی دولت سے دامنِ مراد بھر کر لوٹے، حضور ﷺ کو مدینہ تشریف لانے اور وہاں ہر طرح کی امداد و تعاون کا وعدہ کرنے کی رُو سے انصارِ مدینہ میں بھی کعب رضی اللہ عنہ ابن مالک کو اوّلیت حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مدینہ کے سردار ابو جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام مسلمان ہُوئے، بیعتِ عقبہ ثانی کے رُوح پرور واقعہ پر مدینہ کے پچھتر (۷۵) افراد نے حضور اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور آپ ﷺ نے اُن سے مدینہ آنے کا وعدہ فرمایا (اس موقعہ کی شان و منزلت اِسی سے ظاہر ہے کہ سالِ ہجری کا آغاز اسی ماہ سے ہوتا ہے) بارہ سرداروں کا انتخاب (بطورِ نقیب) ہُوا۔ جن کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

قبیلہ خزرج کے افراد

(۱) ابو امامہ اسعد ؓ بن ضرارہ (۲) سعد ؓ بن ربیع (۳) عبد اللہ ؓ بن رواحہ (۴) رافع ؓ بن مالک (۵) براء ؓ بن معرور (۶) عبد اللہ ؓ بن عمرو (۷) عبادہ ؓ بن صامت (۸) سعد ؓ بن عبادہ (۹) المنذر ؓ بن عمرو۔

قبیلہ اوس کے افراد

(۱۰) اُسید ؓ بن حضیر (۱۱) سعد ؓ بن خیثمہ (۱۲) رفاعہ ؓ بن عبد المنذر۔

کعب ابن مالک ؓ نے ایک قصیدہ میں اسی واقعہ کا ذکر کیا ہے اور ان سرداروں کے نام لے لے کر حضورِ اکرم ﷺ کو ان کی طرف سے دل جمعی اور تسلّی دلائی ہے کہ یہ لوگ آپ ﷺ سے کیے ہُوئے قول و قرار سے کبھی نہیں پھریں گے اور ساتھ ہی ابو سفیان اور اُبی کو اِن سرداروں کی طرف سے ہتک آمیز دھمکیاں دی ہیں:

أَبْلِغْ أُبَيًّا أَنَّهُ فَالَ رَأْيُهُ
وَحَانَ غَدَاةَ الشَّعْبِ وَالْحَيْنُ وَاقِعُ
وَأَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ أَنْ قَدْ بَدَا لَنَا
بِأَحْمَدَ نُورٌ مِنْ هُدَى اللهِ سَاطِعُ
فَلَا تَرْغَبَنْ فِي حَشْدِ أَمْرٍ تُرِيْدُهُ
وَأَلِّبْ وَجَمِّعْ كُلَّ مَا أَنْتَ جَامِعُ
وَدُوْنَكَ فَاعْلَمْ أَنَّ نَقْضَ عُهُوْدِنَا
أَبَاهُ عَلَيْكَ الرَّهْطُ حِيْنَ تَتَابَعُوا[۲۸]

اُبی کو میرا پیغام پہنچا دو کہ وہ اپنی رائے میں ناکام رہا۔ اُس کا خیال غلط نکلا۔ شعب ابو طالب کی صبح گزر گئی یومُ الواقعہ (موت اور بدلے کا

دن) قریب ہے۔
ابو سفیان سے کہہ دو کہ احمد مصطفےٰ کے طفیل ہم پر ہدایت کا چمکتا ہوا نور ظاہر ہو گیا ہے۔
لوگوں کو فساد کی ترغیب نہ دے اور جن جن اُمور کو جمع کرنے کا ارادہ ہے جمع کر۔
لیکن یہ بھی جان لے کہ ہماری جماعتوں نے حضورِ اکرم ﷺ سے باندھا ہُوا عہد توڑنے سے انکار کر دیا ہے۔

اس اعلان کے بعد کعب ابنِ مالک رضی اللہ عنہ نے بارہ نقباء (سردارانِ اوس و خزرج) کا نام لے لے کر اَبی بن کعب اور ابو سفیان کو مایوس کیا ہے۔ آخری شعر اُن اشعار کا جامع ہے اس لیے اُسی کو نقل کرنے پر اکتفا ہے:

أُولَاكَ نُجُوْمٌ لَا يُغِبَّكَ مِنْهُمْ
عَلَيْكَ بِنَحْسٍ فِي دُجَى اللَّيْلِ طَالِعُ(۲۹)

یہ سب سردار (نقبائے اسلام) ایسے ستارے ہیں کہ تجھ پر نحوست لے کر نکلنے کوئی رات ضائع نہیں جانے دیں گے۔

کعب ابنِ مالک رضی اللہ عنہ بھی دُوسرے شعراء کی طرح قریش کے اشعار کا جواب دیا کرتے تھے۔ جن میں قریش کی ہجو اور حضورِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی نعت و منقبت بیان فرماتے۔ جنگ بدر سے متعلق قریشِ مکّہ کے جواب میں آپ رضی اللہ عنہ کے کئی قصائد کتب سِیَر میں منقول ہیں۔ ضرار بن الخطاب بن مِرواس نے اَوس اور بنی النجار کی فتح بدر پر مسّرت اور فخر پر بڑا گہرا طنز کیا۔ اِن اشعار میں ضرار نے اَوس کی اس فتح کو اپنے ہی لوگوں اور اہلِ خاندان (رسول اکرم ﷺ، عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ) کی بہادری اور جوانمردی کا سبب قرار دیتے ہُوئے کہا:

عَجِبْتُ لِفَخْرِ الْأَوْسِ وَالْحِيْنُ دَائِرٌ
عَلَيْهِمْ غَدًا وَالدَّهْرُ فِيْهِ بَصَائِرُ
وَفَخْرُ بَنِي النَّجَّارِ إِنْ كَانَ مَعْشَرٌ
أُصِيْبُوا بِبَدْرٍ كُلُّهُمْ ثُمَّ صَابِرُ
فَإِنْ تَظْفَرُوا فِي يَوْمِ بَدْرٍ فَإِنَّمَا
بِأَحْمَدَ أَمْسَى جَدُّكُمْ وَهُوَ ظَاهِرُ
وَبِالنَّفَرِ الْأَخْيَارِ هُمْ أَوْلِيَاؤُهُ
يُحَامُوْنَ فِي اللَّأْوَاءِ وَالْمَوْتُ حَاضِرُ(۳۰)

اَوس کے فخر پر حیرت ہے حالانکہ کل اُن پر بھی موت کا پھیرا آنے والا ہے اور زمانہ عبرتناک واقعات سے پُر ہے۔
مجمع بنی النجار کا فخر بھی حیرت انگیز ہے جو صرف اس بات پر نازاں ہے کہ بدر میں ایک خاندان پر مصیبت نازل ہُوئی۔
(نہیں) اگر تم نے بدر میں فتح پائی تو اس کا سبب صرف یہی ہے کہ ہمارے ہی ایک فرد احمد مصطفےٰ ﷺ کا نصیبہ تمہارے ساتھ ہو گیا، یہ ایک ظاہر اور واضح بات ہے۔
اور اُن منتخب لوگوں کا ساتھ جو اُس ﷺ کے ساتھی ہیں اُن لوگوں نے دیا (جن کا تعلق بنی کعب و بنی عامر سے ہے جن کا جدِّ اعلیٰ لُوئی بن غالب ہے۔) ہمارے رشتہ دار ہیں۔ مگر موت تو بہرحال موجود ہے۔

اس قصیدہ میں جیسا کہ ظاہر ہے ضرار نے اوس اور بنی النجار پر بڑا چبھتا ہُوا طنز کیا تھا، جس کا جواب بہت مشکل تھا مگر حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ نے اس طعن کا جواب جس خوبصورتی سے دیا وہ آپ ﷺ ہی کا حصّہ ہے:

عَجِبْتُ لِأَمْرِ اللهِ وَاللهُ قَادِرٌ
عَلَى مَا أَرَادَ لَيْسَ لِلَّهِ قَاهِرُ
قَضَى يَوْمَ بَدْرٍ أَنْ نُلَاقِيَ مَعْشَرًا
بَغَوْا وَسَبِيلُ الْبَغْيِ بِالنَّاسِ جَائِرُ
وَسَارَتْ إِلَيْنَا لَا تُحَاوِلُ غَيْرَنَا
بِأَجْمَعِهَا كَعْبٌ جَمِيعًا وَعَامِرُ
وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللهِ وَالْأَوْسُ حَوْلَهُ
لَهُ مَعْقِلٌ مِنْهُمْ عَزِيزٌ وَنَاصِرُ
وَجَمْعُ بَنِي النَّجَّارِ تَحْتَ لِوَائِهِ
يُمَشَّوْنَ فِي الْمَاذِي وَالنَّقْعُ ثَائِرُ
شَهِدْنَا بِأَنَّ اللّهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ
وَأَنَّ رَسُولَ اللهِ بِالْحَقِّ ظَاهِرُ
فَلَمَّا لَقِينَاهُمْ وَكُلٌّ مُجَاهِدٌ
لِأَصْحَابِهِ مُسْتَبْسِلُ النَّفْسِ صَابِرُ
فَأَمْسَوْا وَقُوْدَ النَّارِ فِي مُسْتَقَرِّهَا
وَكُلُّ كَفُوْرٍ فِي جَهَنَّمَ صَائِرُ
وَكَانَ رَسُولُ اللهِ قَدْ قَالَ أَقْبِلُوا
فَوَلَّوْا وَقَالُوا: إِنَّمَا أَنْتَ سَاحِرُ
لِأَمْرٍ أَرَادَ اللهُ أَنْ يَهْلَكُوا بِهِ

وَلَیْسَ لِأَمْرٍ حَمَّهُ اللّٰهُ زَاجِرُ[۳۱]

میں اللہ تعالیٰ کے کاموں پر حیران ہوتا ہُوں اوراللہ تعالیٰ تو ان کاموں پر قادر ہے جن کا اس نے ارادہ کر لیا۔اللہ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

بدر کے دن اُس جل جلالہٗ نے ہمیں ایک ایسے خاندان کے مقابل کھڑا کرنے کا ارادہ کیا جس نے بغاوت کی اور بغاوت تو غلط راستے پر لگاتی ہے۔

وہ سب ہماری طرف چل پڑے۔ اُن کا ارادہ ہماری ہی طرف تھا اور یُوں جُملہ بنو کعب و عامر ہمارے مقابل آ گئے۔

حالانکہ ہم میں اللہ کا رسول ﷺ ہے اور آپ ﷺ کے گرد بنو اوس قلعہ کی طرح جمع ہیں۔ جو غلبہ رکھنے والے اور مدد کرنے والے ہیں۔ (مراد یہ کہ جن پر بنو کعب وعامر کی طرف سے ضرار آج فخر کرتا ہے وہ اُسی کے خلاف صَف آراء ہُوئے اور ہم نے اُن کے گِرد فصیلوں کی طرح پھیل کر دفاع کیا۔)

اسی طرح بنو النجار بھی آپ ﷺ کے پرچم تلے، سفید اور نرم زِرہوں میں ملبُوس گرد و غبار اڑاتے مگن جا رہے تھے۔

ہم سب نے یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور یہ کہ اللہ کا رسول ﷺ برحق ہے اور سچائی کے ساتھ غلبہ پانے والا ہے۔

پھر جب ہم آمنے سامنے ہوئے تو آپ ﷺ کا ہر ساتھی اپنے نفس سے دلیری کا طالب تھا، ثابت قدم اور اپنے ساتھیوں کے لیے کوشاں۔

پس وہ (ابو جہل، عتبہ، شیبہ اور اُن کے نافرمان ساتھی) آگ کا ایندھن بن گئے اور ہر مُنکر واصلِ جہنّم ہونے والا ہے۔ (صرف رشتہ دار ہونا

قابلِ فخر نہیں، آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک قابلِ فخر ہے جس نے بھی انکار کیا چاہے وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو واصلِ جہنّم ہو گا۔
یہ لوگ اس لیے برباد ہُوئے کہ رسولِ اکرم ﷺ اُنہیں اپنی طرف بلا چکے تھے، مگر انہوں نے رُوگردانی کی اور آپ ﷺ کو ساحرِ کہا (اب یہ آپ پر اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر رشتہ داری جتاتے ہیں۔ حیرت ہے۔)
یہ ہے وہ امر (جس پر ضرار بن الخطاب کو حیرت ہے) جس کا ارادہ اللہ پاک نے کیا (کہ وہ اپنوں کے ہاتھوں ہلاک ہوں اور ہم آپ ﷺ سے رفاقت کی وجہ سے سرخرُو ٹھہریں) اللہ تعالیٰ جس امر کا ارادہ کرتا ہے اُسے باز رکھنے والا کوئی نہیں۔

جنگ بدر سے متعلق آپ رضی اللہ عنہ کے کہے ہُوئے اشعار کاانتخاب درج ہے:

بِأَنْ قَدْ رَمَتْنَا عَنْ قِسِيِّ عَدَاوَةٍ
مُعَدٌّ مَعًا جُهَّالُهَا وَحَلِيْمُهَا

لِأَنَّا عَبَدْنَا اللّٰهُ لَمْ نَرْجُ غَيْرَهُ
رَجَاءَ الْجِنَانِ إِذْ أَتَانَا زَعِيْمُهَا

نَبِيٌّ لَهُ فِي قَوْمِهِ إِرْثُ عِزَّةٍ
وَأَعْرَاقُ صِدْقٍ هَذَّبَتْهَا أُرُوْمُهَا

ضَرَبْنَاهُمْ حَتَّى هَوَى فِي مَكَرِّنَا
لِمَنْخِرِ سُوْءٍ مِنْ لُؤَيٍّ عَظِيْمُهَا

بنی معد کے جاہل اور متین سبھی نے ہمیں تیروں کانشانہ بنایا۔
کیونکہ جب ہمارے پاس اُن کا زعیم (اللہ کا رسول ﷺ) آیا تو ہم نے

اللہ کی بندگی اختیار کر لی اور جنت کی اُمید میں اُس کے سِوا کِسی طرف توجہ نہ دی۔

وہ ایسا نبی ﷺ ہے کہ اُسے قوم میں موروثی عزّت حاصل ہے اور اُس ﷺ کے سچّے اُصولوں نے اُسے ﷺ مہذب بنا دیا ہے۔

چنانچہ ہم نے بھی (بنو معد کے جاہلوں پر) یہاں تک شمشیر زنی کی کہ ہمارے حملے میں بنو لَوِی کے سردار اوندھے منہ گڑھے میں جاگرے۔

وَرَدْنَاهُ بِنُورِ اللّٰهِ يَجْلُو

دُجَی الظَّلْمَاءِ عَنَّا وَالْغِطَاءِ

رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقْدُمُنَا بِأَمْرٍ

مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ أُحْكِمَ بِالْقَضَاءِ(۳۲)

ہم اپنے ساتھ اللہ کا نُور لے کر اُس مقام پر پہنچے جو اندھیری رات کی تاریکی اور پردے دُور کر رہا تھا۔ (بنی اسرائیل کے قافلوں کے آگے نور کا ایک ستون چلا کرتا تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اسی حوالے سے حضور ﷺ کو نور کا ستُون کہا)

(وہ نور) اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ تھا۔ جو اللہ کے احکام میں سے کِسی حکم کے تحت ہمارے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ قضا و قدر سے محکم کر دیا گیا۔

حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ اُحد (۳ھ بمطابق ۶۲۵ء) پر جو اشعار کہے اگر جمع کر دیے جائیں تو ایک دفتر بن جائے گا۔ ہم اُن موتیوں کی لڑی سے چند ایک جواہر پاروں کے انتخاب سے اس مجموعے کی زینت بڑھاتے ہیں۔ اس جنگ میں حضور کے چچا حضرتِ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہُوئے آپ رضی اللہ عنہ کے ناک کان کا ہار بنا کر ہندہ نے اپنے گلے میں ڈالا

اور آپ ؓ کا کلیجہ چبایا۔ حضور ﷺ نے آپ ؓ کو سید الشہداء کا خطاب دیا۔ آپ ؓ کی شہادت پر حضرت کعب ؓ کا ایک شعر نقل کیا جاتا ہے جس سے مجاہدینِ اسلام (صحابۂ کرام ؓ) کی غرضِ جہاد پر روشنی پڑتی ہے جن لوگوں کی تعریف و توصیف کو جنابِ زکی مبارک عصبیت کہہ کر نعت سے خارج کرنے کے دَر پے ہیں:

يُرِيْدُ بِذَاكَ رِضَا أَحْمَدَ ﷺ

وَرِضْوَانَ ذِی الْعَرْشِ وَالْعِزَّةِ

أُولَئِكَ لَا مَنْ ثَوَى مِنْكُمْ

مِنَ النَّارِ فِي الدَّرْكِ الْمُرْتَجْ(۳۳)

اس (جنگ و شہادت) سے اُن کا مقصد بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ وہ (حمزہ ؓ اور آپ ؓ کے ساتھی ؓ) رسولِ اکرم ﷺ اور مالکِ عرشِ عظیم اور صاحبِ قوت و عزت خدا کی خوشنودی حاصل کریں۔
یہ شہید مسلمان تمہارے (قریشِ مکّہ) اُن لوگوں کی طرح نہیں جنھوں نے جہنّم کے چاروں طرف سے بند نچلے دَرجے میں اپنا ٹھکانا بنا لیا۔

عبد اللہ بن زبعری کے اشعار کے جواب میں حضرتِ کعب ؓ فرماتے ہیں:

تَبَجَّسْتَ تَهْجُو رَسُولَ الْمَلِيكِ

قَاتَلَكَ اللهُ جِلْفًا لَعِيْنَا

تَقُوْلُ الْخَنَا ثُمَّ تَرْمِي بِهِ

نَقِيَّ الثِّيَابِ تَقِيًّا أَمِينَا(۳۴)

اے ابنِ زبعری! انتہائی گنوار پن اور ملعونیت سے تو مالک الملک کے رسول ﷺ کی ہجو کرتا چلا گیا، اس بکواس پر جو تُو نے بَکی اللہ تجھے ہلاک

کرے۔

تُو نے اس فحش کلام کے تیر ایک ایسی ہستی پر برسائے جس کی جوانی بے عیب پاکیزہ اور جو متقی اور امین ہے۔

حضرتِ کعب ﷛ نے اپنے ان اشعار میں رسولِ اکرم ﷺ کی صفات اور آپ ﷺ کی اطاعت کی برکات کا ذکر کیا ہے:

فِيْنَا الرَّسُوْلُ شِهَابٌ ثُمَّ نَتْبَعُهُ
نُورٌ مُضِيْءٌ لَهُ فَضْلٌ عَلى الشُّهُبِ
اَلْحَقُّ مَنْطِقُهُ وَالْعَدْلُ سِيْرَتُهُ
فَمَنْ يُجِبْهُ إِلَيْهِ يَنْجُ مِنْ تبَبِ
يَمْضِي وَيَذْمُرُنَا مِنْ غَيْرِ مَعْصِيَةٍ
كَأَنَّهُ الْبَدْرُ لَمْ يَطْبَعْ عَلَى الْكَذِبِ
بَدَا لَنَا فَاتَّبَعْنَاهُ نُصَدِّقُهُ
وَكَذَّبُوهُ فَكُنَّا أَسْعَدَ الْعَرَبِ(۳۵)

(قریش سے کہو) ہمارے درمیان شہابِ ثاقب کی طرح روشن رسول ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کا نورِ وحی اس پر مستزاد ہے جو آپ ﷺ کو دوسرے ستاروں پر فضیلت و فوقیت دیتا ہے۔

آپ ﷺ کی بات سچی ہے اور آپ ﷺ کی سیرت، عدل و احسان، جس نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہی نجات پائی۔

آپ ﷺ ہمیں معصیت سے دُور لے جانے والے اُمور کی طرف دعوت اور حکم دیتے ہیں اور اُن کا نفاذ کرتے ہیں (یعنی خود اُن پر عمل پیرا

ہیں) گویا وہ چودھویں کا چاند ہیں جن کی طبیعت میں کِذّب ہے ہی نہیں (قول و فعل میں یکجائی کی وجہ سے)۔

آپ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کرتے ہُوئے اطاعت کی اور تم نے آپ ﷺ کو جھٹلایا پس اسی شرف (تائید نبوت) کی بدولت ہم عرب میں خوش نصیب ترین ہیں۔

غزوۂ خندق (۵ھ بمطابق ۶۲۷ء) پر حضرت کعب ؓ کے ایک قصیدہ کے چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں جو اس تسبیح کے انتہائی آبدار موتی ہیں:

وَنُجِيبُهُ نَبِيَّنَا أَمْرَ وَنُطِيْعُ

وَإِذَا دَعَا لِكَرِيْهَةٍ لَمْ نُسْبَقْ

مَنْ يَتَّبِعْ قَوْلَ النَّبِيِّ فَإِنَّهُ

فِيْنَا مُطَاعُ الْأَمْرِ حَقٌّ مُصَدِّقِ

إِنَّ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ مُحَمَّدًا

كَفَرُوا وَضَلُّوا عَنْ سَبِيْلِ الْمُتَّقِي(۳۶)

اور ہم اپنے نبی ﷺ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی صدا پر لبیک کہتے ہیں جب آپ ﷺ جنگ کے لیے پکارتے ہیں تو ہم کِسی سے پیچھے نہیں رہتے۔

حضور ﷺ ہم میں واجب الاطاعت، سچائی پر اور تصدیق شدہ اُمور کی طرف بلانے والے ہیں جس نے آپ ﷺ کی اتباع کی وہ بھی مطاع ہو گیا۔

جن لوگوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا بلاشبہ کافر ہوئے اور تقویٰ کی راہ سے بھٹک گئے۔ ضرار بن الخطاب کے جواب میں جو اشعار کہے فصاحت و

بلاغت کے ساتھ ساتھ تاریخی حقائق لیے ہوئے ہیں:

كَانَ لَنَا النَّبِيُّ وَزِيْرَ صِدْقٍ
بِهِ نَعْلُو الْبَرِيَّةَ أَجْمَعِيْنَا
لِنَنْصُرَ أَحَمَدًا وَاللهِ حَتّٰى
نَكُونَ عِبَادَ صِدْقٍ مُخْلِصِيْنَا
وَيَعْلَمَ أَهْلُ مَكَّةَ حِينَ سَارُوا
وَأَحْزَابٌ أَتَوْا مُتَحَزِّبِيْنَا
بِأَنَّ اللهَ لَيْسَ لَهُ شَرِيكٌ
وَأَنَّ اللهَ مَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَا
فَإِمَّا تَقْتُلُوا سَعْدًا سَفَاهًا
فَإِنَّ اللهَ خَيْرُ الْقَادِرِيْنَا
كَمَا قَدْ رَدَّكُمْ فَلًّا شَرِيدًا
بِغَيْظِكُمْ خَزَايَا خَائِبِيْنَا
خَزَايَا لَمْ تَنَالُوا ثُمَّ خَيْرًا
وَكِدْتُمْ أَنْ تَكُونُوا دَامِرِيْنَا
بِرِيْحٍ عَاصِفٍ هَبَّتْ عَلَيْكُمْ
فَكُنْتُمْ تَحْتَهَا مُتَكَمِّهِيْنَا(۳۷)

اور ہمارے لیے نبی ﷺ جو حق و صداقت کی اس جنگ میں ہمارے ساتھی اور مددگار تھے انہی ﷺ کے وسیلے سے ہم ساری مخلوق پر فوقیت

اور تسلّط حاصل کریں گے۔
اور ہم اپنے پیارے احمد ﷺ کی مدد کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم اللہ کے سچّے اور مخلص بندے بن گئے۔
اہلِ مکّہ اور اُن کے حلیف (احزاب) جو مکّہ پر جتھا بندی کر کے حملہ آور ہُوئے تھے (لوٹتے وقت جان گئے ہوں گے)۔
کہ واقعی اللہ کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ اللہ مومنوں کا دوست و مدد گار ہے۔
اگر (جاتے جاتے) اپنی نادانی و حماقت سے تم نے شہید کر بھی دیا تو کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے وہ سعد رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ عِلیّین میں جگہ دے گا۔
بالکل اسی طرح جس طرح تمہیں شکست خوردہ بھگوڑا بنایا اور تم غُصّے میں گُھٹتے ہوئے خائب و خاسر دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔
تم ذلیل ہُوئے اور تمہارے ہاتھ کچھ نہ آیا بلکہ قریب تھا کہ تم صفحۂ ہستی سے مِٹ جاتے۔
اُس طوفان سے جو تم پر آیا جس نے تمہیں اندھا اور اوندھا کر دیا۔

حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ کے اس شعر پر تو رسولِ خُدا ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کعب رضی اللہ عنہ خدا نے تمہارا شکریہ ادا کیا ہے:

قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَقَدْ شَكَرَكَ اللهُ يَا كَعْبُ عَلَى قَولِكَ هَذَا:

جَاءَتْ سَخِيْنَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا
فَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ(۳۸)

سخینہ (جاہلیت میں قریش کا لقب تھا) اس لیے آئے تھے کہ غلبہ پانے میں اپنے رب سے مقابلہ کریں گے۔ مگر وہ ہستی جو سب پر غالب ہے اُس کا مقابلہ کرنے والے ضرور بالضرور مغلوب ہو کر رہتے ہیں۔

غزوۂ خیبر سے متعلق آپ ﷺ کے اشعار میں بھی آپ ﷺ کا یہی جذبۂ ایمان کہ حضورِ اکرم ﷺ کی اطاعت و اتباع ہی فتح و کامرانی کی کلید اور ضمانت ہے چھلکا پڑتا ہے۔ اور اِسی جذبۂ ایمان نے اصحابِ رسول ﷺ کی اطاعت و اتباعِ رسول ﷺ کو ان الفاظ میں خراج پیش کرنے پر مجبور کر دیا:

يَرَى الْقَتْلَ مَدْحًا إنْ أَصَابَ شَهَادَةً
مِنَ اللهِ يَرْجُوْهَا وَفَوْزًا بِأَحْمَدِ
يَذُوْدُ وَيَحْمِي عَنْ ذِمَارِ مُحَمَّدٍ
وَيَدْفَعُ عَنْهُ بِاللِّسَانِ وَبِالْيَدِ
وَيَنْصُرُهُ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ يَرِيْبُهُ
يَجُوْدُ بِنَفْسٍ دُوْنَ نَفْسِ مُحَمَّدٍ
يُصَدِّقُ بِالْأَنْبَاءِ بِالْغَيْبِ مُخْلِصًا
يُرِيْدُ بِذَاكَ الْفَوْزَ وَالْعِزَّ فِي غَدٍ(٣٩)

(یہ صحابہ ﷺ) قتل ہو جانے کو قابلِ تعریف سمجھتے ہیں اور درجۂ شہادت یقین کرتے ہیں یہ صحابہ ﷺ (اہلِ مدینہ) حضور ﷺ کی ہمرکابی کے باعث اللہ تعالیٰ سے فتح و کامرانی کی اُمید رکھتے ہیں۔

یہ حضور ﷺ کی مدافعت اور حمایت میں اپنی زبان اور ہاتھ سب استعمال کرتے ہیں۔

ہر اُس امر میں جو حضور ﷺ کے خلاف اقدام کا ذرّہ بھر شبہ بھی رکھتا ہے یہ اصحاب ؓ رسولِ اکرم ﷺ کا ساتھ دینے میں اور آپ ﷺ کی جانِ گرامی کی حفاظت میں اپنی جانِ مستعار قربان کر دیتے ہیں۔
وہ تصدیق کرتے ہیں انتہائی خلوص سے غیب پر (بذریعہ وحی معلوم ہونے پر) کیونکہ وہ آنے والے کل (آخرت) کی عزت و کامیابی چاہتے ہیں۔

آخر میں ہم اُس عاشقِ رسول ﷺ اور فدا کارِ دین ؓ، حق گوصحابی ؓ کا وہ مشہور قصیدہ انتخاباً نقل کرتے ہیں جو انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کی طائف روانگی (۸ھ) پر کہا تھا۔ انتخاب میں کوشش کی ہے کہ قصیدہ کے حسن ترتیب (تشبیب، گریز، مدح اور خاتمے کی خوبیوں) میں فرق نہ آنے پائے۔

قَضَيْنَا مِنْ تِهَامَةَ كُلِّ رَيْبٍ
وَخَيْبَرَ ثُمَّ أَجْمَعْنَا السُّيُوفَا
نُخَبِّرُهَا وَلَوْ نَطَقَتْ لَقَالَتْ
قَوَاطِعُهُنَّ دَوْسًا أَوْ ثَقِيْفًا
فَلَسْتُ لِحَاضِنٍ إِنْ لَمْ تَرَوْهَا
بِسَاحَةِ دَارِكُمْ مِنْكُمْ أُلُوْفَا
أَجِدُّهُمْ أَلَيْسَ لَهُمْ نَصِيْحٌ
مِنَ الْأَقْوَامِ كَانَ بِنَا عَرِيْفَا
يُخَبِّرُهُمْ بِأَنَّا قَدْ جَمَعْنَا
عِتَاقَ الْخَيْلِ وَالنُّجُبَ الطُّرُوْفَا

وَأَنَّا قَدْ أَتَيْنَاهُمْ بِزَحْفٍ
يُحِيطُ بِسُورِ حِصْنِهِمْ صُفُوفَا
رَئِيسُهُمْ النَّبِيّ وَكَانَ صُلْبًا
نَقِيُّ الْقَلْبِ مُصْطَبِرًا عَزُوْفَا
رَشِيْدُ الْأَمْرِ ذُو حُكْمٍ وَعِلْمٍ
وَحِلْمٍ لَمْ يَكُنْ نَزِقًا خَفِيفَا
نُطِيعُ نَبِيَّنَا وَنُطِيعُ رَبًّا
هُوَ الرَّحْمَنُ كَانَ بِنَا رَءُوْفَا
فَإِنْ تُلْقُوا إِلَيْنَا السِّلْمَ نَقْبَلْ
وَنَجْعَلْكُمْ لَنَا عَضُدًا وَرِيفَا
وَإِنْ تَأْبَوْا نُجَاهِدْكُمْ وَنَصْبِر
وَلَا يَكُ أَمْرُنَا رَعِشًا ضَعِيفَا
أَتَوْنَا لَا يَرَوْنَ لَهُمْ كِفَاء
فَجَدَّعْنَا الْمَسَامِعَ وَالْأُنُوفَا
بِكُلِّ مُهَنَّدٍ لَيْنٍ صَقِيلٍ
يسُوْقُهُمْ بِهَا سَوْقًا عَنِيْفَا
لِأَمْرِ اللهِ وَالْإِسْلَامِ حَتَّى
يَقُومَ الدِّينُ مُعْتَدِلًا حَنِيْفَا
وَتُنْسَى اللَّاتُ وَالْعُزَّى وَوَدِّ

وَنَسْلُبُهَا الْقَلَائِدَ وَالشَّنُوفَا
فَأَمْسَوْا قَدْ أَقَرُّوا وَاطْمَأَنُّوا
وَمَنْ لَا يَمْتَنِعْ يَقْبَلْ خُسُوْفَا(۴۰)

خیبر و تہامہ کے بعد ہم نے تمام شکوک دُور کر کے تلواریں جمع کر دیں (تا کہ کچھ آرام کر لیں)۔
اُن تلواروں کو قوتِ گوئی مل جاتی تو دشمنوں کو کاٹ کر رکھ دینے والی یہ تلواریں بول اُٹھتیں کہ اب دوس و ثقیف کا رُخ کرو۔
اے دُوس و ثقیف! اگر تم نے ان تلواروں کو ہزاروں کی تعداد میں اپنے دیار کے وسط میں نہیں دیکھا تو مَیں چھپانے والا نہیں (کہ عنقریب دیکھ لو گے)۔
کیا اُن کی طرف سے کوشش جاری ہے کیا اُن میں کوئی ایسا ناصح نہیں جو ہمیں جانتا ہو اور اُنہیں نصیحت کرے۔
انہیں خبر کر دو کہ ہم قدیم شریف الاصل و کریم النسل گھوڑے جمع کر رہے ہیں۔
اور یہ بھی بتا دو کہ اُن پر ایک عظیم لشکر لائے ہیں۔ جو صَف بستہ ہو کر اُن کے قلعوں کی چار دیواری کو گھیر لے گا۔
اس لشکرِ عظیم کے سپہ سالارِ اعظم نبی اکرم ﷺ ہیں جن کی مثال ریڑھ کی ہڈی کی ہے پاک دل، نہایت صابر اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے والا رسول ﷺ۔
معاملات میں سیدھے سادے (راست باز) قوتِ فیصلہ کے مالک، صاحب علم و حلم ہیں اور کمزور طبیعت یا جلد غصے میں آنے والے نہیں ﷺ

ہم اپنے نبی کا اتباع کرتے ہیں اور اُس رب العالمین کے فرمانبردار ہیں
جو بڑا مہربان ہے اور حد درجہ عنایت کرنے والا ہے۔
پس اگر تم صلح جو ہُوئے تو ہم قبول کر لیں گے اور تمہیں اپنا دست و
بازو اور شاداب مقام (حلیف) بنا لیں گے۔
اور اگر تم نے انکار کیا تو ہم جہاد کریں گے اور صبر و استقامت کا
مظاہرہ کریں گے اور (تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) ہمارا کوئی بھی فیصلہ
کمزور اور متزلزل نہیں ہوتا۔
اور اگر ہمیں اپنی برابری کا نہ سمجھا گیا اور مقابلہ ہوا تو ناک کان کٹوا کر
جائیں گے۔
ہر ہندی، نرم، لچکیلی اور صقیل شدہ تلوار انہیں باندھ کر اللہ اور اسلام
کی طرف ہنکا لے جائیں گے۔ حتیٰ کہ دینِ حنیف اعتدال کے ساتھ
قائم ہو جائے۔
لات و عزیٰ کو بھلا دیا جائے اور اُن (اصنام) کے ہار اور بندے چھین
لیے جائیں۔
پس اُنہیں قرار اور طمانیت مل جائے اور جو لوگ باز نہ آئیں ذلت و
خواری قبول کر لیں۔

حضرتِ عباس ابنِ مرداس رضی اللہ عنہ

حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام سے قبل مشہور عیسائی بشپ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد مِرداس ابنِ ابی عامر کا اپنا ایک بُت تھا۔ مرداس نے عباس کو یہ نصیحت کی کہ اس بُت کی پرستش کرتا رہے کیونکہ وہی اُسے نفع و نقصان دینے والا ہے۔ ایک دن عباس، ضمار کے پاس موجود تھے کہ اُس بُت کے اندر سے یہ آواز سنائی دی:

قُلْ لِلْقَبَائِلِ مِنْ سُلَيْمٍ كُلِّهَا
أَوْدَى ضِمَارِ وَعَاشَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ
إِنَّ الَّذِي وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَالْهُدَى
بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُهْتَدِي
أَوْدَى ضِمَارِ وَكَانَ يُعْبَدُ مَرَّةً
قَبْلَ الْكِتَابِ إِلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدِ(۴۱)

سُلَیم کے تمام قبائل سے کہہ دے کہ ضمار ہلاک ہو گیا اور اہلِ مسجد (مسجد نبوی یا مسجد حرام) نے زندگی پائی۔
اہلِ قریش میں سے جو ہستی حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام ابنِ مریم کے بعد نبوت و ہدایت کی وارث ہُوئی، ہدایت پر ہے۔
محمد رسول اللہ ﷺ پر کتاب نازل ہونے سے پہلے جس ضمار کی پرستش کی جاتی تھی وہ ہلاک ہو گیا۔ (یقیناً یہ آواز بھی جنّ ہی کی تھی۔)

حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کا نصیبہ چمکا اس آواز سے متاثر ہُوئے اور ضمار کو جلا دیا اور نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾(۴۲)

حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کا وہ قصیدہ جس کا ذکر ابنِ ہشام نے فتحِ مکّہ کے متعلق اشعار میں کیا ہے، داخلی شہادتوں کی روشنی میں اُس موقعہ پر کہا ہُوا نظر نہیں آتا، عرضِ خدمت ہے:

مِنَّا بِمَكَّةَ يَوْمَ فَتْحِ مُحَمَّدٍ

أَلْفٌ تَسِيْلُ بِهِ الْبِطَاحُ مُسَوَّمُ
نَصَرُوا الرَّسُولَ وَشَاهَدُوا أَيَّامَهُ
وَشِعَارُهُمْ يَوْمَ اللِّقَاءِ مُقَدَّمُ
فِي مَنْزِلٍ ثَبَتَتْ بِهِ أَقْدَامُهُمْ
ضَنْكٍ كَأَنَّ الْهَامَ فِيْهِ الْحَنْتَمُ
جَرَّتْ سَنَابِكَهَا بِنَجْدٍ قَبْلَهَا
حَتَّى اسْتَقَادَ لَهَا الْحِجَازُ الْأَدْهَمُ
اَللّٰهُ مَكَّنَهُ لَهُ وَأَذَلَّهُ
حُكْمُ السُّيُوْفِ لَنَا وَجَدَّ مِزْحَمُ
عَوْدُ الرِّيَاسَةِ شَامِخٌ عِرْنِيْنُهُ
مُتَطَلِّعٌ ثُغَرَ الْمَكَارِمِ خِضْرِمُ(۴۳)

محمد ﷺ کی فتح کے روز مکّہ میں ہمارے ایک ہزار بہادروں سے جن کے جنگ کی علامات لگی ہُوئی تھیں ساری زمینِ بطحا لرز رہی تھی۔
اُن ہزار آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعاون کیا اور اُن کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا جنگ میں اُن کا نشان سب سے آگے تھا۔
جس تنگ جگہ میں اُن کے قدم پہنچے جم گئے، وہاں دشمنوں کی کھوپڑیاں اندرائن کے پھولوں کی طرح اڑتی ہوئی نظر آتی تھیں۔
اس سے قبل یہ قدم نجد میں پہنچے تھے۔ یہاں تک کہ سیاہ حجاز نے بھی انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔
اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حجاز پر با اختیار بنا دیا اور تلواروں کے فیصلے نے

اور ہماری غالب آنے والی کوشش نے اُسے ہمارے لیے مسخر کر دیا۔
وہ سرداری کے لائق ہیں اُن کی ناک اُونچی اور عزّت بلند ہے وہ اخلاقِ کریمانہ کے راستوں پر چلنے والے ہیں اور زبردست فیاض اور سخی ہیں۔

میرا خیال ہے کہ یہ قصیدہ حضور ﷺ کی غزوۂ طائف سے واپسی پر ذی القعدہ ۸ھ میں عمرہ کے زمانہ میں کہا گیا کیونکہ اِن اشعار میں

(۱) بنو سُلَیم کے ایک ہزار افراد کا ذکر ہے جب کہ مکّہ پر بنو سُلَیم کے سات سو افراد اور بعض کے نزدیک نو سو ۹۰۰ افراد شریک ہُوئے۔ خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایک اور قصیدہ سے جو آگے آنے والا ہے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۲) یہ کہ عباس رضی اللہ عنہ ابنِ مِرداس نے اس میں اہلِ نجد سے نمٹنے کا ذکر کیا ہے۔

(۳) یہ کہ اس میں ارضِ حجاز پر با اختیار ہونے کا ذکر کیا ہے۔

(۴) یہ کہ اس میں حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے شریکِ جہاد ہونے کا ذکر بھی کیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ فتح مکّہ کے موقعہ پر شریکِ جہاد نہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اُس وفد میں تھے جو جنگِ حنین سے پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہُوا جس کا ذکر آپ رضی اللہ عنہ کے ایک قصیدہ میں بھی ملتا ہے۔

لَا وَفْدَ كَالْوَفْدِ الْأُلَى عَقَدُوْا لَنَا
سَبَبًا بِحَبْلِ مُحَمَّدٍ لَا يُقْطَعُ
وَفْدٌ أَبُو قَطَنٍ حُزَابَةُ مِنْهُمْ
وَأَبُو الْغُيُوْثِ وَوَاسِعٌ وَالْمِقْنَعُ
وَالْقَائِدُ الْمِئَةُ الَّتِي وَفَّى بِهَا
تِسْعَ الْمِئِيْنَ فَتَمَّ أَلْفٌ أَقْرَعُ

جَمَعَتْ بَنُو عَوْفٍ وَرَهْطُ مُخَاشِنٍ
سِتًّا وَأَحْلُبُ مِنْ خُفَافٍ أَرْبَعُ
فَهُنَاكَ إِذْ نُصِرَ النَّبِيُّ بِأَلْفِنَا
عَقَدَ النّبِيّ لَنَا لِوَاءً يَلْمَعُ(۴۴)
وَلَنَا عَلَى بِئْرَيْ حُنَيْنٍ مَوْكِبٌ
دَمَغَ النِّفَاقَ وَهَضْبَةٌ مَا تُقْلَعُ

کوئی وفد اس وفد سا نہیں جس نے ہمارا رشتہ محمد رسول اللہ ﷺ سے باندھ دیا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

وہ وفد جس میں ابُو قُطن حزابہ، ابو الغیوث، واسع اور مقنع جیسے لوگ شامل ہیں۔

اِن میں ایک سو آدمیوں والا وہ قائد بھی شامل ہے جس نے نو ۹ سو میں اضافہ کیا اور تعداد کو ایک ہزار کر دیا۔

بنو عوف اور مُخاشِن کے جرگے نے چھ سو آدمی اکٹھے کیے اور خفاف کے قبیلہ کے چار سو آدمی تھے۔

اس طرح اس موقعہ پر جب ہمارے ایک ہزار کی جمعیت سے نبی اکرم ﷺ کا تعاون کیا گیا تو آپ ﷺ نے ہمارے لیے وہ جھنڈا قائم کیا جو روشنی پھیلا رہا تھا۔

اور حنین کے کنوؤں پر ہمارا لشکر ایک ایسی چٹان کی طرح موجود تھا جو اُسی طرح ہلائی نہیں جا سکتی تھی جس طرح کسی کے دماغ سے نفاق دُور نہیں کیا جا سکتا۔

اِن اشعار پر غور کیجیے:

(۱) اِن میں نو سو میں ایک سو کے اضافے کا ذکر ہے جس نے تعداد کو ایک ہزار کر دیا۔

(۲) یہ ایک ہزار کی تعداد بنو عوف و مخاشن کے چھ سو اور خفاف کے چار سو، غزوۂ حنین میں شریک ہُوئے۔

(۳) حنین کے چشمے کا ذکر اسے غزوۂ حنین (شوال ۸ھ) کا قصیدہ قرار دیتا ہے۔

(۴) اُس ایک سو کا اضافہ کرنے والوں میں خود حضرتِ عباس ﷛ بھی شامل ہیں جن کا مضبوط رشتہ اب حضورِ اکرم ﷺ سے استوار ہُوا۔

چنانچہ (۱) اوّل الذکر قصیدہ میں:

مِنَّا بِمَكَّةَ يَوْمَ فَتْحِ مُحَمَّدٍ
أَلْفٌ تَسِيْلُ بِهِ الْبِطَاحُ مُسَوَّمُ(۴۵)

کا محمد ﷺ کا تعلق فتح مکّہ سے نہیں بلکہ اب ہزار کی نسبت سے حنین ہی سے جُڑتا ہے۔ فتح مکّہ کے موقعہ پر خود حضرتِ عباس ﷛ کی زبانی نو ۹سو تھے۔

اور چونکہ اس میں مکّہ کا ذکر آیا ہے۔ اور حضور ﷺ غزوۂ طائف (ذی القعدہ ۸ھ) کے بعد مکّہ عمرہ ادا کرنے تشریف لائے تھے۔ اس لیے یہ قصیدہ مکّہ ہی میں کہا گیا۔ مگر فتح مکہ کے موقعہ پر نہیں جیسا کہ ابنِ ہشام کا خیال ہے بلکہ یہ غزوۂ طائف کے بعد عمرہ کے زمانے کا ہے۔ وَاللہ اَعلم وعلمہٗ اَکملُ وَاَتم۔

غزوۂ حنین کے موقعہ پر آپ ﷛ نے کئی یادگار قصائد کہے۔ اِن قصائد میں حضورِ اکرم ﷺ کی عظمت و شان اور اصحابِ رسول ﷡ بالخصوص اپنے قبیلہ بنو سُلَیم کی قربانیوں اور اتباعِ رسول ﷺ کا ذِکر نئے نئے انداز سے کرتے ہیں۔ اپنے ایک ہزار افراد کا تذکرہ تقریباً ہر ایک قصیدہ میں کیا ہے۔ اُس قصیدہ کے منتخب اشعار جس میں قارب بن اسود علمدار احلاف کے بھاگ جانے کا ذکر کیا ہے:

أَلَا مِنْ مُبَلِّغٍ غَيْلَانَ عَنِّي
وَسَوْفَ إِخَالُ يَأْتِيْهِ الْخَبِيْرُ

وَعُرْوَةَ إِنَّمَا أُهْدِي جَوَابًا
وَقَوْلًا غَيْرَ قَوْلِكُمَا يَسِيْرُ

بِأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدٌ رَسُوْلٌ
لِرَبٍّ لَا يَضِلُّ وَلَا يَجُوْرُ

وَجَدْنَاهُ نَبِيًّا مِثْلَ مُوسَى
فَكُلُّ فَتًى يُخَايِرُهُ مَخِيْرُ

فَقُلْنَا أَسْلِمُوا إِنَّا أَخُوكُمْ
وَقَدْ بَرَأَتْ مِنَ الْإِحَنِ الصُّدُوْرُ (۴۶)

ہے کوئی جو غیلان اور عُروہ کو میرا پیغام پہنچا دے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی باخبر ضرور اُنہیں مطلع کر دے گا کہ تمھیں ایک ایسے قولِ فیصل کا تحفہ دینا چاہتا ہُوں جو تمھارے باطل قول کی طرح نہیں۔
وہ قول یہ ہے کہ محمدِ مصطفیٰ ﷺ پروردگارِ عالم کے بندے اور رسول ﷺ ہیں آپ ﷺ راہِ خُدا (دینِ ہدیٰ) سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتے، نہ کسی پر زیادتی کرتے ہیں۔
ہم نے آپ ﷺ کو حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی طرح برحق نبی پایا جو بھی جوان آپ ﷺ سے ہمسری و بَرتری کا سوچے گا کم تر مغلُوب ہو گا۔
اسی لیے ہم نے اُن (غیلان وغیرہ) سے کہا ایمان لے آؤ ہم تمھارے بھائی ہیں (بنو سُلَیم اور بنو ہوازن دونوں ہی قیس کی نسل سے تھے) اور ہمارے سینے کینہ اور عداوت سے خالی ہیں۔

وَجَدْنَاهُ نَبِيًّا مِثْلَ مَوْسٰى علیہ السلام دراصل ذاتِ انواط کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ نومسلم نوجوانوں نے اُس سبز درخت کے ساتھ تلواریں لٹکانے اور جانور ذبح کرنے کی اجازت مانگی جیسے کہ مشرکینِ عرب کا رواج تھا۔ حضور ﷺ نے حضرتِ موسٰی علیہ السلام کی قوم کے ایسے ہی مطالبے کا ذکر کرتے ہُوئے اِن رسوم کو امتانِ سابق کی پیروی قرار دیا تھا اور اسلام کے منافی بتایا تھا۔(۴۷)

آپ رضی اللہ عنہ کا وہ قصیدہ جس میں بنو سُلَیم کے ضحاک بن سفیان کلابی کی بطورِ سپہ سالار تقرری کا ذکر ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کے کردار کی بولتی تصویر کھینچی ہے:

يَا خَاتَمَ النَّبَآءِ إِنَّكَ مُرْسَلٌ
بِالْحَقِّ كُلِّ هُدَى السَّبِيْلِ هُدَاكَا
إِنَّ الْإِلٰهَ بَنَى عَلَيْك مَحَبَّةً
فِي خَلْقِهِ وَمُحَمَّدًا سَمَّاكَا
ثُمَّ الَّذِيْنَ وَفَوْا بِمَا عَاهَدْتَهُمْ
جُنْدٌ بَعَثْتَ عَلَيْهِمْ الضَّحَّاكَا
يَغْشَى ذَوِي النَّسَبِ الْقَرِيْبِ وَإِنَّمَا
يَبْغِي رِضَا الرَّحْمٰنِ ثُمَّ رِضَاكَا
أُنْبِيْكَ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ مَكَرَّهُ
تَحْتَ الْعَجَاجَةِ يَدْمَغُ الْإِشْرَاكَا
وَبَنُو سُلَيْمٍ مُعْنِقُونَ أَمَامَهُ
ضَرْبًا وَطَعْنًا فِي الْعَدُوِّ دِرَاكَا

يَمْشُونَ تَحْتَ لِوَائِهِ وَكَأَنَّهُمْ
أُسْدُ الْعَرِيْنِ أَرَدْنَ ثُمَّ عِرَاكَا
مَا يَرْتَجُونَ مِنَ الْقَرِيْبِ قَرَابَةً
إِلَّا لِطَاعَةِ رَبِّهِمْ وَهَوَاكَا
هَذِي مَشَاهِدُنَا الَّتِي كَانَتْ لَنَا
مَعْرُوفَةً وَوَلِيُّنَا مَوْلَاكَا(۴۸)

یا خاتم النبیّین ﷺ! آپ ﷺ بے شک رسولِ برحق ہیں آپ ﷺ ہی کی ہدایت صحیح راستے کی ہدایت ہے۔
بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں محبت کی بنا آپ ﷺ ہی پر رکھی۔
اور بجا طور پر آپ ﷺ کا محمد ﷺ (قابلِ تعریف) نام رکھا۔
پھر وہ لوگ (اصحاب رضی اللہ عنہم) جنہوں نے آپ ﷺ سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ وہ لشکر جس پر آپ ﷺ نے ضحاک کو امیر مقرر فرمایا۔
وہ تو قریبی رشتوں کی پرواہ کیے بغیر حملہ کر کے چھا جاتے ہیں جنہیں صرف خدا اور آپ ﷺ کی رضا مطلوب ہے۔
مَیں آپ کو بتاؤں (ضحاک) نے اڑتے ہُوئے غبارِ جنگ میں پلٹ پلٹ کر حملے کیے اور شرک کے دماغ پر تلوار کی ضرب لگائی۔
اور بنو سُلَیم بھی ضحاک کے سامنے دشمنوں میں متواتر شمشیر زنی اور نیزہ بازی کرتے ہُوئے گھمسان کی جنگ لڑ رہے تھے۔
یہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) ضحاک کے پرچم تلے اس طرح چلتے تھے جیسے کچھار کے شیر ہوں، جن کا مقصد و مقصود صرف معرکہ تھا۔
وہ رشتہ داروں کی رشتہ داری سے بے نیاز صرف اپنے رب کی اطاعت

اور آپ کے منشاء کی تکمیل میں مصروف تھے۔
یہ ہمارے جانے پہچانے (روز مرّہ کے) مشاہدے ہیں اور آپ ﷺ کا ربّ ہمارا مددگار تھا۔

شعر ۳ ثُمَّ الَّذِيْنَ وَفَوْا الخ کی وضاحت ایک اور قصیدہ کے اِن اشعار میں کی ہے:

نُبَايِعُهُ بِالْأَخْشَبَيْنِ وَإِنَّمَا
يَدَ اللهِ بَيْنَ الْأَخْشَبَيْنِ نُبَايِعُ
نَذُوْدُ أَخَانَا عَنْ أَخِيْنَا وَلَوْ نَرَى
مَصَالًا لَكُنَّا الْأَقْرَبِيْنَ نُتَابِعُ
وَلٰكِنَّ دِينَ اللهِ دِيْنُ مُحَمَّدٍ
رَضِيْنَا بِهِ فِيْهِ الْهُدَى وَالشَّرَائِعُ(۴۹)

جب ہم مکّہ کے دو پہاڑوں اخشبان پر نبی اکرم ﷺ کی بیعت کر رہے تھے تو دراصل ہم خود اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ (کَمَا يُبَايِعُونَ اللہ کے فرمانِ خداوندی کی طرف اشارہ ہے جو صلح حُدیبیّہ کے موقع پر ارشاد ہُوا)۔
ہم نے اپنے ہی بھائیوں (ہوازن) سے قتال کیا اور اپنے ہی بھائیوں (بنو سُلَیم) کا دفاع کیا (اگر حق و باطل کی جنگ میں) ہم ایسی کوئی گنجائش پاتے تو اپنے قرابت داروں کا ساتھ دیتے۔
اس لیے کہ دینِ خدا تو بس دینِ محمد ﷺ ہے ہم نے اسی دین کو پسند کیا جس میں ہدایت و راستی کا مکمل نظامِ شریعت موجود ہے۔

فَمَنْ مُبْلِغُ الْأَقْوَامِ أَنَّ مُحَمَّدًا

رَسُوْلَ الْإِلَهِ رَاشِدٌ حَيْثُ يَمَّمَا
فَمَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي النَّبِيَّ مُحَمَّدًا
وَكُلُّ امْرِئٍ يُجْزَى بِمَا كَانَ قَدَّمَا
أَقَمْتَ سَبِيلَ الْحَقِّ بَعْدَ اعْوِجَاجِهِ
وَكَانَ قَدِيمًا رُكْنُهُ قَدْ تَهَدَّمَا
رَأَيْتُكَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا
نَشَرْتَ كِتَابًا جَاءَ بِالْحَقِّ مُعْلَمَا
شَرَعْتَ لَنَا دِينَ الْهُدَى بَعْدَ جَوْرِنَا
عَنِ الْحَقِّ لَمَّا أَصْبَحَ الْحَقُّ مُظْلِمَا
وَنَوَّرْتَ بِالْبُرْهَانِ أَمْرًا مُدَلَّسًا
وَأَطْفَأْتَ بِالْقُرْآنِ نَارًا تَضَرَّمَا(۵۰)

ہے کوئی جو تمام اقوام عالم کو سنا دے کہ محمد ﷺ رسولِ خدا ہیں اور جہاں کا قصد کرتے ہیں رشد و ہدایت ہی کا راستہ پا لیتے ہیں۔
میری طرف سے نبی کریم ﷺ کو کون میرا پیغام پہنچائے کہ ہر شخص جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔
آپ ﷺ نے راہِ حق کو اس کے ٹیڑھا ہو جانے کے بعد دُرست کیا اور پہلے اُس کے ارکان گر چکے تھے۔
اے خیر البریہ ﷺ! آپ ﷺ نے ایک ایسی کتاب پیش کی جس نے حق و صداقت (صراطِ مستقیم) کو واضح کر دیا۔
آپ ﷺ نے ہمیں دینِ حق پر مبنی شریعت دے کر راہِ راست دکھائی،

جبکہ ہم راہِ حق سے بھٹک کر تاریکی میں کھو گئے تھے۔
اور آپ ﷺ نے دلیل کے نور سے (قرآن حکیم) ایسی چیز کو روشن کر دیا جو مبہم پڑ چکی تھی اور آپ ﷺ نے اسلام کے آبِ زلال سے کفر کی اُس آگ کو بجھا دیا جو بھڑک رہی تھی۔

حضورِ اکرم نے حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قصیدہ سُن کر آپ رضی اللہ عنہ کو حُلّہ مبارک عطا فرمایا۔

آخر میں آپ رضی اللہ عنہ کے ایک اور قصیدہ کے چند اشعار جس میں نعت کے معیار کو پُوری طرح برقرار رکھا ہے اور آئندہ کے لیے ایک بہترین نمونۂ فن کے طور پر چھوڑ گئے ہیں۔

نَبِيٌّ أَتَانَا بَعْدَ عِيْسَى بِنَاطِقٍ
مِنَ الْحَقِّ فِيهِ الْفَصْلُ فِيهِ كَذَلِكَا
أَمِيْنًا عَلَى الْفُرقَانِ أَوَّلُ شَافِعٍ
وَآخِرُ مَبْعُوْثٍ يُجِيْبُ الْمَلَائِكَا
تَلَافَى عُرَى الْإِسْلَامِ بَعْدَ انْتِقَاضِهَا
فَأَحْكَمَهَا حَتَّى أَقَامَ الْمَنَاسِكَا
رَأَيْتُكَ يَا خَيْرَ البَرِّيَةِ كُلِّهَا
تَوَسَّطْتَ فِي الْقُرْبَى مِنَ الْمَجْدِ مالِكَا
سَبَقْتَهُمْ بِالْمَجْدِ وَالْجُودِ وَالْعُلَا
وَبالْغَايَةِ الْقُصْوَى تفوت السَّنَابِكَا
وَأَنْتَ الْمُصَفَّى مِنْ قُرَيْشٍ إِذَا سَمَتْ

غَلَاصِمِهَا تَبْقِی الْقُرُوْمَ الْفَوَاتِكَا(۵۱)

نبی اکرم ﷺ حضرتِ عیسیٰ کے بعد پیامِ حق لے کر ہمارے پاس آئے۔ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ ہی کے آنے کی بشارت دی (یہی آپ ﷺ کا طرۂ امتیاز ہے)۔

آپ ﷺ حق و باطل میں تمیز (فرقان) لے کر آئے۔ اوّل شافع اور آخری مبعوث ہیں جن سے فرشتہ ہم کلام ہُوا۔ یعنی آپ ﷺ آخری نبی ﷺ ہیں۔ جن پر سلسلۂ نبوت ختم اور جبریل علیہ السلام کا آنا بند ہو گیا۔

آپ ﷺ نے (عالمِ انسانیت کو) انتشار کے بعد پھر اسلام کی رسّی میں مضبوطی سے باندھا اور مناسک (فرائض و واجبات) کی پختہ بنیاد رکھی۔

یا خیر البشر ﷺ! میں نے بلحاظ قربِ الٰہی آپ ﷺ کو کائنات میں عظیم المرتبت پایا۔

آپ ﷺ نے بزرگی، سخاوت و عظمت میں سب پر سبقت پائی، بلندیوں کی چوٹیاں بھی آپ ﷺ سے پیچھے رہ گئیں۔

آپ ﷺ قریش میں منتخب ہیں وہ قبیلہ جو اپنے دلیر و جانباز سرداروں کی وجہ سے بلند ترین ہے۔

حضرتِ کعب ابنِ زُہیر رضی اللہ عنہ

کعب ابنِ زُہیر وہ خوش قسمت اور صاحبِ اقبال شاعر ہیں جنہوں نے کعب ابنِ مالک رضی اللہ عنہ، عبد اللہ ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ اور عباس ابن مرداس رضی اللہ عنہ کے قصائد کے بے شمار دفتروں کے مقابل صرف ایک قصیدہ بَانَتْ سُعَادُ پیش کر کے عربی ادب میں افق تا افق نام پیدا کر لیا اور یقیناً بے مثال و لازوال شہرت پائی۔ نعتیہ ادب کے اِس دورِ زرین سے متعلق شعرائے رسول ﷺ کے جن فن پاروں کی بعد میں تقلید کی جاتی رہی اُن میں

حضرتِ حسان ؓ اور بد قسمت الاعشٰی کے قصائد کے علاوہ حضرتِ کعب ابنِ زُہَیر ؓ کا قصیدہ بَانَتْ سُعَادُ ہے۔

کعب اپنے موّحد والد زہیر بن سُلمیٰ کی وصّیت کی تعمیل میں اپنے بھائی بجیر ؓ کے ساتھ مکہ پہنچے مگر مقامِ ابرق غداف میں خود مویشیوں کے پاس ٹھہر گئے اور بجَیر ؓ کو معلومات کے لیے مکہ بھیج دیا۔ بجیر ؓ حاضرِ دربارِ رسالت ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ (۵۲)

ایسا لگتا ہے کہ بجیر ؓ نے فتح مکّہ کے فوراً بعد کعب کو خط لکھا اس لیے کہ اس میں ابنِ زِبَعری اور ہبیرہ بن وہب کے بھاگ جانے اور جان بچانے کا ذکر ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا عبد اللہ ابنِ زبعَری ؓ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، ابنِ ہشام کے اس قول کے پیشِ نظر کہ کعب نے یہ قصیدہ مدینۃ الرسُول میں مسجد نبوی میں حاضر ہو کر صبح کی نماز کے بعد پیش کیا، اِس کا موقعہ غزوۂ طائف کے بعد کا بنتا ہے۔ کیونکہ عمرہ کی ادائیگی کے بعد (ذی قعدہ ۸ھ یا ذی الحجہ کے اوائل) حضورِ نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں رمضان ۹ھ یا رجب ۹ھ تک رہنے کے بعد تبوک کی طرف روانہ ہُوئے اس طرح کعب ابنِ زہَیر کا دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہونا ذی قعدہ ۸ھ اور جب ۹ھ کے درمیانی عرصہ کا بنتا ہے۔

کعب پر بجَیر ؓ کے اس خط کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ کانپنے لگا۔ کعب ؓ کے دشمن اور حاسِد اُن پر ہنسنے لگے۔ یہ تو مَر گیا اور اس طرح کعب ؓ کو ستانے کا اچھا خاصا پراپیگنڈہ کیا۔ کعب ؓ نے اِن باتوں کا ذکر خود بھی اُس قصیدہ میں کیاہے جس کا انتخاب آگے نقل کیا جائے گا۔ کعب ؓ یہ قصیدہ کہہ کر عازمِ مدینہ ہُوئے۔ قبیلہ جُہنیہ کے ایک شخص کی مدد سے علی الصُبح جب حضورِ اکرم ﷺ نماز پڑھا کر فارغ ہُوئے تو کعب ؓ حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے جا کھڑے ہُوئے۔ آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا (آپ ﷺ نے کعب ؓ کو نہیں پہچانا تھا) آپ ﷺ کعب ؓ کو جانتے نہ

تھے۔ کعب ؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کعب ابنِ زُہیر تائب ہو کر حاضر ہو تو کیا آپ ﷺ اُسے امان دے دیں گے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا، بالکل، اب کعب ؓ نے بتایا کہ وہ خود کعب ؓ ہے۔ کعب ؓ اب تائب ہو کر آیا ہے۔ کعب ؓ کو اُس ایک انصاری کی اس سختی کا صدمہ اور غصّہ تھا۔ کیونکہ مہاجرین میں سے ہر شخص نے اُن کے لیے کلمۂ خیر ہی کہا۔ اِس قصیدہ میں "إِذَا عَرَّدَ السُّودُ التَّنَابِيْلُ" کا رُوئے سخن انصار ؓ ہی کی طرف تھا۔ جو یقیناً فی البدیہہ اضافہ ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کاش! تم انصار کا ذکرِ خیر بھی کرتے کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔ حضور ﷺ موقعہ کی نزاکت بھانپ گئے۔ صرف اشارے ہی سے رسالت کی سخن شناسی پائی گئی کہ کعب ؓ کو انصار ؓ کی تیزی نے برانگیختہ کیا ہُوا ہے۔ امان تو دینی ہی ہے یہ رنجش بھی نہ رہنی چاہیے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے ارشاد پر کعب ؓ نے انصار ؓ کی شان بھی بیان کی جو ان شاء اللہ آخر میں درج کر دی جائے گی۔ پہلے اس قصیدہ کا انتخاب جو بَانَتْ سُعَادُ سے مشہور ہے۔ اس قصیدہ کا منفرد اسلُوب مسلّم ہے:

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُوْلُ

مُتَيَّمٌ إِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُوْلُ

سُعاد جُدا ہو گئی اس لیے میرا دل لاغر کمزور ہو رہا ہے۔ اُس شخص کی طرح جس نے رہائی پانے کے لیے فِدیہ کی ادائیگی نہ کی ہو (سُعاد کے نقوشِ پا کی تلاش میں میری حالت ناقابلِ رہائی اسیر الفت کی سی ہے)۔

سُعاد کے حُسن و جمال اور قول و قرار پر کئی اشعار کہے ہیں اور سُعاد کی وعدہ خلافی کی شکایت کی ہے: ذرا وعدہ خلافی کی مثال ملاحظہ ہو:

وَمَا تَمَسُّكُ بِالْعَهْدِ الَّذِي زَعَمَتْ

إِلَّا كَمَا يُمْسِكُ الْمَاءَ الْغَرَابِيْلُ

اُس کے وعدہ کے ایفاء کی پختگی کا عالم غربال میں پانی کی مثل ہے (جس طرح کہ پانی غُربال میں نہیں ٹھہرتا اُس کا وعدہ بھی زیادہ دیر قائم نہیں رہتا)۔

انسانی خواہشات اور طُولِ اَمل کے بارے میں کعب ؓ کی یہ رائے کتنی سچّی ہے۔

فَلَا يَغُرُّنَّكَ مَا مَنَّتْ وَمَا وَعَدَتْ
إِنَّ الْأَمَانِيَّ وَالْأَحْلَامَ تَضْلِيْلُ

پس اُس (سُعاد) کے دیئے ہُوئے وعدوں اور تمنّاؤں کے فریب میں نہ آ۔ انسان کی خواہشیں اور خواب ہی تو اُس کی گمراہی اور تضیع اوقات کا سبب بنتے ہیں۔

پھر اُس تک پہنچنے کے لیے صحیح النسل، تیز رو قوی اور مضبوط اونٹنی کی ضرورت کا ذکر کرتا ہے وہ غدافِرۃ جو تھکنے کو جانے ہی نہیں تھکاوٹ سے جس کی چال میں کوئی فرق نہ آئے، جس کی نگاہیں مٹے ہُوئے نشانوں کو بھی پہچان سکیں (سفر کی کثرت اور تجربے کی بناء پر)۔

سُعاد کی تلاش میں چلنے والی اونٹنی کے زمین پر پاؤں مارنے کو اُس عورت سے تشبیہ دی ہے۔ جسے اپنے پہلے بچے کی موت کی اطلاع نے پاگل کر دیا ہو اور جو کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں سے مُنہ پیٹ پیٹ کر نوحہ کر رہی ہو (اونٹنی کے مسلسل چلنے اور پاؤں زمین پر مارنے کو عورت کے مُنہ پیٹنے سے تشبیہ دینے میں عقل کے زائل ہو جانے سے کتنا حُسن پیدا کر دیا ہے۔ پھر اونٹنی کی اس حالت کو اپنی حالت کے مطابق بتا کر انتہائی خوبصورتی سے گریز کے شعر ملاتا ہے۔

تَفْرِي اللَّبَانَ بِكَفَّيْهَا وَمِدْرَعُهَا
مُشَقَّقٌ عَنْ تَرَاقِيْهَا رَعَابِيْلُ

تَسْعَی الْغُوَاۃُ جَنَابَیْھَا وَقَوْلُھُمْ
إِنَّكَ یَا بْنَ أَبِي سُلْمَی لَمَقْتُوْلُ

وہ نوحہ گو (عورت) اپنے دونوں ہاتھوں سے سینہ کوبی کر رہی ہو اور اُس کی دیوانگی کے سبب اُس کے سینے تک اُس کا گریبان چاک ہو گیا ہو۔

مفسد اس کے اِردگرد چلتے ہُوئے کہہ رہے ہوں اے ابنِ سُلمٰی تُو تو قتل کیا جانے والا ہے (اشارہ حضور ﷺ کے اُس حکم کی طرف جس کے ذریعہ آپ ﷺ نے کعب رضی اللہ عنہ کا خون حلال قرار دیا تھا)۔

ہر قابلِ اعتبار دوست نے مدد سے ہاتھ اٹھا لیا تو مَیں نے کہا تمہارا باپ مَرے میرا راستہ چھوڑ دو۔ خدا کی طرف سے جو مقدر ہو گا ملے گا۔ ہر ماں جائے کی میّت پلنگ پر اٹھے گی (پھر دشمنوں کا میری موت پر خوش ہونے کا کیا مقام؟)

نُبِّئْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ أَوْعَدَنِي
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ مَأْمُوْلُ

مجھ سے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قتل کی وعید فرمائی ہے مگر حضور ﷺ کے ہاں عفو و درگزر کی اہمیت کی وجہ سے بڑی اُمید ہے۔

اب کعب رضی اللہ عنہ رسولِ خدا ﷺ سے مخاطب ہو جاتے ہیں۔ آپ چُغل خوروں کی باتوں پر توجہ نہ دیجیے۔ وہ مجھ سے جُھوٹی باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم میں آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوں اور وہ کچھ دیکھ رہا ہوں اور سُن رہا ہوں کہ ہاتھی بھی کانپنے لگے۔ ہاں صرف ایک صورت ہے۔ حکمِ ربّانی سے حضور ﷺ عفو و درگزر کا مژدہ سُنا دیں۔ الغرض اپنے ماضی پر شرمساری اور گستاخی پر ندامت کا سچے دل سے اظہار کرنے کے بعد کہتا ہے۔

حَتَّى وَضَعْتُ يَمِيْنِي مَا أُنَازِعُهُ
فِي كَفِّ ذِي نَقِمَاتٍ قِيْلُهُ الْقِيْلُ

یہاں تک کہ میں نے اپنا ہاتھ صاحبِ نقُمات ﷺ کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ آپ کا قول ہی تو فیصل ہے جس کی ایفا پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ خود کو آپ ﷺ کے سپرد کر دیا ہے آپ ﷺ نے بھی میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ (وعدۂ دوستی ہو چکا) تو پھر کیا غم!

فَقَدْ أَتَيْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ مُعْتَذِرًا
وَالْعُذْرُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ مَقْبُوْلُ (۵۳)

پس میں عذر خواہ بن کر حضور ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوا ہوں اور عذر قبول کرنے میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کون ہے؟

إِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُولُ

حضورِ اکرم ﷺ نے یہ شعر سُن کر دُوسرا مصرعہ یُوں دُہرایا:

مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللهِ مَسْلُوْلُ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اشارہ پا لیا اور دوبارہ شعر کو اُسی اصلاح کے ساتھ دُہرایا۔

إِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللهِ مَسْلُوْلُ

لا رَیب رسول اللہ ﷺ ایک ایسا نُور ہیں جس سے حق کی روشنی ملتی ہے۔ آپ ﷺ اللہ کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔ کعب

ﷺ نے "نور" کے معانی بے نیام تلوار کہہ کر واضح کر دیئے یعنی "دلیل و بُرہان" جو باطل کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں اور حق کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

پھر جب حضورِ اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کا ذکر کر کے مہاجرین رضی اللہ عنہم کی قوتِ ایمانی اور استقلال کا تذکرہ چھیڑا ہے تو انصار کے حق میں ایک چلتا ہوا مصرعہ بھی کہہ گئے:

يَمْشُوْنَ مَشْيَ الْجَمَالِ الزَّهْرِ يَعْصِمُهُمْ
ضَرْبٌ إِذَا عَرَّدَ السُّودُ التَّنَابِيْلُ

بے شک آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم (مہاجرین) خوبصورت سفید اونٹوں کی طرح ہیں جب سیاہ رنگ کے کوتاہ قامت لوگ بھاگتے ہیں تو اِن کی تلواریں اُن کی حفاظت کرتی ہیں۔

فی الاصل "سیاہ رنگ کے کوتاہ قامت لوگوں" سے مراد انصار رضی اللہ عنہم تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کاش! تم اس میں انصار کا ذکر خیر بھی کرتے، کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔

تب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے انصار رضی اللہ عنہم کی منقبت میں اس قسم کے اشعار فی البدیہہ کہے:

مَنْ سَرَّهُ كَرَمُ الْحَيَاةِ فَلَا يَزَلْ
فِي مِقْنَبٍ مِنْ صَالِحِي الْأَنْصَارِ
قَوْمٌ إِذَا خَوَتِ النُّجُومُ فَإِنَّهُمْ
لِلطَّارِقِيْنَ النَّازِلِيْنَ مَقَارِي(۵۴)

جو شخص زندگی کی عنایات سے مسرُور و محظوظ ہونا چاہے اُسے انصار ﷺ کے صالح و مجاہد سوار سے دُور نہ رہنا چاہیے (قریب رہے) یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ستارے ٹوٹتے ہیں (قحط کا موسم ہوتا ہے) تو یہ رات کو اُترنے والے پریشان حال مہمانوں کے ناشتہ دان بھر دیتے ہیں۔

رحمۃُ للعالمین ﷺ کی شانِ رحمت پر قربان جایئے کہ والعفو عند رسولِ اللہ مأمول، کا جواب نہ صرف عفو و درگزر سے دیا بلکہ کعب ؓ کو اپنی رِدائے مبارکہ بھی عطا فرمائی اسی لیے یہ قصیدہ بَانَتْ سُعَادُ، قصیدۃ البردہ کے نام سے بھی مشہور ہوا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

الاعشیٰ ابو البُصَیر میمُون بن قیس

بنی قیس بن ثعلبہ کا اعشیٰ جس کا نام میمُون کنیت ابو البصَیر تھی اور جو قتیل الجوُع قیس بن جندل(۵۵) کا نامور فرزند تھا۔ اُن چار شعراء میں شمار ہوتا تھا جو عربوں کے بالاتفاق بہترین شاعر تھے۔ اعشیٰ جاہلی شعراء کے آخر میں اور مخضرمین شعراء کا پیش رو تھا اور اُسے اُس کے اشعار کی فنّی کثرت کی وجہ سے صنّاجۃ العرب کہا گیا(۵۶) اعشیٰ کے کلام میں غیر عربی زبانوں بالخصوص فارسی کی تلمیحات اور الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔ ابنِ ہشام کے مطابق حضور ﷺ کی سفر طائف سے واپسی پر (ہجرتِ مدینہ سے قبل) جیسا کہ خلاد بن خالد دُوسی نے بیان کیا، اعشیٰ نے حضور ﷺ کی مَدح میں ایک قصیدہ کہا اور اسلام لانے کی غرض سے حضورِ اکرم ﷺ کی طرف چلا، راستے میں اُسے قریش کے مشرکوں میں سے کِسی نے یہ معلوم کر کے کہ اعشیٰ اسلام لانے چلا ہے اُس سے کہا رسول (ﷺ) نے توزنا کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اعشیٰ نے کہا مجھے تو اس کی پہلے ہی سے حاجت نہیں۔اُس مشرک نے پھر کہا،اعشیٰ محمد (ﷺ) نے تو شراب کو بھی حرام قرار دے دیا ہے تو اعشیٰ بھٹک گیا بولا ہاں! اس کے بارے میں تو نفس کی کچھ خواہشیں

ہیں۔ اچھا اس سال اس کے بارے میں کچھ سوچ بچار کر لیتا ہُوں، اگلے سال اسلام اختیار کروں گا، اور لوٹ گیا مگر سال ختم ہونے سے پہلے ہی یمامہ میں مر گیا یا مارا گیا(۵۷) سال وفات ۶۲۹ء ہے (واضح رہے کہ یہ اعشیٰ المازنی ﷛ نہیں)۔

اگر خلاد بن قُرہ کی یہ روایت تسلیم کر لی جائے تو ابن ہشام کا یہ قول کہ یہ ہجرتِ مدینہ سے قبل کا واقعہ ہے، ساقط الاعتبار ٹھہرتا ہے۔ اس لیے کہ شراب سورۃ المائدہ کے مطابق مدینۃ المنوّرہ میں حرام قرار دی گئی۔ حُرمتِ شراب کا قطعی حکم ربیع الاوّل ۴ھ (اگست ۶۲۵ء) میں ہُوا۔ خود اعشیٰ سے منسوب قصیدہ میں فَإِنَّ لَهَا فِي أَهْلِ يَثْرِبَ مَوعِدًا کا مصرعہ بھی اسے ہجرتِ مدینہ کے بعد کا قرار دیتا ہے۔ اگر ہم اُس کے سنِ وفات ۶۲۹ء کو تسلیم کر لیں تو یہ واقعہ صُلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ کا قبول کرنا ہوگا اور بقول ابنِ ہشام سفر طائف سے واپسی کے زمانے کا واقعہ قبول کیا جائے تو اسے غزوۂ طائف سے واپسی پر محمول کرنا پڑے گا لیکن ایسا کرنے سے اُس کا سالِ وفات مشکوک ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح اعشیٰ کو کِسی ایسے شخص نے نہیں بہکایا تھا جس کا تعلق قریشِ مکّہ سے تھا بلکہ ابی حاتم کی طرف سے ابی عبیدہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق اعشیٰ کو عامر بن طفیل دُوسی نے بِلادِ قیس میں حرمتِ شراب کی خبر سنائی عامر بن طفیل کا حضور ﷺ کی خدمت میں آنا مگر ایمان نہ لانا مسلّم ہے۔(۵۸)

اَعشیٰ کے قصیدہ کے منتخب اشعار دَرج کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ جناب زکی مبارک کی اس قصیدہ سے متعلق رائے کا ذکر کر دیا جائے۔

> وَلَكِنَّ هَذَا لَيْسَ مِنَ الْمَدَائِحِ النَّبَوِيَّةِ....لِأَنَّ الأَعْشَى لَمْ يَقُلْ هَذَا الشِّعْرَ وَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ فِي مَدْحِ الرَّسُوْلِ ﷺ وَإِنَّمَا كَانَتْ مُحَاوِلَةً أَرَادَ بِهَا التَّقَرُّبَ مِنْ نَبِيِّ الْإِسْلَامِ.(۵۹)

ہم اس باب کے آغاز میں اس رائے پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اور ایک بار

پھر کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ جان لینے کے بعد کہ اعشیٰ اسلام لانے کی نیت سے یہ قصیدہ کہہ کر چلا تھا ہم اس کے صادق النّیت ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ نہیں دے سکتے۔ جب کہ یہ بھی معلوم ہو کہ وہ نبی اسلام کے تقرب کا خواہاں تھا، تو دیکھنا چاہیے کہ وہ ایسا کیوں چاہتا تھا؟ سوائے عاقبت سنوارنے کے، ظاہر ہے وہ بدقسمتی سے ایک شیطان کے بہکاوے میں آ کر بھٹک گیا تو کیا ایسا کرنے سے اُس کا کوئی دینوی نقصان ہُوا۔ سوائے خرابیٔ عاقبت کے؟ جس کا ذکر اُس کے قصیدہ میں انتہائی مؤثر انداز میں کیا گیا اور جو اُس کے صادق النیت ہونے کا کُھلا ثبوت ہے۔ وہ نبیٔ اسلام کا تقرب چاہتا تھا مگر عاقبت کی مسرتوں کی خاطر نہ کہ دنیوی جاہ و جلال کے لیے اور کیا تقرب رسول ﷺ کی خواہش کوئی کم سعادت کی بات ہے؟ ملاحظہ ہو:

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَرْحَلْ بِزَادٍ مِنَ التُّقَى
وَلَاقَيْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ قَدْ تَزَوَّدَا

نَدِمْتَ عَلَى أَنْ لَا تَكُوْنَ كَمِثْلِهِ
فَتُرْصِدَ لِلْأَمْرِ الَّذِي كَانَ أَرْصَدَا

اگر تو تقوٰی کا بہترین زادِ راہ لے کر نہ چلا اور موت کے بعد تیری ملاقات ایسے شخص سے ہُوئی جس نے زادِ سفر تیار کر رکھا تھا۔ تو تجھے اس پر ندامت ہو گی کہ تُونے خود ایسا کیوں نہ کیا۔

بعض نے آخری مصرعہ یُوں بھی نقل کیا ہے: فَتُرْصِدَ لِلْأَمْرِ الّذِي كَانَ أَرْصَدَا یعنی پھر تو اس موت کا انتظار کرے گا جو کبھی تیرے پیچھے لگی ہُوئی تھی۔ معنویت کے اعتبار سے یہ مصرعہ کہیں بلند اور وسیع المعانی ہے کہ اُس وقت تُو موت طلب کرے گا، مگر نہیں آئے گی۔ قرآنِ حکیم کا بھی یہی فرمان ہے۔ محمود شکری آلوسی نے اِن اشعار کو اعشٰی کی بہترین مثالوں میں شمار کیا ہے:

أَلَمْ تَغْتَمِضْ عَيْنَاكَ لَيْلَةَ أَرْمَدَا
وَبِتَّ كَمَا بَاتَ السَّلِيْمُ مُسَهَّدَا
وَمَا ذَاكَ مِنْ عِشْقِ النِّسَاءِ وَإِنَّمَا
تَنَاسَيْتَ قَبْلَ الْيَوْمِ صُحْبَةَ مَهْدَدَا
أَلَا أَيُّهَذَا السَّائِلِي أَيْنَ يَمَّمَتْ
فَإِنَّ لَهَا فِي أَهْلِ يَثْرِبَ مَوْعِدَا
وَآلَيْتُ لَا آوِي لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ
وَلَا مِنْ حَفًى حَتَّى تُلَاقِي مُحَمَّدَا
نَبِيًّا يَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَذِكْرُهُ
أَغَارَ لَعَمْرِي فِي الْبِلَادِ وَأَنْجَدَا
أَجِدُّكَ لَمْ تَسْمَعْ وَصَاةَ مُحَمَّدٍ
نَبِيُّ الْإِلَهِ حَيْثُ أَوْصَى وَأَشْهَدَا
إِذَا أَنْتَ لَمْ تَرْحَلْ بِزَادِ مِنَ التُّقَى
وَلَاقَيْتَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ قَدْ تَزَوَّدَا
نَدِمْتَ عَلَى أَنْ لَا تَكُوْنَ كَمِثْلِهِ
فَتُرْصِدَ لِلْأَمْرِ الَّذِي كَانَ أَرْصَدَا
فَإِيَّاكَ وَالْمَيْتَاتِ لَا تَقْرَبَنَّهَا
وَلَا تَأْخُذَنْ سَهْمًا حَدِيْدًا لِتُفْصِدَا
وَسَبِّحْ عَلَى حِيْنِ الْعَشِيَّاتِ وَالضُّحَى

وَلَا تَحْمَدْ الشَّيْطَانَ وَاللهَ فَاحْمَدَا

وَلَا تَسْخَرْ مِنْ بَائِسٍ ذِي ضَرَارَة

وَلَا تَحْسَبَنَّ الْمَالَ لِلْمَرْءِ مُخْلِدَا

اَعشیٰ نے اس شعر میں جو رونا رویا اس کی بدنصیبی نے وہی کر دکھایا:

وَلَكِنْ أَرَى الدَّهْرَ الَّذِي هُوَ خَائِنٌ

إِذَا أَصْلَحَتْ كَفَّايَ عَادَ فَأَفْسَدَا(٦٠)

لیکن بے ایمان زمانے کی حالت دیکھتا ہُوں کہ جب بھی میرے ہاتھ کسی چیز کو دُرست کرتے ہیں تو وہ دوبارہ اُسے بگاڑ دیتا ہے، ممکن ہے اعشیٰ نے یہ شعر واپس لوٹنے کے بعد کہا ہو۔ کیا اظہار مایس و نا امیدی، کسی نعمت سے کم ہے؟

کیا آشوب زدہ آنکھ کی طرح تیری آنکھ بھی شب بھر نہ لگی اور تم نے بھی مارگزیدہ آدمی کی طرح (بے چینی و بے خودی میں) رات گذار دی؟

یہ حال عورتوں کے عشق میں نہیں ہُوا۔ میں مَہدَد (اعشیٰ کی محبوبہ) کی محبت تو کب کی بُھلا چکا ہُوں۔

اے ان اونٹوں کا قصد پوچھنے والے، سُن کہ اُن کی وعدہ گاہ (اہلِ یثرب) (کے ہاں پہنچنا) ہے۔

میں نے اُس اونٹنی کے کُھر گِھسنے یا تھک جانے پر ترس نہ کھانے کی قسم کھائی ہے۔ یہاں تک کہ یہ محمد ﷺ تک پہنچ جائے۔

وہ ایسے نبی ﷺ ہیں جو ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو اور کوئی نہیں دیکھتا اور آپ ﷺ کی شُہرت تمام پست و بلند شہروں میں پھیل گئی ہے۔

کیا تیری دوڑ دھوپ نے محمد ﷺ کی نصیحتوں کو نہیں سنا جن کی نصیحت اور گواہی اللہ تعالیٰ کی اطلاع پر مبنی ہوتی ہے (یہ اونٹنی سے خطاب ہے)۔

اگر تُو تقوٰی کو زادِ راہ نہ بنا کر روانہ ہو گا اور پھر موت کے بعد تیری ملاقات ایسے شخص سے ہو گی جس نے زادِ سفر تیار کر رکھا تھا تو تُو اس پر نادم ہو گا اور اُس موت کا انتظار کرے گا جو کبھی تیرے پیچھے لگی ہوئی تھی (اور تُو اس سے بے فکر تھا)۔

پس مُردار چیزوں سے خود کو بچا اور آپ ﷺ کا قُرب حاصل کر، خون بہانے کے لیے (بتُوں کی خاطر) تیز تیز تیر نہ چلا۔

شیطان کی مدح سَرائی کے بجائے رات دن اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف رہ۔

اور حاجت مندوں اور معذوروں کی ہنسی نہ اڑا، مال کے متعلق یہ خیال نہ کر کہ وہ آدمی کو ہمیشہ کے لیے عطا ہو گیا ہے۔

راویوں نے اعشٰی کے حضور ﷺ تک نہ پہنچنے اور واپس لوٹ جانے کی وجہ سے اُس کے اسلام نہ لانے اور غیر مسلم ہونے ہی کی حالت میں اُسی سال رستے میں یا سال کے آخر میں کہیں اور مَر جانے یا مارے جانے کی خبر دی ہے۔ مگر اعشٰی کے اس قصیدہ کا ایک ایک حرف اُس کے دل و دماغ کے مسلمان ہونے کی خبر دیتا ہے۔ یہی ایک قصیدہ نہیں، بلکہ اعشٰی کے دل و نگاہ کی مسلمانی اُس کے دوسرے اشعار سے بھی جھلک رہی ہے۔ ملاحظہ ہو:

تَبِيْتُوْنَ فِي الْمَشْتَى مِلَاءَ بُطُوْنُكُمْ
وَجَارَاتُكُمْ غَرْثَى يَبِتْنَ خَمَائِصَا

تم قحط سالی کے زمانے میں پیٹ بھر کر رات بھر پڑے رہتے ہو جبکہ تمہاری پڑوسنیں بھوکی اور خالی پیٹ رات گزار دیتی ہیں۔

ابو البصیر میمون اعشیٰ کا شعر وَلَكِنْ أَرَى الدَّهْرَ الَّذِي الخ آپ اور پڑھ آئے ہیں جو اُس کی راہ روکنے کی کھلی پیشگوئی ثابت ہُوا۔ مگراس کی نا مسلمانی کا قصّہ بھی بقول اُس کے زمانے کی عادت ہے۔

وتُدْفَنُ مِنْهُ الصَّالِحَاتُ وإِنْ يُسِيْءْ
يَكُنْ مَا أَسَاءَ النَّارَ في رَأْسِ كَبْكَبَا(٦١)

اور اُس کے نیک اعمال کو دفن کر دیا جاتا ہے (چھپایا جاتا ہے) مگر اُس سے اگر کوئی بُرائی سرزد ہو جائے تو اُسے کبکب پہاڑ پر جلتی ہُوئی آگ کی طرح شہرت ملتی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ شعر اعشیٰ پر جتنا صادق آیا اُس سے کہیں زیادہ یہ ہمارے دَور کی خصوصیت کا بیان ہے۔ اعشیٰ اگر مسلمان نہ تھا اور ایمان نہ لایا تھا تو اُس کے درج بالا عقائد و خیالات اسلام کو دینِ فطرت ثابت کر رہے ہیں کہ یہی اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہے اور اعشیٰ کے یہ صالح افکار اس کا ثبوت ہیں کہ ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ دینی اوامر و نواہی میں کوئی بات غیر فطری نہیں صدق اللہ العظیم ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ پر الگ سے ایک رسالہ لکھنے کاخیال ہے۔ وَمَا توفِيقِي إِلَّا بِاللهِ۔

حضرتِ اَصَیَد بن سَلمہ سُلمی رضی اللہ عنہ کا منظوم مکتوب ۱۰ھ

حضرتِ اَصَیَد رضی اللہ عنہ کو حضورِ اکرم ﷺ کا ایک لشکر جو قبیلہ بنو سُلیم کی طرف بھیجا گیا تھا، اُٹھا لایا۔ نبی اکرم ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہ پر رحم آ گیا آپ ﷺ نے انہیں اسلام لانے کی ترغیب دی، چنانچہ حضرتِ اَصید رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے یہ خبر آپ رضی اللہ عنہ کے والد کو پہنچی جو

بوڑھے ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے اَصید ﷛ کو ایک منظوم خط لکھ بھیجا جس میں اپنے بڑھاپے کا واسطہ دے کر تنہا اور بے یار و مددگار نہ چھوڑنے کی نصیحت کی اور یاد لایا کہ باپ کی نافرمانی کرنے والے بڑے بُرے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اصید ﷛ کے فراق میں اپنی حالت کا ذکر کرتے ہُوئے لکھا:

فَأَمَّا النَّهَارُ فَدَمْعُ عَيْنِي سَاكِبٌ
وَأَبِيْتُ لَيْلِي كَالسَّلِيْمُ مُسَهَّدَا

میری آنکھ (تیرے فراق میں) دن بھر اشک فشاں رہتی ہے اور میں رات بھر عقرب گزیدہ کی طرح تڑپتا رہتا ہُوں۔

انہوں نے یہ بھی لکھا اگر تُو راہِ ہدایت پا گیا ہے تب بھی خُدا کا شکر ادا کر اور مجھے تنہا نہ چھوڑ، ورنہ مَیں کہیں نِکل جاؤں گا۔ حضرتِ اَصید ﷛ نے حضور ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے جواب لکھنے کی اجازت فرمائی تو اَصید ﷛ نے باپ کو اُسی زمین میں ایک مکتوب منظوم ارسال کیا:

إِنَّ الَّذِي سَمَّكَ السَّمَاءَ بِقُدْرَةٍ
حَتَّى عَلَا فِي مُلْكِهِ فَتَوَحَّدَا
بَعَثَ الَّذِي لَا مِثْلَهُ فِيْمَا مَضَى
يَدْعُو لِرَحْمَتِهِ النَّبِيَّ مُحَمَّدَا
وَاعْلَمْ بِأَنَّكَ مَيِّتٌ وَمُحَاسَبٌ
فَإِلَى مَتَى هَذِي الضَّلَالَةِ وَالرَّدَى(٦٢)

بے شک وہ ذات جس نے اپنی قدرت کاملہ سے آسمان کو بلند کیا جو اپنی بادشاہت میں واحد ویکتا ہے۔

اُس صاحبِ قدرت نے ایک ایسے شخص کو نبی ﷺ بنا کر بھیجا جس کا ہمسر و مثیل اگلوں میں بھی نہیں۔ محمد ﷺ اللہ کی رحمت کی طرف بلاتے ہیں۔

اے میرے باپ! جان لے کہ ایک دن مرنا ہے اور تیرا حساب (باز پُرس) ہوگا مجھے ہدایت پانے کے بعد گمراہی و ضلالت سے باز رکھ (معاف کر)۔

حضرتِ عَمرو بن سالِم الخُزاعی رضی اللہ عنہ کا استغاثہ

بنو بکر نے قریشِ مکّہ سے مِل کر بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور جو نقصان پہنچا سکے پہنچایا۔ اس طرح قریش صلح حُدیبیہ کی کھلم کُھلا خلاف ورزی کے مُرتکب ہُوئے۔ بنو خزاعہ کے عمرو رضی اللہ عنہ ابنِ سالِم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور قریش کے خلاف اعانت و نصرت کے طلب گار ہُوئے یہ واقعہ چونکہ فتح مکّہ کا پیش خیمہ بنا اس لیے ان اشعار کو اُن کی تاریخی حیثیت کی وجہ سے نقل کیا جاتا ہے۔ دیکھیے عمرو رضی اللہ عنہ الخزاعی کس طرح حضور ﷺ اور امّتِ مسلمہ کو جوش دلا رہے تھے۔

(۱) ابنِ ہشام نے یہ استغاثہ یُوں نقل کیاہے۔

يَا رَبِّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدًا
حِلْفَ أَبِيْنَا وَأَبِيْهِ الْأَتْلَدَا
قَدْ كُنْتُمْ وُلْدًا وَكُنَّا وَالِدَا
ثُمَّتَ أَسْلَمْنَا فَلَمْ نَنْزِعْ يَدَا
فَانْصُرْ هَدَاكَ اللهُ نَصْرًا أَعْتَدَا
وَادْعُ عِبَادَ اللهِ يَأْتُوا مَدَدَا

فِيْهِمْ رَسُولُ اللهِ قَدْ تَجَرَّدَا
إنْ سِيْمَ خَسْفًا وَجْهُهُ تَرَبَّدَا
فِي فَيْلَقٍ كَالْبَحْرِ يَجْرِي مُزْبِدًا
إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا
وَنَقَضُوا مِيْثَاقَكَ الْمُوَكَّدَا
وَجَعَلُوا لِي فِي كَدَاءٍ رُصَّدَا
وَزَعَمُوا أَنْ لَسْتُ أَدْعُو أَحَدَا
وَهُمْ أَذَلُّ وَأَقَلُّ عَدَدَا
هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيرِ هُجَّدًا
وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَسُجَّدَا

(۲) مگر حکیم الاُمت علامہ اشرف علی تھانوی صاحب نے کلام الملکوک (۸۴/۸۵) میں یہ استغاثہ یُوں نقل کیا ہے: جس میں بعض مصرعے موقر و موخر اور بعض بے جوڑ ہو گئے، بلکہ شعر نمبر ۵ کا مصرعہ دوم بالکل مختلف ہو گیا ہے۔

يَا رَبِّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدَا
حِلْفَ أَبِيْهِ وَأَبِيْنَا الْأَتْلَدَا
إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفَتْكَ الْمَوْعِدَا
وَنَقَضُوا مِيْثَاقَكَ الْمُوَكَّدَا
وَزَعَمُوا أَنَّ لَسْتَ تَدْعُوا أَحَدَا
وَهُمْ أَذَلُّ وَأَقَلُّ عَدَدَا
وَجْعَلُوا لِي فِي كَدَاءٍ رَصَدَا

فَادْعُ	عِبَادَ	اللهِ	يَأْتُوا مَدَدَا
فِيْهِمْ	رَسُوْلَ	اللهِ	قَدْ تَجَرَّدَا
أَبْيَضُ	مِثْلَ	الْبَدْرِ	ينمُوا مَعَدَا
إِنْ	سِيْمَ	خَسْفًا	وَجْهُهُ تَرَبَّدَا
فِي	فَلِيْقٍ	كَالْبَحرِ	يَجْرِي مَرْبَدَا
قَد	قَتَلُوْنَا	بالصَّعِيْدِ	هُجَّدَا
نَتْلُو	الْقُرْاٰنَ	رُكَّعًا	وَّسُجَّدَا
وَوَالِدَا	كُنَّا	وَكُنْتَ	الْوُلْدَا
ثُمَّةَ	أَسْلَمْنَا	وَلَمْ	نَنْزِعْ يُدَا
فَانْصُرْ	رَسُوْلَ	اللّٰهِ	نَصْرًا أَعْتَدَا

ا۔ اے پروردگار! مَیں محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے اور آپ ﷺ کے اجداد کا قدیم معاہدہ یاد دلاتا ہُوں، اے محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ تم ہماری نسل سے ہو ہمیں نے تمھیں جنم دیا پھر ہم نے اتباع کیا اور اپنا ہاتھ نہیں کھینچا۔ پس آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے، ہماری فوری مدد فرمائیں اور بلائیں اللہ کے بندوں کو بھی کہ ہماری کمک کو پہنچیں۔ اِن بندگانِ خدا میں اللہ کے پیغمبر ﷺ موجود ہیں جو واحد منفرد ہستی ہیں۔ جب آپ ﷺ کو زیادتی کا ہدف بنایا جاتا ہے تو آپ ﷺ لشکرِ عظیم کے ساتھ جھاگ اچھالتے سمندر کی طرح سامنے آ جاتے ہیں۔ یقیناً قریش نے آپ ﷺ سے وعدہ خلافی کی انہوں نے میثاق (معاہدہ حدیبیہ) توڑ دیا جو مؤکد تھا اور مقامِ کَدَا (مکّہ کے بالائی حصّہ میں ایک موضع) میں گھات لگائی انہوں نے گمان کیا کہ میں کسی کو نہیں بلا سکتا (میرا کوئی نہیں)

> حالانکہ وہ خود بھی ذلیل و قلیل ہیں۔ انہوں نے مقامِ وتِیر (چشمہ کا نام) پر ہم پر شب خون مارا جب کہ ہم سوئے ہُوئے تھے۔ انہوں نے ہمیں رکوع و سجود کی حالت میں قتل کیا۔

الاستیعاب وغیرہ میں روایت بالکل مختلف ہے اور آخری شعر میں سوئے ہوئے اور رکوع و سُجود کی حالت میں قتل کیے جانے میں جو بظاہر تضاد ہے شاید رکوع و سُجود سے مراد اسلام کی حالت میں ہونا ہو یا بعض کا سویا پڑا ہونا اور بعض کا رکوع و سُجود میں ہونا نا مراد ہو۔ واللہ اعلم۔

۲۔ اے ربّ، مَیں محمد مصطفٰے ﷺ کو اپنے اور آپ ﷺ کے آباء کا عہد یاد دلاتا ہُوں۔ (مراد حضرت ابراہیم سے ہے) یہ کہ قریش نے آپ ﷺ سے بدعہدی کی اور اس پختہ پیمان کو توڑا جو انہوں نے آپ ﷺ سے کیا تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ آپ ﷺ کسی کو اعانت کے لیے نہیں بلائیں گے اور اگر بلائیں گے تو وہ معاونین خود کمزور اور کم ہیں (اس لیے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) انہوں نے میری گھات میں کچھ لوگ کَدَا کے مقام پر بٹھائے۔ پس آپ ﷺ بندگانِ خدا کو ہماری مدد کے لیے بلایئے۔ ان بندگانِ خدا میں نبی اکرم ﷺ سی منفرد ہستی بھی ہیں، چاند سے چہرے والے وہ چاند جو روز بروز ترقی پر ہے۔ اگر آپ ﷺ کو ظلم برداشت کرنے پر مجبور کر دیا جائے تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیّر ہو جاتا ہے (مارے غصّے کے سُرخ) آپ ﷺ ایسے لشکر میں ہیں جو جھاگ اڑاتے ہُوئے چلنے والے دریا کی طرح ہے۔ انہوں نے ہمیں زمین پر سوتے ہُوئے قتل کیا۔ اور ہم قرآن کی تلاوت کرنے اور رکوع و سجود کرنے والے ہیں (یہ وجہ بھی ہمیں مستحق اعانت گردانتی ہے۔) اور یہ بھی کہ آپ ﷺ ہمارے بچّے ہیں اور ہم آپ کے بچّے ہیں اور پھر ہم آپ ﷺ کے فرمان بردار ہیں اور اطاعت سے دست کش نہیں ہُوئے (روگردانی نہیں کی) پس اے رسولِ خُدا ﷺ ہماری ٹھوس اور مستحکم امداد فرمایئے۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں وَوَالِدًا کُنَّا وَکُنْتَ الْوُلْدَا کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا ممکن ہے حضورِ اکرم ﷺ کے ننھیال کا تعلق خزاعہ سے ہو۔(۶۳) وراسل بنی عبد مناف کی ماں اور قُصی کی ماں خزاعہ کی تھیں۔(۶۴)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ بن زُنَیم

آپ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت ساریہ بن زُنَیم رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں جن کے بارے میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ مشہور ہے۔ بنو خزاعہ کے وفد نے بنو بکر کے قبیلہ وَیل کے خلاف جو شکایت کی تھی اور جس کی تفصیل حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ کے استغاثہ کے ذیل میں بیان ہوئی ہے ان شکایات میں ایک یہ بھی تھی کہ انس بن زُنیم آپ ﷺ کی ہجو کہتا ہے اور یہ کہ ہم اُس کے ہاتھوں بہت تنگ ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے اس شکایت پر انس کا خون معاف کر دیا تھا۔ یعنی جو بھی اُسے قتل کرے حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ہو گا۔

مولانا عبد القدوس ہاشمی نے ارمغانِ نعت مرتبہ جناب شفیق بریلوی کے دیباچہ میں کچھ اشعار حضرتِ اُسِید بن ابی اناس سے منسوب کیے ہیں جو فی الاصل حضرتِ اُسِید کے نہیں بلکہ انس بن زُنَیم کے ہیں۔ ہاشمی صاحب نے اپنا ماخذ نہیں لکھا مگر یہ اشعار حضرتِ اُسِید سے اُسد الغابہ میں منسوب کیے گئے ہیں اور لکھا ہے کہ اُسِید بن ابی اناس، ساریہ بن زُنَیم کے بھائی ہیں اور یہ کہ بنو خزاعہ کے وفد نے اُسِید کے خلاف حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں ہفوات بکنے کی شکایت کی تھی جس کے جواب میں اُسِید نے یہ معذرت نامہ پیش کیا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ مولانا ہاشمی نے اُسُد الغابہ ہی سے استفادہ کیا۔

لیکن سیرۃ ابن ہشام میں یہ اشعار ابنِ اسحاق کے حوالے سے انس رضی اللہ عنہ بن زُنیم سے منسوب ہیں ابن اسحاق نے یہ بھی بتایا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے اس معذرت نامہ پر بُدیل بن عبد مناف نے انس رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کی بارش کر دی۔ بُدیل کے اس طنزیہ

قصیدہ میں بَکَی أَنَسٌ رَزْنًا بھی مذکور ہے، جو ان اشعار کو حضرتِ انس ؓ ہی کے اشعار قرار دینے کی خارجی شہادت ہے اور خود اس قصیدہ کے ایک مصرعہ کا ایک ٹکڑا بھی دُہرایا گیاہے۔ لَمْ تَدْمَعِ الْعَيْنُ فَاكْمَدُوْا جو اس قصیدہ کے حضرتِ انس ؓ ہی کا کلام ہونے کی اندرونی شہادت ہے۔ اُسد الغابہ کے مطابق اُسید بن ابی اناس بھی حضرتِ ساریہ ؓ کے بھائی تھے اور اسی طرح حضرتِ انس ؓ بھی ساریہ ؓ کے بھائی تھے۔ ابنِ ہشام نے یہ قصّہ "مَنْ شَهِدَ فَتَحِ مَكَّةَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" کے تحت حضرت انس ؓ ابنِ زُنیم کے ان اشعار کا ذکر کرتے ہُوئے لکھاہے۔

ابنِ اسحاق ؓ نے کہا یہ اشعار حضرتِ انس بن زُنیم کے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ سے اُن اشعار کے متعلق اعتذار کیا جو عمرو بن سالم الخزاعی نے بیان کیے۔ ممکن ہے حضرتِ ساریہ ؓ کے دونوں بھائی بیک وقت حاضر ہوئے ہوں اور اشعار کے انتساب میں مغالطہ ہو گیا ہو۔ ابنِ اسحاق ؓ کی حیثیت ابتدائی ماخذ کی ہے اور بُدیل ابنِ عبد مناف کے طنزیہ قصیدہ میں جو ابنِ اسحاق کے مطابق بُدیل نے انس ؓ کے معذرت نامے کے جواب میں کہا۔ "بَكَى أَنَسٌ رَزْنًا" کا واضح ذکر ہے۔(۶۵) خود اس قصیدے میں بھی رَكِبَ عُوَيمر سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انس ؓ کا اصلی نام اُسید ہو اور آپ ؓ کے والد زُنیم کی کُنیت ابی اناس ہو۔ واللہ اعلم، مجھے ایسی کوئی شہادت نہ مل سکی:

أَأَنْتَ الَّذِي تَهْدِي مَعْدًا لِدِيْنِهَا
بَلِ اللهُ يَهْدِيْهَا وَقَالَ لَكَ اِشْهَدْ
وَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا
أَبَرُّ وَأَوْفَى ذِمَّةً مِنْ مُحَمَّدِ
أَحَثَّ عَلَى خَيْرٍ وَأَسْبَغَ نَائِلًا

إذَا رَاحَ كَالسَّيْفِ الصَّقِيْلِ الْمُهَنَّدِ

وَأَكْسَى لِبُرْدِ الْخَالِ قَبْلَ ابْتِذَالِه

وَأَعْطَى لِرَأْسِ السَّابِقِ الْمُتَجَرّدِ

تَعَلَّمْ رَسُوْلَ اللهِ أَنَّكَ مُدْرِكِي

وَأَنَّ وَعِيْدًا مِنْكَ كَالْأَخْذِ بِالْيَدِ

تَعَلَّمْ رَسُوْلَ اللهِ أَنَّكَ قَادِر

عَلَى كُلِّ صِرْمٍ مُتْهِمِيْنَ وَمُنْجِدِ

تَعَلَّمْ بِأَنَّ الرَّكْبَ رَكْبُ عُوَيْمِر

هُمْ الْكَاذِبُونَ الْمُخْلِفُو كُلَّ مَوْعِدِ

ونَبُّوْا رَسُوْلَ اللهِ أَنِّي هَجَوْتُهُ

فَلَا حَمَلَتْ سَوْطِي إلَيَّ إذَنْ يَدِي

سِوَى أَنَّنِي قَدْ قُلْتُ وَيْلُ أُمِّ فِتْيَة

أُصِيْبُوا بِنَحْسٍ لَا بِطَلْقٍ وَأَسْعُدِ

أَصَابَهُمْ مَنْ لَمْ يَكُنْ لِدِمَائِهِمْ

كِفَاءً فَعَزَّتْ عَبْرَتِي وَتَبَلُّدِي

فَإِنِّي لَا دِيْنًا فَتَقْتُ وَلَا دَمًا

هَرَقْتُ تَبَيَّنْ عَالِمَ الْحَقِّ وَاقْصِدْ(٦٦)

روایت ہے جب حضرت انس ﷺ نے کہا أَأَنْتَ الَّذِي تَهدِي مَعدًا لِدِيْنِهَا تو حضورِ اکرم ﷺ نے معاً اصلاح فرمائی بَلِ اللهُ يَهْدِيْهَا تو انس ﷺ نے وَقَالَ لَكَ اِشْهَدْ ملا کر اگلا مصرعہ مکمل کر دیا۔(٦٧)

کیا آپ ﷺ وہی ہستی ہیں جن کی بدولت قبیلہ معد کو ہدایت ملی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور آپ ﷺ سے گواہ رہنے کو کہا۔
محمد مصطفیٰ سے بڑھ کر نیکوکار اور ایفائے عہد کرنے والا کِسی اونٹنی پر سوار نہیں ہوا۔
نہ آپ ﷺ سے زیادہ بھلائی کے کاموں کی طرف رغبت دلانے والا، آپ ﷺ سے بڑھ کر بخشش عطا کرنے والا اور آغازِ جنگ میں صیقل شدہ ہندی تلوار کی مانند تیز چلنے والا (کِسی اونٹنی پر سوار ہوا۔)
نہ آپ ﷺ سے بڑھ کر یمنی چادر بوسیدہ ہونے سے پہلے پہنانے والا (خال) بروقت خبر گیری کرنے والا (حال) نہ آپ ﷺ سے بڑھ کر برہنہ شُتربان کا سَر ڈھانپنے والا (یعنی ادنیٰ سے ادنیٰ کی حاجت روائی کرنے والا) نہ آپ ﷺ جیسے یکتا گھوڑے سوار سے سبقت لے جانے والا کِسی اونٹنی کے کجاوے نے سوار دیکھا۔
یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ جانیں مَیں آپ ﷺ سے نِکل کر کہیں نہیں جا سکتا اور یہ کہ آپ ﷺ کی وعید و تنبیہ ہاتھ کی مضبوط گرفت ہے۔
آپ ﷺ جانیں یا رسول اللہ ﷺ! کہ آپ ﷺ اُن تمام گھروں پر جو نشیب میں ہیں یا بلندی پر پوری طرح قادر ہیں۔
یا رسول اللہ! آپ ﷺ جان لیجیے کہ عمرو کے اہلِ جماعت (عمرو ابنِ سالم الخزاعی) جھوٹے اور وعدہ خلاف ہیں۔
عمرو ابنِ سالم اور ان کی جماعت (ساتھیوں) نے آپ ﷺ کو بتایا کہ میں نے آپ ﷺ کی ہجو کہی ہے، غلط ہے، مَیں اپنے ہاتھوں کو خود مجھی پر کوڑے برسانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔
ہاں یہ مَیں نے ضرور کہا کہ اُن کی مائیں تباہ ہو گئیں جو بدبختی کے عالم

میں مارے گئے (مراد مَہود، ذویب، مکتوم اور سلمٰی سے ہے) انس ﷺ
نے کہا اُن کے بھائی بند بادشاہوں کی مانند تھے۔ بادشاہوں اور غلاموں
میں برابری نہیں ہو سکتی اگر ان کی بربادی پر آنکھ آنسو نہ بہاتی تو رنج
و الم ضرور ہوا اور ہونا چاہیے تھا۔
مگر جہاں تک میرا تعلق ہے مَیں نے دین کا پردہ چاک کیا نہ کسی کا
خون بہایا آپ ﷺ حق پرستی پر نگاہ رکھیے اور میانہ روی سے فیصلہ
کیجیے۔

بُدیل بن عبد مناف نے انس ﷺ کے اس معذرت نامے پر خوب خوب طنز کرتے ہُوئے کہا: بَكَى أَنَسٌ رَزْنًا فَأَعْوَلَهُ البُكَا الخ انس ﷺ رزن پر رو دیا اور رونے میں بڑا شور و غُل کیا۔ اُسے قبیلہ عدی کا خُون بہا رائگاں جانے پر رونا چاہیے تھا۔ وہ ابو عبس کی بربادی پر رویا کہ ان کا خون بہا لینے پر اُن کی قرابت تھی (بَكَيْتَ أَبَا عَبْسٍ لِقُرْبِ دِمَائِهَا) یہ رونا بھی اس لیے ہے کہ اب خون کا بدلہ لینے کے لیے جنگ چھیڑنے والا کوئی نہیں۔ خَدمہ (پہاڑ نزدمکہ) پر یہ مارے جانے والے شریف لوگ تھے۔ دُنیا اُن کی شرافت و نجابت کی گواہ ہے اس لیے:

هُنَالِكَ إِنْ تُسْفَحْ دُمُوعُكَ لَا تُلَمْ
عَلَيْهِمْ وَإِنْ لَمْ تَدْمَعِ الْعَيْنُ فَاكْمَدُوا(٦٨)

اگر اُن کی یاد میں تمہاری آنکھوں سے آنسو نِکل پڑتے ہیں تو تجھے
ملامت نہیں کیا جائے گا اور آنکھ آنسو نہ بہاتی تو واقعی تمہیں غمزدہ تو
ہونا چاہیے تھا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں اس شعر میں لَمْ تَدْمَعِ الْعَيْنُ الخ اور بَكَى أَنَسٌ کا رُوئے سخن بڑا واضح ہے جو ثبوت ہے کہ مذکورہ قصیدہ صرف اور صرف حضرتِ انس ﷺ کا

ہے اور اس کا کسی اور سے منسوب کیا جانا ممکن ہی نہیں اِلَّا یہ کہ اُسید حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہی دوسرا نام ہو۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے۔

حضرتِ جارُود رضی اللہ عنہ بن عمرو بن مُعَلّٰی عبدی

بشر نام اُبو منذر کنیت جارُود لقب تھا اس لیے جارُود ہی مشہور ہوئے۔ مذہباً نصرانی تھے قبیلہ عبد قیس کے وفد کے ساتھ (۱۰ھ) آئے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد واپس تشریف لے گئے حق گوئی و بے باکی جارود رضی اللہ عنہ کے صحیفۂ کمال کے جلی عنوان تھے۔ فتنۂ ارتداد بھی دیکھا یعنی جب اُن کی قوم کے وہ افراد جو ایمان لا چکے تھے، غرور بن مُنذر کے ساتھ دوبارہ پہلے دین کی طرف لوٹ گئے تو جارود رضی اللہ عنہ نے اُن کے سامنے ڈٹ کر حق کی شہادت دی اور اُنہیں اسلام کی طرف بلاتے رہے، اعلان کرتے رہے:

> لوگو! مَیں اقرار کرتا ہوں کہ خدائے واحد و لا شریک کے بغیر دُوسرا کوئی لائق عبادت نہیں، محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس نے یہ اقرار نہ کیا وہ کافر و مرتد ہے۔
>
> حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بصرہ کو مستقل قیام گاہ بنایا اور بہ اختلافِ روایت فارس یا نہاوند کی جنگ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔(۶۹)

جنابِ جارود رضی اللہ عنہ شاعر بھی تھے۔ اسلام لا کر وطن لوٹے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام منظوم عریضہ پیش کیا جو کچھ اس میں کہا زندگی بھر اُس کا پاس و لحاظ کیا اور اسی لیے ہم جارود رضی اللہ عنہ کے اشعار نقل کرنے پر مجبور ہیں:

شَهِدْتُ بِأَنَّ اللهَ حَقٌّ وسَامَحْتُ

بَنَاتَ فُؤَادِي بِالشَّهَادَةِ وَالنَّهْضِ

فَأَبْلِغْ رَسُوْلَ اللهِ عَنِّي رِسَالَةً

بِأَنِّي حَنِيْفٌ حَيْثُ كُنْتُ مِنَ الْأَرْضِ
وَأَجْعَلُ نَفْسِي دُوْنَ كُلِّ مُلِمَّةٍ
لَكُمْ جُنَّةٌ مِنْ دُوْنِ عِرْضِكُمْ عِرْضِي
فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ دَارِي بِيَثْرِبَ فِيْكُمْ
فَإِنَّ لَكُمْ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَالخَفْضِ(۷۰)

مَیں نے گواہی دی اللہ تعالےٰ حق ہے اور میرے دلی جذبات نے بھی عملاً اس شہادت کا ساتھ دیا۔
میری طرف سے حضور نبی کریم ﷺ کو یقین دلا دو کہ مَیں دینِ حنیف پر رہوں گا چاہے زمین کے جس حِصّے پر بھی رہوں (جہاں بھی رہوں)۔
ہر مصیبت کے لیے میری جان حاضر ہے، اے مسلمانو! تمہاری عزت کے لیے میری عزت ڈھال ہے۔
گو میرا مستقل قیام یثرب (مدینہ طیبہ) میں نہیں مگر اس دُوری اور عارضی اقامت میں بھی میں آپ ہی کا ہوں۔ رضی اللہ عنہٗ

حضرتِ عبد اللہ ابنِ رَواحہ رضی اللہ عنہ

حضرتِ عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اُن برگزیدہ شعرائے اسلام میں سے ہیں، جو بیعتِ عُقبہ، بدر و احد اور خندق کے علاوہ صلح حدیبیہ میں بھی حضورِ اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھے اور جنہوں نے اپنی شاعری کے اعلیٰ اسلامی معیار کی بدولت ﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ﴾(۷۱) سے ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ کی استثنائی سندِ ربّانی حاصل کی۔ خاقانیؔ کا یہ شعر صرف اور صرف آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی

شعرائے اسلام پر صادق آتا ہے:

شاعراں را گرچہ غاؤں خواند در قرآن خدا!
ہم ازیں حرف است ثابت جُملہ استثنائے مَن

غزوۂ موتہ (جمادی الاوّل ۸ھ) کے موقعہ پر آپ رضی اللہ عنہ کا کہا ہوا یہ شعر آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار اور اسلامی زندگی کا آئینہ دار ہے کہ اسی غزوہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش کر کے اپنے اس قول کو سچا اور مبنی بر اخلاص ثابت کر دیا:

فَرَاضِيَةُ الْمَعِيشَةِ طَلَّقْتُهَا
أَسِنَّتُهَا فَتَنْكِحُ أَوْ تَئِيْمُ(۷۲)

زندگی کی راحتوں سے شاد کام کرنے والی کو مَیں طلاق دے چکا، میرے نیزے اُسے چھوڑ چکے، وہ چاہے تو کسی اور سے نکاح کر لے یا بیوہ رہے (مراد دنیا ہے)۔

حضرتِ ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ نقباء میں شامل تھے۔ کعب ابنِ مالک رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابو سفیان کو مخاطب کر کے کہا تھا:

وَأَيْضًا فَلَا يُعْطِيْكَهُ ابْنُ رَوَاحَةَ
وَإِخْفَارُهُ مِنْ دُوْنِهِ السُّمِّ نَاقِعُ(۷۳)

اے ابو سفیان ابن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی (دوسرے سرداران انصار رضی اللہ عنہم کی طرح جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقباء میں شامل ہو گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے کہ ایسا کرنا تو ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ کے لیے زہر سے زیادہ قاتل ہو گا۔

حضرت عبد اللہ ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ خندق کھودتے وقت

نبی اکرم ﷺ بھی ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ کے شعر بآواز بلند پڑھتے جاتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَة

فَارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة(۷۴)

اے اللہ بلاشبہ حقیقی صلہ آخرت کا اجر ہے۔ انصار و مہاجرین پر رحم فرما (آخرت کے اجرِ خیر سے مالا مال کر دے)۔

عمرۃ القضا (ذی قعدہ ۷ھ) کے موقعہ پر ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے:

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهِ

خَلُّوا فَكُلُّ الْخَيْرِ فِي رَسُوْلِهِ

يَا رَبِّ إِنِّي مُؤمِنٌ بِقِيْلِهِ

أَعْرِفُ حَقَّ اللهِ فِي قَبُولِهِ(۷۵)

او! منکرینِ توحید و رسالت (کُفّار) کی اولاد! حضورِ اکرم ﷺ کا راستہ چھوڑ دو، ہٹو! دُنیا کی اور آخرت کی ساری خیر و فلاح حضور ﷺ کے ساتھ ہے۔ اے پروردگار! مَیں حضور ﷺ کے فرمان پر ایمان رکھتا ہُوں اور مجھے آپ ﷺ ہی کی اطاعت سے خدا کا حق معلوم ہوا ہے۔

حضرتِ عبد اللہ ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ بدیہہ گوئی میں کمال رکھتے تھے۔ جنگ موتہ (۸ھ) پر روانہ ہونے سے قبل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا:

فَثَبَّتَ اللهُ مَا آتَاكَ مِنْ حَسَنٍ

تَثْبِيْتَ مُوْسَى ونَصْرًا كَالَّذِي نَصَرُوا

إِنِّي تَفَرَّسْتُ فِيْكَ الْخَيْرَ نَافِلَةً
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي ثَابِتُ الْبَصَرِ
أَنْتَ الرَّسُولُ فَمَنْ يُحْرَمْ نَوَافِلَهُ
وَالْوَجْهَ مِنْهُ فَقَدْ أَزْرٰى بِهِ الْقَدَرُ(٧٦)

اللہ ان خوبیوں کو باقی رکھے جو آپ ﷺ کو عطا ہوئی ہیں۔ جیسے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے لیے باقی رہیں۔ سیرۃ ابنِ ہشام میں ایک اور روایت کی رُو سے دوسرا مصرعہ فِي الْمُرسَلِيْن وَنصرًا الخ ہے۔ جیسے کہ دُوسرے انبیاء علیہم السلام میں آپ ﷺ کو محاسن عطا فرمائے اور مدد فرمائی اور یہی صحیح ہے۔

مَیں نے غور و فکر اور فہم و فراست سے دیکھا کہ کمال درجہ کی بھلائی اور عطیات سے آپ ﷺ کو (جملہ مرسلین میں) خصوصاً نوازا گیا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر (بصیرت) دُرست ہے۔

سیرۃ ابن ہشام نے دوسرا مصرعہ یوں بھی نقل کیاہے اور وہی درست ہے۔ فِرَاسَةً خَالَفَتْ فِيْكَ الَّذِي نَظَرُوا ایسی فراست جو آپ ﷺ کے متعلق مشرکین کے نقطۂ نظر سے بالکل خلاف ہے۔

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کون آپ ﷺ کے عطایا اور توجہ سے محروم رہ سکتا ہے اور مَیں تو اس عطا و کرم اور نگاہِ رحمت کے مقابلہ میں ہر مرتبہ و مقام کو حقیر سمجھتا ہوں۔

محاذ جنگ کی طرف روانگی کے وقت دوستوں نے الوداع کہی اور خیر و عافیت سے واپسی کی دعا دی تو عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے:

لَكِنَّنِي أَسْأَلُ الرَّحْمَنَ مَغْفِرَةً
وَضَرْبَةً ذَاتَ فَزْعٍ تَقْذِفُ الزُّبَدَا
أَوْ طَعْنَةً بِيَدَيْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً
بِحَرْبَةٍ تُنْفِذُ الْأَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا
حَتَّى يُقَالَ إِذَا مَرُّوا عَلَى جَدَثِي
أَرْشَدَهُ اللهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا(۷۷)

(آپ خیر وعافیت سے واپسی کی بات کرتے ہیں) لیکن میرا تو خدائے رحمان سے یہی سوال ہے کہ سر پر ایسی چوٹ پڑے جو کھوپڑی کو توڑ ڈالے۔ نیزہ اور تلوار میرے دل و جگر کو چیر ڈالیں اور میرا خدا میری مغفرت فرمائے۔ یہاں تک کہ لوگ میری لاش (قبر) دیکھ کر کہیں شاباش غازی تو نے خوب (رُشد و ہدایت کا) کام کیا۔

حضور ﷺ بھی تھوڑی دُور تک اس لشکر کے ساتھ چلے جب رخصت ہونے لگے عبد اللہ ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ بولے:

خَلَفَ السَّلَامُ عَلَى امْرِئٍ وَدَّعْتُهُ
فِي النَّخْلِ خَيْرَ مُشَيِّعٍ وَخَلِيْلِ(۷۸)

اس ذاتِ اقدس ﷺ پر آخری سلام جسے مَیں نے کھجور کے درختوں میں رخصت کیا وہ (ﷺ) بہترین دوست اور پہنچانے والوں میں سب سے بہتر ہیں۔

مشایَعتْ دوستی اور رخصت کرنا بھی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے اس جنگ (موتہ) کے تینوں شہید سرداروں (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جعفرِ طیار رضی اللہ عنہ، اور عبد اللہ ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ) کو

ارائکِ جنت پر رونق افروز دیکھا صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

صاحبِ مجموعۃ النبھانیہ نے (جلد اوّل ص۴۴) اُسد الغابہ کے حوالے سے آپ ﷺ کے یہ اشعار بھی نقل کیے ہیں:

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُو كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوْبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ
يَبِيْتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ(۷۹)

اور ہم میں رسُول اللہ ﷺ ہیں جو قُرآنِ پاک کی تلاوت کر رہے ہیں۔ جب صبح اسلام (معروف) کا روشن طُلوع ہُوا تو ہم نے جہل و گمراہی کے اندھیاروں سے نِکل کر ہدایت کا نور دیکھا اور ہمارے دلوں نے آپ ﷺ کے ارشادات پر یقین کر لیا کہ جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کر رہے گا۔ اور وہ سب کچھ امرِ واقعہ ہے جو آپ ﷺ بتاتے ہیں۔ آپ ﷺ کا پہلو بستر سے دُور رہتا ہے۔ (آپ ﷺ شب زندہ دار ہیں) ایسے وقت جب مشرکین کے لیے بستر چھوڑنا گراں ہوتا ہے۔

حضرتِ عبد اللہ ﷺ کے یہ اشعار تو آفاقی شہرت کے مالک ہیں:

رُوْحِيَ الْفِدَاءُ لِمَنْ أَخْلَاقُهُ شَهِدَتْ
بِأَنَّهُ خَيْرُ مَوْلُوْدٍ مِنَ الْبَشَرِ
عَمَّتْ فَضَائِلُهُ كُلُّ الْعِبَادِ كَمَا

عَمَّ الْبَرِيَّةَ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ
لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ
كَانَتْ بَدِيْهَتُهُ تَكْفِي عَنِ الْخَبَرِ

میری رُوح اُس ذاتِ اقدس ﷺ پر قربان ہو جس کے اخلاقِ حَسَنہ اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ ﷺ بنی نوعِ انسان میں سب سے افضل ہیں۔ اُس ذاتِ پاک ﷺ کا چشمۂ فیضانِ فضائل و کرم تمام بندگانِ خدا کے لیے اسی طرح عام ہے جیسے آفتاب و ماہتاب کی ضیا باریاں بلا تخصیص ساری کائنات کے لیے عام ہیں۔

اگراُس ذاتِ پاک ﷺ کی صداقت پر مُہرِ تصدیق ثبت کرنے والی واضح نشانیاں بھی نہ ہوتیں تو آپ ﷺ کی اپنی ذات اور آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ آپ ﷺ کے پیغام کی صداقت کے لیے کافی تھے۔ یہاں مجھے جوشؔ مرحوم کا ایک شعر یاد آ رہا ہے۔ ع

ہم ایسے اہلِ یقیں کو ثبوت حق کے لیے
اگر رسول ﷺ نہ آتے تو صبح کافی تھی

صاحب النبھانیہؒ نے عقد الفرید کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ابنِ رواحہ ؓ سے پوچھا:

أَخْبِرْ فِي مَا الشِّعْرُ يَا عَبْدَ اللهِ
قَالَ شَيءٌ يَخْتَلِجُ فِي صَدْرِي فَيَنْطِق بِلِسَانِي

اے عبد اللہ! یہ شعر کیا چیز ہے؟ عرض کی کچھ چیز پہلے میرے دل میں اختلاج پیدا کرتی ہے پھر زبان پر آ جاتی ہے۔

عبد اللہ ابنِ رواحہ ؓ کی نعتیہ شاعری میں کار فرما جذبے کی نشاندہی کے لیے

آپ ﷺ کی طرف سے شعر کی یہ تعریف کافی ہے کہ آپ ﷺ کی زبان دل کی رفیق و ترجمان تھی۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا فَأَنْشِدْنِي کچھ سناؤ۔

فَأَنْشَدَ شِعْرَهُ الَّذِي يَقُوْلُ فِيْهِ

فَثَبَّتَ اللّٰهُ مَا آتَاكَ مِن حَسَنٍ الخ

عبد اللہ ؓ نے اپنے وہ شعر سنائے جو فَثَبَّتَ اللّٰهُ مَا آتَاكَ سے شروع ہوتے ہیں۔

ابُو سفیان ؓ ابن الحارث

ابو مغیرہ ابو سفیان، ابن الحارث، خواجۂ کائنات ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ اسلام لانے سے قبل ممدوحِ کائنات ﷺ کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ان کی ہجائیہ شاعری پر تڑپ کر حضرتِ حسان ؓ کو اس کا جواب دینے کا حکم فرمایا تھا اور حضرتِ حسان ؓ کا مشہور قصیدہ اَلا ابلغ ابا سفیان عني الخ انہی کے ایک ہجویہ قصیدہ کے جواب میں کہا گیا۔آج بعض احباب اس کوشش میں ہیں کہ حضرت حسان ؓ کے اس قصیدہ کا تعلق ابن حرب سے جوڑا جائے (شام و سحر - نعت نمبر جلد اوّل) مگر ہمارے یہ دوست بُھول جاتے ہیں کہ ابنِ اسحاق کے مطابق جب فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت امِ سلمہ ؓ کے ذریعہ ابنِ حارث کی باریابی کی اجازت طلب کی گئی تو حضورِ اکرم ﷺ نے دو ٹوک الفاظ میں جواب دیا

لَا حَاجَةَ لِي بِهِمَا، أَمَّا ابْنُ عَمِّي فَهَتَكَ عِرْضِيْ.

مجھے ابن عمّ ابو سفیان ابن حارث کی حاجت نہیں اُس نے میری ہتکِ عزت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔(۸۰)

خود ابو سفیان ؓ ابن الحارث نے قبولِ اسلام کے بعد جو قصیدہ کہا، اس میں جب

آپ ؓ نے کہا وَنَالَنِي مَعَ اللهِ مَنْ طَرَّدْتُ كُلَّ مُطَرَّدِ[۸۱] تو حضورِ اکرم ﷺ نے آپ ؓ کے سینے پر مارا اور فرمایا أَنْتَ طَرَّدْتَنِي كُلَّ مُطَرَّدِ یعنی تُو نے اے ابو سفیان تو نے ہر طرح میرا مقابلہ کیا۔ معاملہ ابو سفیان ابن الحارث کا ہو یا ابو سفیان ابنِ حرب کا، ہمیں ایک بات یاد رکھنا چاہیے کہ حضور ﷺ نے قبولِ اسلام کے بعد سب کی ساری خطائیں معاف کر دی تھیں۔ ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ﴾[۸۲] وہ اپنے کیے کے خود ذمّہ دار ہیں ہم نے اُن کی جگہ جواب نہیں دینا۔ ہم یہ سب کچھ کس نیت سے کہہ یا کر رہے ہیں، ہمیں اس کی جواب دہی سے ڈرتے رہنا چاہیے ہمیں نہ بھولنا چاہیے کہ یہی دشمنِ رسول ﷺ ابو سفیان ابن الحارث اسلام لانے کے بعد حضور ﷺ کا جان و دل سے فدائی بھی رہا۔

جنگِ حنین میں یہی ابن الحارث (فداہ اُمّی وابی) تن تنہا حضورِ اکرم ﷺ کی اونٹنی کی مہار تھامے ہُوئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ سیّد الشہداء امیر حمزہ ؓ کا قاتل جو اسلام لانے کے بعد بھی شرم و خجالت سے سر نیچا رکھتا تھا، مسیلمۃ الکذاب کے قتل کو اپنی سابقہ مکروہ حرکات کی تلافی سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو اپنی رضا کی سَند دے دی ہے اور اُن کے سینوں کو نورِ دین کے خزینے قرار دے دیا ہے۔ اب نہ اُنہیں ہماری صفائیوں کی ضرورت ہے، نہ اُنہیں ہماری طرف سے اُن کے سابقہ (قبل از اسلام) جرائم کی گنتی سے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے یہ معاملہ اور بھی صاف ہو جائے جب ہم ابن حارث ؓ کی باریابی کے مذکورہ بالا منظر کے بعد ابن الحرب کی حاضری کا منظر دیکھ لیں۔ جب حضرت عباس ؓ ابن الحرب کو اپنی اونٹنی پر ساتھ بٹھائے حاضر ہوئے، عمر فاروق ؓ اُنہیں قتل کر دینے کی اجازت طلب کرنے لگے تو حضورِ اکرم ﷺ نے اُسے عباس ؓ کے خیمے میں لے جانے کا حکم دیا، علی الصبح پھر حاضر کیے گئے تو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اُسے دعوتِ اسلام دی وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ! أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ۔ تیرا بُرا ہو کیا ابھی تک تیرے جان لینے اور یہ اقرار

کرنے کا وقت نہیں آیا کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں؟ ابو سفیان ابن حرب نے جواب دیا:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا أَحْلَمَكَ وَأَكْرَمَكَ وَأَوْصَلَكَ، وَاللهِ، لَقَدْ ظَنَنْتُ أَنْ لَوْ كَانَ مَعَ اللهِ إِلَهٌ غَيْرُهُ لَقَدْ أَغْنَى عَنِّي شَيْئًا۔(۸۳)

آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان آپ ﷺ کتنے حلیم، شریف اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں بخدا مجھے قطعی طور پر یقین آ گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبُود ہوتا تو آج اِن حالات میں مجھے کچھ نفع تو پہنچاتا۔

اللہ تعالیٰ کے معبُود برحق ہونے کا اقرار کرا لینے کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے اپنی رسالت کا اقرار کرانا چاہا۔ وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ، أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ تو ابو سفیان بولا: وَاللهِ، فَإِنَّ فِي النَّفْسِ مِنْهَا حَتَّى الْآنَ شَيْئًا۔ بخدا اس بارے میں میرے دل میں ابھی تک کھٹکا ہے۔ حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ نے دھمکایا: اس سے پہلے کہ تمہاری گردن مار دی جائے کہہ دو: اِشْهَدْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ۔ تو ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے حق کی شہادت کا اعتراف کیا۔(۸۴) ایک طرف ایسے لمحے بھی یہ ہٹ دھرمی اور اس پر حضور ﷺ کی وہ شفقت کہ ابن حرب کی جاہ پسندی کے پیشِ نظر اُس کے گھر تک کو دار الامان قرار دے دیا اور دُوسری طرف امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی سفارش کرا کر حاضر ہونے والے ابن الحارث کے لیے لَا حَاجَةَ لِي بِهَا کا اظہار۔ حقیقت یہ ہے کہ چچا زاد سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ مشہور اُصول ہے حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ(۸۵)۔ میری آپ کی نیکیاں مقرّبین کے اعمال نامے میں بُرائی قرار پا سکتی ہیں۔ چہ جائیکہ متواتر ہجو گوئی کرتا رہے۔ خود خدا نے حضرت یونس علیہ السلام جیسے مقرب بندے اور رسول ﷺ کو مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ اور غلطی (معاذ اللہ) صِرف یہ کہ جلد بازی دکھائی اور چلتی کشتی پر چڑھنے کی کوشش کی ﴿إِذْ أَبَقَ إِلَى

الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ﴾(۸۶) کشتی پر بیٹھے ہوئے مشرکین پر تو ایسا عتاب نہ نازل ہُوا مگر اوالعزم پیغمبر علیہ السلام کی اتنی سی بات پر یہ عتاب آیا۔

یاروں نے افسانے بنا لیے یہاں تک کہ اسے اُن کی قوم سے عذاب اٹھائے جانے کا سبب قرار دیتے ہُوئے منصبِ نبوّت میں کوتاہی سے تعبیر کر دیا ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾(۸۷) (احسان اللہ دانش صاحب کے نزدیک یہ بھی اُنہی کی ہمت اور حوصلہ ہو گا؟) کیا کشتی پر سوار ہونا بھی منصبِ نبوت کا حصّہ تھا؟ یہ الگ بحث ہے کہ یہ سفر حضرتِ خرقی ایل علیہ السلام کے حکم کے تحت متعلقہ قوم کو خدا کا پیغام سنانے کے لیے جانے کا ہے یا عذابِ الٰہی کی خبر پانے کے بعد قوم کو چھوڑ کر جانے کا تھا۔ جب کہ یہ بھی معلوم ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت خرقی ایل علیہ السلام کی صحبت کو بادل ناخواستہ چھوڑا تھا (شاہ عبد القادرؒ) قرآنِ حکیم کا ارشاد مُغَاضِبًا اُس کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ اورحضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد بازی سے روکنے کی تنبیہہ ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ﴾(۸۸) کے حوالے سے دی گئی حضرتِ یونس علیہ السلام صاحب الحُوت (اور یاد رکھیں کہ عرب کِسی کا نام کنیت یا لقب سے احتراماً لیا کرتے تھے) کی جلد بازی ﴿إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ﴾ سے ثابت ہے۔ واضح رہے کہ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ (بیلدار پودے) کا ذکر کتابِ مقدس (یُوناہ) میں قوم سے مایوس ہو کر نِکل جانے اور اُن سے عذاب کے ٹل جانے کی خبر پر رنجیدگی سے منسوب ہے لیکن قرآنِ حکیم شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ (بیلدار پودے) کا ذکر مچھلی کے پیٹ سے نکالنے کے فوراً بعد سے منسوب کرتا ہے۔ اسی طرح ان آیاتِ قرآنی میں مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد حضرتِ یونس علیہ السلام کو نبوت عطا ہونے اور مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُوْنَ کی طرف بھیجے جانے کا ذکر بھی ہوا ہے۔ یہ مسلّم ہے کہ نہ تو کوئی پیغمبر علیہ السلام ایک علاقے کے بعد دُوسرے علاقے کی طرف نبوت دے کر بھیجا گیا نہ کِسی قوم کو بیک وقت دو پیغمبر مِلے، سوائے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اور حضرتِ ہارون علیہ السلام کے جن کا ذکر خود قرآن نے کیا ہے۔ لہٰذا مغاضِباً کا تعلق حضرت

خرقی ایل کی صحبت کو بادلِ ناخواستہ چھوڑنے سے بنتاہے لیکن غضب بمعنی مچھلی کاچمڑا بھی آتا ہے۔اس لیے مُغاضِباً مچھلی کے پیٹ میں ذالنُّون کے بعد کلام کے سیاق و سباق میں یہی مفہوم مناسب ہے ورنہ مغاضِبۃ ہوتا ﴿وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا﴾(۸۹) جب وہ ذالنون، مچھلی کے پیٹ میں چل رہا تھا (پانی کے اندر) ﴿فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ﴾ پانی کے اندر مچھلی کے پیٹ میں ہونا کیا اس یقین کے لیے کافی نہیں کہ اُسے کوئی نہیں بچا سکتا؟ گویا ہم بھی اسے بچانے پر قادر نہیں (یہ یونس علیہ السلام کا نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے) ﴿فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ﴾ مایوسی کے اِن اتھاہ اندھیروں میں وہ فی الفور پکارا نہیں نہیں کوئی نہیں بچا سکتا مگر تُو اے اللہ (اس کمزوری سے) پاک ہے۔ ﴿إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ میں نے یہ خیال کر کے بھی ظلم کیا کہ اب بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ چنانچہ شکمِ ماہی کے زندان سے نجات مل گئی۔ کدو کی بیل سایہ کرنے کو صحرا میں اگائی گئی اور تندرست ہونے کے بعد نبوت سے سرفراز کیا۔ آپ علیہ السلام نے دعوت دی تو پوری کی پوری قوم ایمان لائی۔ یہ تاریخ نبوت کا منفرد واقعہ ہے۔ قرآن حکیم کی یہی گواہی ہے۔ (تفصیل کے لیے میرا رسالہ حضرت یونس علیہ السلام اور قوم یونس کا تاریخی اعزاز ملاحظہ)

قومِ یونس علیہ السلام نے تو آپ علیہ السلام کی دعوت قبول کر لی تھی۔ فَلَولَا الخ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کیوں نہ دوسری اقوام نے بھی قوم یونس علیہ السلام کی طرح دعوتِ نبوت قبول کر کے عذاب سے نجات پائی۔ یعنی بحیثیت قوم صرف قومِ یونس علیہ السلام ہی نے دعوتِ اسلامی قبول کی۔ یہ اس قوم کا لاثانی اعزاز ہے اور عذاب سے بچ گئی۔ ایک عرصے تک مزے کی زندگی گذارتی رہی۔ بخلاف اُن کے، دوسری اقوام تکذیبِ حق کی وجہ سے غرق ہوتی رہیں۔لوگوں کو دھوکا فَکَشَفْنَا عَنْهُمْ الخزی الخ سے ہوا۔ کیا اُن کے اعمالِ بد کا نتیجہ لازماً ذلت نہ تھا؟ بس ایمان لانے سے وہ اس ذِلت سے بچ گئے۔ اللہ تعالےٰ کو اپنے بندوں سے کیا کَد ہے کہ وہ اُنہیں خواہ مخواہ ذلیل کرے۔ ذلیل تو ہم

خود اپنے اعمالِ سیئہ کے نتیجہ میں ہوتے ہیں۔ چوں کہ اعمال اور اُن کے نتائج بھی اللہ ہی کے مقرر کردہ ہیں اس لیے مجازًا کہا جاتا ہے: اللہ نے ذلیل کیا۔ اسی طرح اعمال بدلنے سے تقدیر بھی بدل گئی اور مجازاً ذلت دور کرنا کہا گیا۔ بہرحال "لذیذ بُود حکایت دراز تر گفتم"۔ کہنا یہ تھا کہ حضورِ اکرم ﷺ کا ابن الحارث رضی اللہ عنہ کے خلاف ردِّ عمل قرابت داری کے حوالے سے تھا۔ اس حوالے سے اُن پر کسی قسم کا طعن و تشنیع ہمارے کس کام آ سکتی ہے۔ ہم خود کیا کر رہے ہیں؟ کیا آج ہماری حالت اُن لوگوں کی سی نہیں ﴿مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾[۹۰] ہمیں ایسی نظریاتی تقسیم سے اجتناب برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾[۹۱] "دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ" اللہ تعالیٰ ہمیں اتحاد، یکجہتی اور اعتصام باللہ کا داعی بنائے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثُم آمین۔

حضرتِ ابُو سفیان ابن الحارث رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد اپنے سابقہ روّیے اور حضورِ اکرم ﷺ کی ہجو گوئی پر معذرت کرتے ہُوئے فرمایا:

لَعَمْرُكَ إِنِّي يَوْمَ أَحْمِلُ رَايَةً
لِتَغْلِبَ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلَ مُحَمَّدِ
لَكَالْمُدْلِجِ الْحَيْرَانِ أَظْلَمَ لَيْلُهُ
فَهَذَا أَوَانِي حِينَ أُهْدَى وَأَهْتَدِي
هَدَانِي هَادٍ غَيْرُ نَفْسِي وَنَالَنِي
مَعَ اللهِ مَنْ طَرَّدْتُ كُلّ مُطَرَّدِ
أَصُدُّ وَأَنْأَى جَاهِدًا عَنْ مُحَمَّد
وَأُدْعَى (وَإِنْ لَمْ أَنْتَسِبْ) مِنْ مُحَمَّدِ

هُمْ مَا هُمْ مَنْ لَمْ يَقُلْ بِهَوَاهُمْ
وَإِنْ كَانَ ذَا رَأْيٍ يُلَمْ وَيُفَنَّدْ
أُرِيْدُ لِأُرْضِيَهُمْ وَلَسْتُ بِلَائِطٍ
مَعَ الْقَوْمِ مَا لَمْ أُهْدَ فِي كُلِّ مَقْعَدِ
فَقُلْ لِثَقِيْفٍ لَا أُرِيْدُ قِتَالَهَا
وَقُلْ لِثَقِيْفِ تِلْكَ غَيْرِي أَوْعِدِي
فَمَا كُنْت فِي الْجَيْشِ الَّذِي نَالَ عَامِرًا
وَمَا كَانَ عَنْ جَرًّا لِسَانِي وَلَا يَدِي
قَبَائِلَ جَاءَتْ مِنْ بِلَادٍ بَعِيْدَةٍ
نَزَائِعَ جَاءَتْ مِنْ سِهَامٍ وَسُرْدَدِ (۹۲)

تیرے سَر کی قسم جس دن میں نے کفر کے جھنڈے اٹھائے لات و منات کے لشکروں کو محمد رسول اللہ ﷺ کے لشکر پر غلبہ دلانے میں مصروف تھا۔

میری مثال اس شخص کی سی تھی جو گُھپ اندھیری رات میں حیران و پریشان سا بھٹک رہا ہو۔ مگر آج یہ دِن ہے کہ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر سیدھی راہ پر لگا دیا گیا اور مَیں نے ہدایت پائی۔

میرے نفس نے نہیں بلکہ ایک ہادی و قائد ﷺ نے مجھے ہدایت دی اور سیدھی راہ پر لگا دیا یہ وہی قائد ہے جس کی میں نے ہر طرح مخالفت کی۔ آج اُسی نے مجھے نورِ ہدایت سے نوازا۔

مَیں نے مخالفانہ جد و جہد کی جس نے لمحہ بہ لمحہ مجھے محمد ﷺ سے دُور کیا حالانکہ محمد ﷺ سے مجھے قریبی نسبت تھی ہر چند کہ مَیں نے اس

نسبت کی کبھی پرواہ نہیں کی نہ اس کا ذکر کیا۔
محمد ﷺ کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوَی﴾ اور اگر یہ سب کچھ اُن کی مرضی سے کہا گیا ہوتا تو ان کو ملامت ملتی اور ان کی تکذیب کی جاتی۔
مَیں اب آپ ﷺ کو خوش رکھنا چاہتا ہُوں اور ہمیشہ اپنی قوم سے چمٹا رہنا پسند نہیں کرتا، جو ہدایت کی راہ نہیں دکھاتی۔
ثقیف سے کہہ دو! مَیں اُن کے قتال میں شامل نہیں مجھے ساتھ ملنے کی خاطر دھمکیاں نہ دیں۔
مَیں اُس لشکر میں شامل نہ تھا جس نے عامر کو حاصل کیا، نہ اس لشکر کو مَیں نے بلایا یا لایا تھا۔
یہ سہام و سُرور (ملکِ یمن کے دو مقام) کے دُور افتادہ مقامات سے کھینچ کر لائے گئے قبائل تھے۔

تلاشِ بسیار کے باوجُود مجھے عامر اور قبائل کے حوالے سے ثقیف کا اشارہ سمجھ میں نہ آیا۔ اگر ثقیف سے مراد ثقیف بن مروان بن قیس دُوسی ہے تو یہ غزوۂ حنین کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم

حضرتِ فارُوقِ اعظم عُمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضورِ رسالت مآب ﷺ کے دُوسرے خلیفۂ راشد امیر المؤمنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ وہ برگزیدہ صحابی ہیں، جن کا قبولِ اسلام خود جنابِ رسالت مآب کی دُعائے مستجاب اللھم، أيد الإسلام بعمر بن الخطاب أو بأبي جهل بن هشام[۹۳] کا حاصل ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ سے آپ ﷺ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب آفتابِ نبوّت ﷺ کے چھپ جانے کی خبر سنی تو تلوار سونت کر نکل آئے جو کہے گا حضور ﷺ وفات پا گئے

اُس کی گردن اڑا دُوں گا۔ مگر جب زبانِ حضرتِ صدیق ؓ سے فرمانِ باری سُنا:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ﴾[۹۴]

تو فاروق اعظم ؓ اپنی عقیدت اور تعلیماتِ دین میں تمیز کر کے مطمئن ہو گئے۔ حضورِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ابن الخطاب ؓ ہوتا[۹۵] مگر سُن لو میرے بعد کوئی نبی نہیں، مَیں آخری نبی ﷺ ہُوں۔

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي.[۹۶]

حضرتِ فاروقِ اعظم ؓ عہد صدیقی ؓ میں مدینہ کے قاضی تھے۔ ایک بار دو صحابہ ؓ آپ ؓ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ خلیفہ نے انہیں سرکاری زمینیں الاٹ کی ہیں مگر اُنہیں ابھی تک قبضہ نہیں مِلا یہ قبضہ دلایا جائے۔ آپ ؓ نے الاٹ نامے دیکھنے کے بعد یہ کہتے ہُوئے پھاڑ ڈالے کہ امیر المؤمنون کو قومی ملکیتیں افراد میں تقسیم کرنے کا اختیار کِس نے دیا ہے؟

مسندِ خلافت پر بیٹھے تو اسلامی خلافت کی ایسی نظیریں قائم کیں، آج جن کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سلطنتِ اسلامیہ کے پھیلاؤ کا یہ حال تھا کہ ایک مؤرخ لکھتا ہے: ”اگر عمر فاروق ؓ کچھ برس اور زندہ رہتے تو دنیا میں ہر طرف اسلام کا پرچم لہرا رہا ہوتا“۔ مگر یہُودی سازشوں نے ہم سے فاروقِ اعظم ؓ کو چھین لیا۔ آپ ؓ نے ہرمزان کے آلۂ کار ابُولولوء کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ محاسنِ دین کی اشاعت اور بدعات کا قلع قمع آپ ؓ کی زندگی کا ماحصل تھا۔ ایسے تمام آثار آپ ؓ نے مٹا ڈالے جن کے ذریعہ شرک و بدعت کی آمیزش کا خدشہ تھا۔ یہاں تک کہ حجرِ اسود کا بوسہ لیتے ہوئے فرمایا: ”اے پتّھر مَیں اچھی طرح جانتا ہُوں تو پتھر ہے کالا پتھر، تو کوئی

فائدہ نہیں دے سکتا، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے مَیں تجھے صرف اسی لیے چومتا ہُوں کہ مَیں نے آخری رسولِ خدا ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے دیکھا ہے"۔ یہ ہے سُنتِ رسول ﷺ کی پیروی۔ ایک اسلامی حکمران کے لیے عوامی فلاح و بہبُود کا خیال رکھنا آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کتنا اہم تھا اس کا اندازہ آپ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ظاہر ہے: "اگر فرات کے کنارے بکری یا کُتّے کا ایک بچّہ بھی بھوکا مر گیا تو (امیر المؤمنین) عمر ابن الخطاب سے باز پُرس ہو گی" فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تو بحیثیت حکمران کُتّے اور بکری کی "روٹی" کے بھی ذمّہ دار ہوں مگر آج مسلم حکمران انسانوں کی روٹی کی بات کرے تو خدائی دعوٰے کا طعن سُنے:

تفُو بر تو اے چرخِ گرداں تفُو

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی فتح مکہ پر کچھ اشعار کہے جو آپ رضی اللہ عنہ کے حُبِّ اسلام کا آئینہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ أَظْهَرَ دِيْنَهُ
عَلَى كُلِّ دِيْنٍ قَبْلَ ذَالِكَ حَائِدُ
وَأَمْكَنَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بَعْدَمَا
تَدَاعُوا إِلَى أَمْرٍ مِنَ الغَيِّ فَاسِدِ
غَدَاةَ آجَالِ الْخَيْلِ فِي عَرَصَاتِهَا
مُسَوَّمَةً بَيْنَ الزُّبَيْرِ وَخَالِدِ
فَأَمْسَى رَسُوْلُ اللهِ قَدْ عَزَّ نَصْرُهُ
وَأَمْسَى عَدَاهُ مِنْ قَتِيْلِ وَشَارِدِ

دیکھا اللہ تعالےٰ نے اپنے دینِ برحق کو ہراُس دین پر جو اپنے وقت پر

برحق تھا، کِس طرح غالب فرمایا۔
اور جب اہلِ مکہ نے گمراہانہ خیال سے (جو کبھی پُورا نہ ہو سکتا تھا) اُس کے نبی ﷺ کے قتل پر کمر باندھی تو خدا نے اُن سے (آپ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے کر) اہلِ مکہ کو محروم کر دیا۔
پھر وہ صُبح بھی آئی جب گھوڑے مکہ کے میدانوں میں جولانیاں دکھانے لگے، جن کی باگیں زبیر و خالد کے درمیان چھوٹی ہُوئی تھیں۔
پس اللہ تعالیٰ نے اپنی نُصرت سے حضور ﷺ کو غلبہ دیا اور آپ ﷺ کے دشمن شکست کھا کر بھاگے اور قتل ہُوئے(۹۷)

اَسَدُ اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

خاتم الخلفاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ، خواجہ ابو طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند، نبیّ خاتم ﷺ کے چچا زاد بھائی، دُختر رسول ﷺ خاتونِ جنت حضرتِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہرِ نامدار اور شہید کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ کے والدِ بزرگوار تھے۔ کم عمری ہی میں ایمان لائے اور آخر دم تک حضورِ اکرم ﷺ کے دستِ راست رہے۔ مواخاتِ مدینہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ ہجرت کی رات آپ رضی اللہ عنہ خاتم الانبیاء ﷺ کے بستر پر سوئے رہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینۃ العلم کا بابِ مستجاب قرار دیا (آپ رضی اللہ عنہ کے بے شمار علمی فیصلوں کے علاوہ خود خوارج کی طرف سے اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ پر آپ رضی اللہ عنہ کا علمی محاکمہ اس کی لازوال نظیر ہے ملاحظہ ہو نہج البلاغہ خطبہ چالیسواں) آپ رضی اللہ عنہ اپنے پیشرو خلفائے راشدین کے بے لوث اور مخلص مشیر رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مصاحبین سے مخاطب ہو کر فرمایا میرے پیشرو اس لیے مطمئن رہے کہ ان کا مشیر مَیں تھا۔ مَیں اس لیے پریشان ہُوں کہ میرے مشیر تم جیسے لوگ ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہٗ نے کعب ابنِ اشرف منافق کے قتل اور حضور

اکرم ﷺ کی طرف سے بنو نضیر کی جلا وطنی (۴ھ) پر جو اشعار کہے پیشِ خدمت ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے اسلامی سیاسی نظام اور استحکام کے خلاف یہودی سازشوں کا سلسلہ اسی پہلی جلا وطنی سے آغاز ہوتا ہے۔

فاتح خیبر اسد الغالب علی ابنِ ابی طالب ؓ نے کعب ابنِ اشرف منافق کے قتل پر جو اشعار کہے وہ ابنِ ہشام کی رائے کے برعکس ابنِ اسحاق کی روایت کے مطابق درج کیے جاتے ہیں کہ بہرحال وہ بنیادی ماخذ ہے۔ ابنِ ہشام نے اِن اشعار کے حضرتِ علی ؓ سے انتساب کے خلاف کوئی ٹھوس شہادت پیش نہیں کی سوائے اس جملہ کے: ”مجھ سے فنِ شعر کے جاننے والے بعض اہل علم نے بیان کیا یہ شعر کسی اور مُسلمان نے کہے تھے۔“

ابن ہشام نے نہ تو اس اور ”مسلمان“ کا نام بتایا نہ فنِ شعر کے کِسی اہل علم کا نام لیا تاکہ تحقیق کو آگے بڑھایا جا سکتا۔ اس لیے ہم ابن اسحاق ؒ ہی کی رائے کو قوی سمجھتے ہیں۔ خود قصیدہ کا پہلا ہی شعر اپنی عالمانہ بلند آہنگی سے حضرتِ علی ؓ کا کلام ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے:

عَرَفْتُ وَمَنْ يَعْتَدِلْ يَعْرِفْ
وَأَيْقَنْتُ حَقًّا وَلَمْ أَصْدِفْ
عَنِ الْكَلِمِ الْمُحْكَمِ اللَّاءِ مِنْ
لَدَى اللهِ ذِي الرَّأْفَةِ الْأَرْأَفِ
رَسَائِلُ تُدْرَسُ فِي الْمُؤْمِنِينَ
بِهِنَّ اصْطَفَى أَحْمَدَ الْمُصْطَفَى
فَأَصْبَحَ أَحْمَدُ فِينَا عَزِيْزًا
عَزِيزَ الْمُقَامَةِ وَالْمَوْقِفِ

فَيَا أَيُّهَا الْمُوْعِدُوْهُ سَفَاهًا
وَلَمْ يَأْتِ جَوْرًا وَلَمْ يَعْنُفْ
أَلَسْتُمْ تَخَافُوْنَ أَدْنَىَ الْعَذَابِ
وَمَا آمِنُ اللهِ كَالْأَخْوَفِ
وَأَنْ تُصْرَعُوا تَحْتَ أَسْيَافِه
كَمَصْرَعِ كَعْبٍ أَبِي الْأَشْرَفِ
غَدَاةَ رَأَى اللهُ طُغْيَانَهُ
وَأَعْرَضَ كَالْجَمَلِ الْأَجْنَفِ
فَأَنْزَلَ جِبْرِيْلَ فِي قَتْلِهِ
بِوَحْيٍ إِلَى عَبْدِهِ مُلْطَفِ
فَدَسَّ الرَّسُوْلُ رَسُوْلًا لَهُ
بِأَبْيَضَ ذِي هَبَّةٍ مُرْهَفِ
فَبَاتَتْ عُيُونٌ لَهُ مُعْوِلَات
مَتَى يُنْعَ كَعْبٌ لَهَا تَذْرِفْ
وَقُلْنَ لِأَحْمَدَ ذَرْنَا قَلِيْلً
فَإِنَّا مِنَ النَّوْحِ لَمْ نَشْتَفِ
فَخَلَّاهُمْ ثُمَّ قَالَ اظْعَنُوا
دُحُوْرًا عَلَى رَغْمِ الْآنُفِ
وَأَجْلَى النَّضِيْرَ إِلَى غُرْبَةٍ

وَكَانُوا بِدَارٍ ذَوِي زُخْرُفِ
إِلَى أَذْرِعَاتٍ رُدَافَى وَهُمْ
عَلَى كُلِّ ذِي دَبَرٍ أَعْجَفِ(۹۸)

مَیں نے حق بات جان لی اور جو بھی اعتدال کی راہ اپنائے گا جان لے گا۔ مجھے یقین ہے اس سے اعراض نہیں کروں گا۔
رحمت و شفقت والے خدا کی طرف سے مَیں نے یہ یقین حاصل کیا۔
یہ ایسے رسائل ہیں جن سے احمد مصطفیٰ ﷺ کو برگزیدگی عطا ہوئی۔ جو اہل ایمان میں پڑھے جاتے ہیں۔
اور انہی رسائل کی وجہ سے حضور ﷺ کا مقام و مؤقف محترم ہے اور آپ ﷺ ہر دلعزیز ہیں۔
اے گمراہو! باوجود اس کے کہ حضور ﷺ کی طرف سے کوئی ظلم و زیادتی نہیں تم جہالت میں انہیں دھمکیاں دیتے ہو۔
جسے اللہ تعالیٰ کی امان و حفاظت میسّر ہو وہ کب خوفزدہ ہوتا ہے کیا تمھیں عذابِ الٰہی کا کچھ خوف نہیں؟
کیا کعب ابنِ اشرف کی طرح حضور ﷺ کی تلوار کے نیچے پچھاڑے جانے سے بھی تمھیں خوف نہیں آتا؟
خدا نے کعب ابنِ اشرف کی سرکشی دیکھی تو تہہ تیغ کر دیا گیا وہ اونٹ کی طرح اِدھر اُدھر بھاگنے اور اعراض کرنے والا تھا۔
پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل امیں علیہ السلام کے ذریعہ اپنے صاحبِ لطف و کرم بندے ﷺ کو کعب کے قتل کا حکم دیا۔
اللہ تعالیٰ کے اِس فرستادہ (جبریل علیہ السلام) نے تیزی سے کاٹنے والی چمکدار

تلوار (خبرِ وحی) عنایت کی۔
بالآخر جب کعب کی خبرِ مرگ کا تذکرہ کیا جاتا تو نوحہ گروں کی آنکھیں خُوب روتیں اور احمد مصطفٰے ﷺ سے کہتیں ذرا اور کہ ابھی دِل مطمئن نہیں ہُوا، تسکین نہیں ملی۔
حضور ﷺ انہیں چھوڑ دیتے اور ناک رگڑ کر ذلّت سے سوار ہونے کو کہتے تھے۔
رسول اللہ ﷺ نے مقامِ اذرعات (شام) کی طرف جلا وطن کرتے ہُوئے اُنہیں اُن کے عیش و آرام کے گھروں سے بے دخل کر دیا۔ اُن کا حال یہ تھا کہ اُن کا ہر اونٹ نحیف ہو رہا تھا اور یہ ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے تھے۔

سماک یہودی نے اس واقعہ پر اور اِن اشعار کے جواب میں کہا تھا:

فَعَلَّ اللَّيَالِيَ وَصَرَفَ الدُّهُوْرَ
يُدِيْلُ مِنَ الْعَادِلِ الْمُنْصِفِ
بِقَتْلِ النَّضِيْرِ وَأَحْلَافِهَا
وَعَقْرِ النَّخِيْلِ وَلَمْ تُقْطَفْ
فَإِنْ لَا أَمُتْ نَأْتِكُمْ بِالْقَنَا
وَكُلُّ حُسَامٍ مَعًا مُرْهَفِ(۹۹)

بنو نضِیر اور ان کے حلیفوں کو قتل کرنے اور اس نخلستان کو کاٹنے کی وجہ سے جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، راتوں کے حوادث اور زمانے کی گردشیں اُس عادل و منصف (طنزًا) (محمد ﷺ) پر بھی کبھی حملہ آور ہوں گی اور اس کے ہاتھ سے بھی یہ طاقت اور حکومت چھین لی

جائے گی۔ اگر مر نہ گیا تو ایسی برّاں تلوار لے کر تمہارے پاس آؤں گا جو خوب کاٹنے والی ہو گی۔

حضرتِ علی ؓ کرم اللہ وجہہٗ سے ایک اور قصیدہ بھی منسوب کیا جاتا ہے:

وَقِيْتُ بِنَفْسِي خَيْرَ مَنْ وَطِئَ الْحَصَا
وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ وَبِالْحَجَرِ
رَسُوْلَ إِلَهٍ خَافَ أَنْ يَمْكُرُوا بِهِ
فَنَجَّاهُ ذُو الطَّوْلِ الْإِلَهُ مِنَ الْمَكْرِ
وَبَاتَ رَسُوْلُ اللهِ فِي الْغَارِ آمِنًا
مُوقًّى وَفِي حِفْظِ الْإِلَهِ وَفِي سِتْرٍ
وَبِتُّ أُرَاعِيهِم وَمَا يَثْبِتُونَنِي
فَقَدْ وَطَنْتُ نَفْسِي عَلَى الْقَتْلِ وَالْأَسرِ(۱۰۰)

اس قصیدہ کے بارے میں ناسخ التواریخ کے مصنف کا ارشاد ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے موقعہ پر اس وقت کہا گیا جب نبی اکرم ﷺ حضرتِ علی ؓ کو امانتوں کی واپسی کی غرض سے اپنے بستر پر چھوڑ گئے تھے۔ اس قصیدہ میں بعض مضامین (خیالات) اس کے حضرتِ علی ؓ سے انتساب کو مشکوک کیے دیتے ہیں۔ اس مجموعہ کا دُوسرا شعر اور پانچواں شعر بہرحال حضرتِ علی ؓ کا قول نہیں ہو سکتا۔ حضرتِ علی ؓ سے بہتر کون جانتا تھا کہ ہجرتِ مدینہ خوفِ اعداء کے تحت نہیں بلکہ بیعتِ عُقبہ کے عہد کے ایفا کے مطابق حکمِ ربّانی سے عمل میں آئی جس کا ثبوت سن ہجری کے آغاز سے ملتا ہے اور جو ۱۶/ربیع الاوّل یومِ ہجرت کی بجائے جمرۃِ عقبہ میں طے ہونے والے معاہدہ کے دِن سے ہوتا ہے۔ پھر جو خدا علی ؓ کو سلامت و بحفاظت رکھ سکتا تھا وہ محمدِ مصطفےٰ ﷺ کی

حفاظت پر بھی قادر تھا۔ جو خدا غارِ ثور میں محمد ﷺ کو بحفاظت رکھنے پر قادر تھا وہ مکہ میں اس کی حفاظت سے یقیناً عاجز نہ تھا۔ دنیا جانتی ہے کہ اس نے حفاظت کی، دشمن کے گھیرے کے درمیان سے اپنے بندے کو نکال لے گیا۔ اور وہ صبح تک انتظار کرتے رہے۔ سُبْحانَ اللهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ قَدِير، پھرہم حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے کیسے توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ ایسے خیالات کا اظہار فرماتے (جو شعر ۲ اور شعر ۵ سے ترشح ہے) جس میں گہرا طنز بھی پایا جاتا ہو۔ بہرحال یہ قصیدہ جس نے بھی کہا صاحبِ ناسخ التواریخ کے بیان کے برعکس ہجرتِ مدینہ کے موقعہ پر آپ ﷺ کے بستر پر چھوڑ جانے کے وقت نہیں بلکہ بہت بعد میں کہا گیا۔ بستر پر سوئے ہوئے علی رضی اللہ عنہ کو غارِ ثور کا کیا علم کہ یہ پروگرام پہلے سے طے نہ تھا اور اِن اشعار میں غارِ ثور میں ٹھہرنے کا ذکر موجُود ہے۔ حالانکہ رفیقِ نبوت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا علم نہ تھا کہ گھر سے نکل کر وہ کہاں کہاں ٹھہریں گے — اس قصیدہ کا جو منظوم ترجمہ خواجہ الطاف حسین حالیؔ مرحوم سے منسوب چلا آتا ہے وہی ترجمہ درج ہے:

(۱) رسولِ مطہر کہ ہے اُس سے کم تر
زمیں پر خُدا کی ہے جو چلنے والا
پھرے گرد کعبہ کے اور جو پھریں گے
وہ قدر و بزرگی میں ہے سب سے بالا

(۲) ہُوا خوفِ اعداء تو اُس پر سے مَیں نے
سِپَر بن کے خود شرّ اعداء کو ٹالا

(۳) بچایا اُسے فکرِ اعداء سے حق نے
وہ جو سایہ ہے لطف و احسان والا

خدا خود رہا غار میں اُس کا ایمن
کہ پردہ تھا اُس نے سب آنکھوں پہ ڈالا

(۴) ہوئے تین دن جب تو اُس حد سے باہر
سواروں نے ناقوں کو اپنے نکالا!

(۵) وہ ناقے جنہوں نے کہ پیروں سے اپنے
گئے جس زمیں پر اُسے پیس ڈالا
مَیں اعداء کی ایذا کا تھا منتظر واں
نہ بیڑی ہی تھی شاق مجھ پر نہ بھالا

(۶) غرض اُس سے تائیدِ حق تھی اور اب بھی
یہی دُھن ہے تا وصلِ ایزد تعالیٰ(۱۰۱)

حضرتِ مالک ابن عوف رضی اللہ عنہ

غزوۂ طائف کے یرغمالی افراد میں مالک ابنِ عوف بطریق الھمازی کے اہلِ و عیال بھی شامل تھے۔ قبیلہ ہُوازن کے وفد سے گفتگو کرتے ہُوئے رسولِ اکرم ﷺ نے مالک ابنِ عوف کا رویہ معلوم کرنا چاہا تو بتایا گیا وہ ثقیف کے ساتھ طائف میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہیں بتا دو اگر وہ مسلمان ہو کر آئے تو مَیں اُسے اُس کے اہل و عیال اور اموال واپس کر دُوں گا۔ بلکہ ایک سو اونٹ اور بھی دُوں گا۔ ثقیف کی طرف سے رکاوٹ کے اندیشے سے مالک یہ پیغام سُن کر راتوں رات روانہ ہُوئے اور جعرانہ یا مکہ میں رسولِ اکرم ﷺ سے آ ملِے۔ آپ ﷺ نے حسبِ وعدہ اس کے اہلِ و عیال اور اموال کے علاوہ ایک سو اونٹ بھی عطا کیے۔

اس موقعہ پر مالک ابنِ عوف کے کہے ہوئے اشعار کافی مشہور ہُوئے جن میں حضور ﷺ کے ایفائے عہد کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ مالک رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اُن کی قوم پر عامل مقرر فرمایا تھا:

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ
فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدِ
أَوْفَى وَأَعْطَى لِلْجَزِيْلِ إِذَا اُجْتُدِيَ
وَمَتَى تَشَأْ يُخْبِرْكَ عَمَّا فِي غَدِ(۱۰۲)

دُنیا کے تمام انسانوں میں محمد ﷺ جیسا نہ مَیں نے دیکھا نہ سُنا۔
وہ وعدہ وفا کرتے اور عند الطلب تحائف جی کھول کر عنایت کرتے ہیں۔ اور جب بھی تم چاہو وہ آئندہ ہونے والی بات تمھیں بتا دیں گے۔

ایسا لگتا ہے کہ مالک ابن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ شعر حضور ﷺ کے رُو برو نہیں پڑھے، اہل و عیال کے علاوہ سو اونٹ لے کر بطورِ عامل اپنے قبیلہ کی طرف لوٹے تو یہ اشعار کہے بصورت دیگر مالک رضی اللہ عنہ کا تیسرے مصرعہ کا مضمون دربارِ رسالت ﷺ سے ضرور اصلاح پاتا جیسے کہ انس رضی اللہ عنہ کے مصرعہ

أَأَنْتَ الَّذِي تَهْدِي مَعدًا لِدِيْنِهَا، بَلِ اللهُ يَهْدِيْهَا.

سے اصلاح کی گئی تھی اس لیے کہ معصوم بچّیوں کو وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللهِ يَعْلَمُ فِي غَدٍ کہنے سے روکنے والا ممدوحِ رب العالمین ﷺ جس نے واضح اعلان کرایا لَا اَقُوْلُ اِنِّيْ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ والْاَرضَ۔ وہ ممدوحِ کائنات وَمَتَى تَشَأْ يُخْبِرْكَ عَمَّا فِي غَدِ جیسی مدح و نعت سُننے کا روادار ہرگز نہ تھا۔ ضرور اس کے ردِ عمل کا تذکرہ سیرۃ کی کتابوں میں مِلتا اگر یہ حضور ﷺ کے رُوبرُو پیش کیے جاتے۔ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم۔

غزوۂ حنین کے موقعہ پر مالک ابنِ عوف بھی لشکرِ اسلامی کے مقابل تھے جب لوگ پسپا ہوئے تو مالک ابن عوف نے بھی فرار کی راہ لی۔ اپنے اس فرار پر اپنی قوم کے نام ایک معذرتی قصیدہ کہا تھا۔ ہر چند کہ وہ قبولِ اسلام سے قبل کے اشعار ہیں تاہم اُس قصیدہ کے دو شعر عرضِ خدمت ہیں کہ اس شعر میں آلِ محمد ﷺ کا ذکر ہے جس سے مراد اصحابِ رسول ﷺ ہیں، جن کی جانبازی کو خراج پیش کیا ہے:

وَمُقَدَّمٍ تَعْيَا النُّفُوسُ لِضِيْقِهِ
قَدَّمْتُهُ وَشُهُوْدُ قَوْمِي أَعْلَمُ
كَلَّفْتُمُوْنِي ذَنْبَ آلِ مُحَمَّدٍ
وَاللهُ أَعْلَمُ مَنْ أَعَقُّ وَأَظْلَمُ(۱۰۳)

اور بہت سے ایسے میدانِ کارزار ہیں جن کی تنگی کی وجہ سے بڑے بڑے دلاور، ان میں کُودنے سے ہچکچاتے ہیں۔ مجھے ان کے آگے کیا گیا، میری قوم کے جو لوگ وہاں موجُود تھے اور دیکھ رہے تھے انہیں اچھی طرح (اُس میدانِ کارزار میں کُودنے والوں کی ہمّت) معلوم ہے۔
تم نے مجھے آلِ محمد ﷺ (سے نبرد آزما ہونے) کے گناہ میں ملوث کیا تھا اور خدا بہتر جانتا ہے کہ کون نا فرمان اور زیادہ غیر منصف ہے۔

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے بطریق الھمازی مالک ابن عوف پر اسلام کی حقانیت آشکار ہو چکی تھی چنانچہ اس کے فوراً بعد غزوۂ طائف ہوا اور آپ ؓ کو قبولِ اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ شاید انہی اشعار نے حضور ﷺ کو مالک ؓ ابنِ عوف کے لیے اُن مراعات پر راغب کیا جن کا ذکر ہم شروع میں کر چکے ہیں۔ رضی اللہ عنہم ورضواعنہ۔

حضرتِ عباس ابنِ عبد المطلب ﷛

حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرتِ عباس ﷛ حجاج بن علاط کے بقول قدیم الاسلام تھے۔ ابن شہاب زہری کے مطابق مکّہ میں سقایت (حُجاج کے لیے پانی کے محکمہ کی تنظیم) کے منصب پر متعین تھے۔ اور حضور ﷺ آپ ﷛ سے خوش تھے(۱۰۴)حجاج بن علاط کا کہنا ہے کہ آپ ﷛ نے اپنا قبولِ اسلام رسولِ اکرم ﷺ کے حکم سے خُفیہ رکھا اور آپ ﷛ اس زمانے میں کفّار کی خبریں حضور ﷺ تک پہنچایا کرتے تھے(۱۰۵)۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ فتحِ مکّہ کے موقعہ پر جب آپ ﷛ ابو سفیان ابن الحرب کو اپنی سواری پر ساتھ بٹھا کر لائے تھے تو حضور ﷺ نے آپ ﷛ سے کوئی تعرض نہیں کیا اور ابو سفیان کو آپ ﷛ کے خیمے میں لے جانے کا حکم دیا اور علی الصبح اُسے اسلام لانے کی دعوت دی۔ اس موقعہ پر حضرت عباس ﷛ نے ابُو سفیان کو کلمۂ شہادت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ تفصیل ابو سفیان کے حالات میں گزر چکی ہے۔ علاوہ ازیں فتحِ مکّہ کے بعد حضرتِ عباس ﷛ کا یہ عرض کرنا "اب میں بھی مدینہ کی طرف ہجرت کر جاؤں" اور حضور ﷺ کا فرمانا "اب اس کی حاجت نہیں رہی" واضح کرتا ہے کہ حضرتِ عباس ﷛ حضور ﷺ کی مرضی ہی سے مکہ میں رُکے رہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہے کہ فتح مکّہ کے بعد مسلمانوں کا اپنے وطن سے نکل جانا اُن معنوں میں ہجرت کے ذیل میں نہیں آتا جن معنوں میں ہجرت نبوی ﷺ ہُوئی۔ ہجرتِ مدینہ اسلامی ریاست کے قیام کی غرض سے ہوئی۔ قیام پاکستان پر ہجرت اسی سنت کی پیروی میں ہوئی۔

حضرت عباس ﷛ عمر میں حضور اکرم ﷺ سے دو برس بڑے تھے۔ بیعتِ عقبہ ثانی کے موقعہ پر آپ ﷛ بھی حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷛ انتہائی سخی، قرابت داروں سے حسنِ سلوک کرنے والے، صائب الرائے اور مستجاب الدعوات تھے۔ غزوۂ حنین میں پہلی بار شریکِ جنگ ہوئے۔ آپ ﷛ نے حضور ﷺ کے غزوۂ تبوک سے واپسی پر عرض کی، مَیں چاہتا ہُوں کہ حضور ﷺ کی مدحت میں کچھ عرض کروں، ارشاد

ہُوا، ہاں! ضرور۔

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے منہ کی مُہر نہ توڑے، آپ ﷺ نے یہ قصیدہ پیش کیا:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي
مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يَخْصِفُ الْوَرِقُ
ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ
أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ
بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ
أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ
تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ
إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقُ
وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلَ مُكْتَمًا
فِي صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ
حَتَّى احْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ
خِنْدِفَ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ
وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ
وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْأُفُقُ
فَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي
النُّوْرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ(١٠٦)

علّامہ یوسف النبہانی فی الظلال کے متعلق لکھتے ہیں:

اَلظِّلَالُ ظِلَالُ الْجَنَّةِ وَهُوَ فِي صُلْبِ آدَمَ علیہ السلام - وَخَصَفَ الْوَرقُ عَلَى بَدَنِهِ أَلْزَقَهَا وَأَطْبَقَهَا عَلَيْهِ وَرَقَةً، ورقَةٌ لَمَا فَعَلَ آدَمُ وَحَوَّا علیہما السلام فِي الْجَنَّةِ بَعْدَ الْأَكْلِ مِنَ الشَّجَرَةِ.

یعنی آپ ﷺ ولادتِ با سعادت سے پہلے اس وقت بھی صُلبِ آدم علیہ السلام میں محفوظ تھے جب آدم علیہ السلام و حوّا علیہما السلام شجرۂ ممنوعہ سے استفادہ کے بعد (لباس اتر جانے کے باعث) بدن کو پتّوں سے ڈھانک رہے تھے۔
پھر آپ ﷺ (آدم و حوّا علیہ السلام کے اخراج کے باعث) بستیوں میں آئے، حالانکہ آپ ﷺ ابھی بشر تھے نہ مضغہ (گوشت) نہ لہُو کی بوند بلکہ وہ ماءِ مُقطّر (نطفہ) جو کشتیوں پر سوار تھا جب پانی کی موجیں سر زمین نسر اور اُس کے اہالیان کو ڈبو رہی تھیں (مراد طوفان و کشتیٔ نوح علیہ السلام ہے) یہ ماءِ مُقطّر صُلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتا رہا اور جب ایک مُدّت اسی طرح گزری تب سطحِ زمین اُبھری، (طوفان ختم ہُوا) اور جماعتیں نمودار ہوئیں (کشتی سوار زمین پر اترے اور آبادیاں پھیلیں)۔
آپ ﷺ آتشِ نمرود میں بھی پردے میں اترے (صلب ابراہیم علیہ السلام میں ہونے کی طرف اشارہ ہے) جب کہ آپ ﷺ حضرتِ خلیل اللہ کی پشت میں تھے تو آتشِ نمرود انہیں کیسے جلا سکتی تھی۔
حتیٰ کہ آپ ﷺ کی حفاظت اُس گھرانے نے کی جو خِندَف (ام مدرکہ بن الیاس۔ جَدُّ النبی ﷺ) جیسی بلند مرتبہ خاتون کا گھرانہ تھا جس کا دامن قدموں میں لوٹتا تھا۔ وہ ایسے عزّ و شرف والا خاندان تھا جیسے کوئی بلند ترین چوٹی اور باقی تمام قبیلے اُس کے دامن میں کھڑے ٹیلے ہوں۔
اور جب آپ ﷺ کی ولادتِ با سعادت ہوئی (اور آپ ﷺ نے دینِ حق

پیش کیا) تو سارا عالم افق تا افق اُس نورِ ہدایت سے منّور ہو گیا۔ بس ہم اسی نورِ ہدایت میں چل رہے اور رُشد و ہدایت کی راہیں طے کر رہے ہیں۔

استقبالی اشعار

ایک وہ استقبال تھا جب حضورِ اکرم ﷺ بیعتِ عقبہ کے عہد کو وفا کرتے ہُوئے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر قُبا تک پہنچے تھے اور نبی نجار کی خوش نصیب بیٹیوں نے دف بجا بجا کر

نَحْنُ جوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ(۱۰۷)

کا گیت گایا تھا۔ مگر ایک یہ استقبال تھا جب فاتحِ مکّہ ﷺ نے تبوک کا آخری معرکہ سر کر کے مدینۃ المنوّرۃ کی اسلامی ریاست کی دھاک ارضِ حجاز پر بٹھا دی تھی۔ مدینہ کے مرد اور عورتیں مل کر اسلامی سربراہِ مملکت کے استقبال کی خاطر گا رہے تھے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّات الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
أَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا
جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ(۱۰۸)

جنوبی پہاڑیوں (وداع کی گھاٹیوں) سے ہم پر بدرِ کامل ﷺ طلوع ہُوا، ہم

پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے۔ اُس عمدہ دین اور تعلیم کے لیے جس
کی طرف یہ بدرِ کامل ﷺ ہمیں بلانے آیا ہے۔ اے اللہ کی طرف سے
مبعوث رسول ﷺ آپ ﷺ ایسا امر لے کر آئے، جس کی اطاعت ہم پر
واجب ہے۔

اکثر مؤرخین نے اِن اشعار کی نسبت ہجرتِ مدینہ سے کی ہے۔ حافظ ابن قیّم کا ارشاد ہے کہ یہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ وداع کی گھاٹیاں شام کی طرف ہیں جنہیں مکہ سے مدینہ آنے والا نہیں دیکھتا اور نہ اُدھر سے اس کا گزر ہوتا ہے۔ ہاں! اگر وہ شام جانا چاہے تو البتّہ وہ اُدھر سے ہو کر جائے گا(۱۰۹) مراد یہ کہ مدینہ آنے والا اگر ان گھاٹیوں سے نمودار ہوگا تو یقیناً وہ شام سے آ رہا ہوگا اس لیے یہ غزوۂ تبوک سے واپسی ہی کا موقعہ ہے۔ حکیم الامت علّامہ اشرف علی تھانوی نے بھی ان اشعار کو کلامُ الملوک میں حضرتِ عائشہ ؓ کی روایت سے (امامِ بیہقی کے حوالے سے) غزوۂ تبوک ہی سے منسوب کیا ہے۔ سیرۃ ابنِ ہشام نے اِن اشعار کا کِسی بھی موقعہ پر ذکر نہیں کیا۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اَکمَل۔

فصل سوم

رُوحِ عصر کا ترجمان حضرتِ حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ

اب قلم اُس شخصیت کے ذکر کے لیے بے قرار ہے جس نے اپنے نغماتِ قدسیہ کی بدولت شمعِ لم یزل کے محافظ و مختار (مصطفیٰ ﷺ) حبیبِ خدا ﷺ کی زبانِ مبارک سے المؤید بروحِ القُدس کا ازلی ابدی خطاب پایا۔ سیرۃ کی کتابوں میں یہ واقعہ بہ تفصیل آیا ہے کہ ایک روز بارگاہِ نبوّت سے ارشاد ہوا جو لوگ تلوار سے میری مدد کرتے رہے کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ زبان سے بھی میری مدد کریں۔ لوگ میری ہجو کہتے ہیں اور میں شاعر نہیں کہ اُن کا جواب دُوں، بعض روایات میں یُوں بھی آیا ہے کہ حضور ﷺ نے بارگاہِ ربّ العزت میں دُعا کی کہ وہی اِن دشمنانِ اسلام کی ہجو کا جواب دے۔ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ اُٹھے اور اپنی نوکِ زبان پکڑ کرعرض کی، مَیں اس خدمت کے لیے حاضر ہُوں، بصرٰی سے صنعاء تک کوئی زبان آور اس کی برابری کا دعوٰی نہیں کر سکتا۔ (واضح رہے کہ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ غُسان وحیرہ کے ملوک کے درباری شاعر رہ چکے تھے۔) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا دُرست مگر مَیں بھی قریشی ہُوں۔ ابو سفیان ابن الحارث جس کی بد زبانی نے مجھے دُکھ دیا، میرا چچا زاد بھائی ہے تم اُن کی ہجو کیسے کہو گے۔ حسان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا فکر نہ کیجیے:

إِنِّي أَسُلُّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعِجِيْنِ.(۱۱۰)

مَیں آپ ﷺ کو ان میں سے اس طرح الگ کر دُوں گا جس طرح

گوندھے ہُوئے آٹے سے بال نکال دیا جاتا ہے۔

نظر بظاہر یہ تشبیہہ گوارا نہیں کہ بال کی طرح کھینچ نکالنا اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا یہ عمل تو مکھن یا گوندھے ہُوئے آٹے کی صفائی پر دلالت کرتا ہے جس میں مدَح کی بجائے ذم کا پہلو زیادہ نمایاں ہے مگر بنظرِ غائر دیکھا جائے اور وہ احتیاط ملحوظ ہو جو بال کو صحیح و سالم نکالنے میں برتی جاتی ہے تو حضرتِ حسان ؓ کا مقصود سمجھ میں آنے لگتا ہے، شاید اسی لیے علمائے ادب نے اس تشبیہ پر اعتراض نہیں کیا، حضرتِ حسان ؓ کے پیشِ نظر یہی احتیاط تھی۔ جس کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ جو حضرتِ حسان ؓ کے مشہور قصیدۂ ھمزیہ کے اس شعر سے پوری طرح ثابت ہے جو اسی موقعہ کی یادگار ہے:

أَتَهْجُوهُ وَلَسْتَ لَهُ بِكُفْءٍ
فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَاءُ

تم آنخضرت ﷺ کی ہجو کہتے ہو؟ اگرچہ وہ تمہاری کفو میں سے ہیں، مگر اُن کی اور تمہاری کیا برابری (تمہارا شر الم نشرح ہے اور وہ ﷺ سراپا خیر ہیں۔) پس تمہارے شر کو تمہاری خیر پر قربان کرتا ہُوں۔

حضور ﷺ نے دعا دی رُوح القدُس تیرا مددگار ہو۔ اسی دعا کا اثر تھا کہ حسان ؓ اپنا دعویٰ دُرست ثابت کرنے میں کامیاب ہُوئے اور ان کی یہ للکار محض شاعرانہ تعلّی نہ رہی۔

فَإِنَّا وَمَنْ يُهْدِي الْقَصَائِدَ نَحْوَنَا
كَمُسْتَبْضِعٍ تَمْرًا إِلَى أَرْضِ خَيْبَرَا(۱۱۱)

ہماری طرف قصائد کے تحفے بھیجنے والوں کی مثال اُس شخص کی سی ہے

جو بغرضِ فروخت خیبر کی طرف کھجوریں لے جائے۔

یعنی الٹے بانس بریلی کو، شعر کا طنزیہ انداز واضح ہے۔ یُوں تو آپ ﷺ شروع دن سے معاندینِ اسلام کی طنزیہ شاعری کا جواب دیتے رہے مگر ابو سفیان کی ہجویہ شاعری کا جواب أَلَا أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ اسی موقعہ کی یادگار ہے۔

فَحْلٌ مِنْ فُحُوْلِ الشُّعَرَاءِ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ نہ صرف ایک مجاہد، صاحبِ سیف و زبان صحابیٔ رسول اور عشرہ مبشرہ میں شامل مداحِ رسول تھے، بلکہ انہیں ممدوحِ کائنات خیر المرسلین ﷺ کے ہم زُلف ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سِیرِین رضی اللہ عنہا حرمِ رسول ماریہ قِبطیہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے فرزند عبد الرحمان بن حسان رضی اللہ عنہ فرزندِ رسول حضرت ابراہیم کے حقیقی خالہ زاد بھائی تھے اور شاید اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم میں اس شرف کے لحاظ سے حسان رضی اللہ عنہ کو درجۂ یکتائی حاصل تھا۔

رُوحِ عصر کی ترجمانی آپ رضی اللہ عنہ کے اسلوب کا امتیازی نشان ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا ہر شعر خود آپ رضی اللہ عنہ ہی کے قول کی تصدیق کرتا نظر آتا ہے: قَلْبٌ يُؤَازِرُهُ، فِيْمَا أُحِبُّ لِسَانٌ حَائِكٌ صَنَعٌ، دل و زبان کی یہی ہمزبانی آپ کے کلام کو إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً، وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا کے فرمانِ رسالت کا آئینہ دار بناتی ہے۔ اسلام کی تحریکی جدّوجُہد کی تاریخ دیکھنی ہو تو حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کا دیوان ایک معتبر شہادت ثابت ہو گا۔ غزواتِ رسول کے حالات، شہدائے اسلام کے اسمائے گرامی اور کارہائے نمایاں، مقتولینِ قریش اور اُن کے مرنے پر کہے گئے مرثیوں کے جواب، انصار و مہاجرین اسلام کی خدمات و مصائب اور دینِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے اتباع و نصرت میں بے مثال قربانیاں، ایک ایک بات حسان رضی اللہ عنہ کے کلام سے مِل جاتی ہے۔

شعرِ حسان رضی اللہ عنہ کے انتخاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ رُوحِ عصر کی ترجمانی مجروح نہ ہو اور تاریخِ حرکتِ اسلام کے مختلف باب مرتب ہوتے چلے جائیں کہ یہی اس کلام کی بنیادی خصوصیت ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی طرف سے بُتوں کی پرستش اور شرک فی التوحید کے مختلف مظاہر کے خلاف علَمِ توحید بُلند کرنے کے سبب قریش مکّہ کی طرف سے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب سے سوشل بائیکاٹ کاایک تحریری معاہدہ ہُواتھا جوشِعب ابوطالب کی اسیری کا سبب بنا۔ اس تحریری معاہدہ سے جس نا انصافی اور بے رحمی کا آغاز ہُوا اس کے خلاف آواز بلند کرنے والے پانچ اہلِ دل (ہشام ابن عمرو العامری، زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ المخزومی، المعطم بن عدی، ابو البختری بن ہاشم، زمعہ بن الاسود بن المطلب بن سعد)۔ المعطم نے زہیر بن ابی امیہ کے اس اعلان پر کہ ”اللہ کی قسم میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا، جب تک یہ نا منصفانہ نوشتہ جس نے قرابت توڑ دی چاک نہیں کر دیا جاتا۔“ زمعہ بن الاسود کی تائید کے بعد بڑی پر زور تائید کرتے ہُوئے کہا تھا:

تم دونوں نے سچ کہا اور اس کے سوا جس شخص نے جو کچھ کہا جھوٹ کہا۔(۱۱۲)

جب معطم وفات پا گئے تو حضرتِ حسان ؓ نے معطم کی اس نُصرتِ حق کے حوالے سے اس کا مرثیہ کہا۔ اس مرثیہ کو مدحِ رسول کے ذیل میں لانے پر آپ کو ضرور تعجب ہو گا۔ مگر ہم باب چہارم کے اوائل میں یہ دلیل پیش کر چکے ہیں کہ مرثیہ معطم کا نہیں ”نصرتِ اسلام“ کے لیے معطم کی طرف سے اٹھنے والی آواز کا مرثیہ ہے یہ معطم کی تعریف نہیں ایک ایسے شخص کی تعریف ہے جس نے بے یاری و مدد گاری کے دَور میں حضور ﷺ کی اعانت و طرف داری کی۔ ”یہی وہ عصبیت ہے جو ایک ”عاشقِ رسول“ کا امتیازی نشان ہے۔“ آپ ؓ نے معطم کے مرثیہ میں صرف اسی اعانت کی تعریف کی ہے۔ خود حضرتِ حسان ؓ نے کہا: ذَاكَ حُزْنِي لَهُ مَعًا وَسُرُوْرِي ہمارا دُکھ اور میری مسرّت حضور ﷺ کے دُکھ اور مسّرت سے مشروط ہے۔

وَبَكِّي عَظِيْمَ الْمَشْعَرَيْنِ كِلَيْهِمَا
عَلَى النَّاسِ مَعْرُوْفًا لَهُ مَا تَكَلَّمَا
فَلَوْ كَانَ مَجْدٌ يُخْلِدُ الدَّهْرَ وَاحِدًا
مِنَ النَّاسِ أَبْقَى مَجْدُهُ الْيَوْمَ مُطْعِمَا
أَجَرْتَ رَسُوْلَ اللهِ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا
عَبِيْدَكَ مَا لَبَّى مُهِلٌّ وَأَحْرَمَا(۱۱۳)

مشعرین کے بڑے شخص پرور جس کے احسانات لوگوں پر روشن ہیں، اُس وقت تک یاد کیے جائیں گے جب تک کہ اس کی بات ہوتی رہے گی۔
اگر کسی کی کوئی عزت کسی کو ہمیشہ قائم رکھتی تو مطعم کی عزت اُسے ضرور باقی رکھتی۔ (مگر ہر کسی کو فنا ہو جانا ہے)۔
اے مطعم! تُو نے رسولِ اکرم ﷺ کو ان لوگوں سے پناہ دی (معاہدے کے شرکاء کو ظلم سے باز رکھنے میں مدد دیتے ہوئے) لٰہذا جب تک کوئی لبیک کہنے والا لبیک کہتا رہے گا، احرام باندھنے والا احرام باندھتا رہے گا، تیرے احسان کی ممنونیت قائم رہے گی۔ (لبیک کہنا اور احرام باندھنا ارکان حج میں سے ہے مگر یہاں حضور ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے اور شرک سے ہاتھ اٹھانے کی طرف بھی کنایہ ہے)۔

اوس و خزرج کے وہ افراد جن کا یہُود سے خاص رابطہ تھا (سوید بن صامت، مجمع، نبیل بن الحارث، مسجد ضرار کے بانی ابو جبیتہ بن الازمر، مُعتب بن قُشَیر، ثعلبہ بن حاطب، مربع بن قیظی، حاطب بن امیہ، ابو طعمہ بشیر، عبد اللہ بن ابی اور ضحاک بن ثابت) اُن میں سے ضحاک پر اکثر نفاق کے الزامات برملا لگتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی اور

معتب بن قُشیر نے غزوہ احد کے موقع پر نفاق کی ایسی آگ بھڑکائی جس کا جواب ہمارے ہاں کی حزب اختلاف بھی نہ دے سکے۔ ابن ابی اور معتب نے عوامی اختیار فیصلہ کے خلاف لَوْ أَطَاعُوْنَا اور لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ کے اختیار کی جنگ فَمَنْ أَطَاعَهُمْ ... وَمَنْ عَصَاهُمْ سے چھیڑی یہاں تک کہ اللہ پاک نے اہل مدینہ کو یاد دلایا ﴿وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا﴾(۱۱۴) حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ان اشعار میں اسی نفاق کا تذکرہ ہے:

أَتُحِبُّ يُهْدَانَ الْحِجَازِ وَدِيْنَهُمْ
كِبْدَ الْحِمَارِ وَلَا تُحِبُّ مُحَمَّدًا
دِيْنًا لَعَمْرِي لَا يُوَافِقُ دِيْنَنَا
مَا اسْتَنَّ آلٌ فِي الْفَضَاءِ وَخَوَّدَا(۱۱۵)

تُو گدھے کے کلیجے رکھنے والے حجازی یہودیوں کے دین سے محبت رکھتا ہے اور جو واقعی محمد ﷺ ہے اُس سے تجھے محبت نہیں۔ جب تک فضا میں سراب موجود ہے مجھے میری زندگی کی قسم اُن کے اور ہمارے دین میں موافقت نہیں ہو سکتی۔

غزوۂ بدر میں ابو جہل عُتبہ اور شیبہ جیسے بہادرانِ کفار کی مرگِ بے اماں اور توحید کے غلبہ کا ذکر یُوں کیاہے:

وَخَبَّرَ بِالَّذِي لَا عَيْبَ فِيْهِ
بِصِدْقٍ غَيْرِ إِخْبَارِ الْكَذُوْبِ
بِمَا صَنَعَ الْمَلِيكُ غَدَاةَ بَدْرٍ
لَنَا فِي الْمُشْرِكِينَ مِنَ النَّصِيبِ
فَلَاقَيْنَاهُمْ مِنَّا بِجَمْعٍ

كَأُسْدِ الْغَابِ مُرْدَانٍ وَشِيبِ
أَمَامَ مُحَمَّدٍ قَدْ وَازَرُوْهُ
عَلَى الْأَعْدَاءِ فِي لَفْحِ الْحُرُوْبِ
يُنَادِيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ لَمَّا
قَذَفْنَاهُمْ كَبَاكِبَ فِي الْقَلِيْبِ
أَلَمْ تَجِدُوْا كَلَامِي كَانَ حَقًّا
وَأَمْرُ اللهِ يَأْخُذُ بِالْقُلُوبِ؟
فَمَا نَطَقُوا، وَلَوْ نَطَقُوا لَقَالُوا
صَدَقْتَ وَكُنْتَ ذَا رَأْيٍ مُصِيْبِ(۱۱۶)

وہ جھوٹی اور خیالی باتیں (زینب اور اس کے خاندان کے مٹے ہوئے آثار کی باتیں) بھول کر ایسی سچّی باتیں سُنا جن کے سنانے میں کوئی عیب نہیں۔

سنا کہ بدر کے دِن خدائے قادر مقتدر نے ہمیں مشرکین کے خلاف کامیابی عطا کی۔

ہم اُن کے مقابل ایک ایسی جماعت لے کر نکلے جس کے سب بوڑھے جوان گویا شیر نیستاں تھے۔

اُن لوگوں نے (جنہیں بنو نجار کے بہادر سرداروں کا تعاون حاصل تھا) جنگ کے شعلوں میں محمد ﷺ کی حفاظت کی۔

جب ہم نے (ابو جہل، عتبہ اور شیبہ جیسے نامی گرامی سرداروں کا غرور خاک میں مٹاتے ہُوئے) ان کی نعشوں کو گڑھے میں ڈالا تو رسولِ اکرم ﷺ انہیں پُکار کر فرماتے تھے۔

کیا اب تم پر میری بات کی سچائی واضح ہو گئی اللہ کا حکم دلوں کو پکڑ لیتا ہے۔
وہ کچھ نہ بولے اور اگر بول سکتے تو ضرور کہتے آپ ﷺ کا قول سچا اور آپ ﷺ ہی کی رائے دُرست تھی۔

واضح رہے کہ یہ حسان رضی اللہ عنہ کا خیال نہیں فی الواقعہ حضور ﷺ نے گڑھوں پر کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہے تھے۔ اسی موقعہ پر کہے ہوئے ایک قصیدہ میں انصار رضی اللہ عنہم اور خصوصاً اپنے قبیلہ کے ایثار اور مواخات کے وقت اپنے اموال مہاجرین میں بانٹنے کا ذکر کرتے ہُوئے حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری اور ہمسائیگی کا شرف بخشنے پر فخریہ کہا:

قَوْمِي الَّذِيْنَ هُمْ آوَوْا نَبِيَّهُمْ
وَصَدَّقُوْهُ وَأَهْلُ الْأَرْضِ كُفَّارُ
مُسْتَبْشِرِيْنَ بِقَسْمِ اللهِ قَوْلُهُمْ
لَمَّا أَتَاهُمْ كَرِيْمُ الْأَصْلِ مُخْتَارُ
أَهْلًا وَسَهْلًا فَفِي أَمْنٍ وَفِي سَعَةٍ
نِعْمَ النَّبِيُّ وَنِعْمَ الْقَسْمُ وَالْجَارُ
فَأَنْزَلُوْهُ بِدَارِ لَا يُخَافُ بِهَا
مَنْ كَانَ جَارَهُمْ دَارًا هِيَ الدَّارُ
وَقَاسَمُوْهُ بِهَا الْأَمْوَالَ إِذْ قَدِمُوْا
مُهَاجِرِيْنَ وَقَسْمُ الْجَاحِدِ النَّارُ(۱۱۷)

میری قوم کے لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اپنے نبی ﷺ کو پناہ دی اور اُن کی تصدیق ایسے وقت کی جب اہل زمین کافر تھے۔

جب ان کے پاس برگزیدہ اور شریف النسب (نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے ہمراہی رضی اللہ عنہم) آئے تو وہ خدا کی اس تقسیم پر خوش ہو گئے (کہ انہیں یہ سعادت ملی)۔

انہوں نے امن و تنگی کے ہر لمحے آپ ﷺ کو آرام اور کشائش میں رہنے کا یقین دلاتے ہُوئے (اَھلًا وسَھلًا کہتے ہُوئے) خوش آمدید کہا۔ نبی ﷺ بھی اچھے، یہ تقسیم بھی اچھی اور یہ ہمسائیگی بھی اچھی۔

انہوں نے آپ ﷺ کو ایک بے خوف و خطر مقام پر ٹھہرایا جو ایسے لوگوں کے پڑوس میں ہو، وہی گھر تو فی الحقیقت گھر کہلانے کا مستحق ہے۔

جب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے یہاں آئے تو ان لوگوں (میری قوم) نے انہیں نہ صرف پڑوسی بنایا بلکہ حصہ دار بنا لیا اور منکر کے نصیب میں تو آگ ہے، یعنی حسد کی آگ میں جلتا رہے۔

اعشیٰ بن زرارہ بن النباس حلیف بنی عبد الدار نے مقتولینِ بدر پر ایک مرثیہ کہا تو حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ نے اُس کے جواب میں ایک طویل پر زور قصیدہ کہہ کر حارث ابن ہشام کے میدانِ جنگ سے فرار پر خوب خوب طعنہ زنی کی۔ یہ قصیدہ اپنی تشبیب کے اعتبار سے سبعہ معلقات کے مشہور قصیدہ صَبَنْتِ الكأْسَ عَنَّا أُمَّ عَمْرٍو....وَكَانَ الْكأْسُ مَجْرَاهَا الْيَمِيْنَا کی یاد دلاتا ہے (واضح رہے کہ حسان رضی اللہ عنہ نے تشبیب کے جاہلی انداز کو کبھی ترک نہیں کیا) ہم اُس قصیدہ کے منتخب اشعار پر اکتفا کرتے ہیں:

تَبَلَتْ فُؤَادَكَ فِي الْمَنَامِ خَرِيْدَةً
تَسْقِي الضَّجِيْعَ بِبَارِدِ بَسَّامِ

كَالْمِسْكِ تَخْلِطُهُ بِمَاءِ سَحَابَةٍ
أَوْ عَاتِقٍ كَدَمِ الذَّبِيْحِ بَيَّحَ مُدَامِ
وَتَكَادُ تَكْسَلُ أَنْ تَجِيْءَ فِرَاشُهَا
فِي جِسْمِ خَرْعَبَةَ وَحُسْنِ قَوَامِ
أَمَّا النَّهَارَ فَلَا أُفَتِّرُ ذِكْرَهَا
وَاللَّيْلُ تُوزِعُنِي بِهَا أَحْلَامِي
أَقْسَمْتَ أَنْسَاهَا وَأَتْرُكُ ذِكْرَهَا
حَتَّى تُغَيَّبَ فِي الضَّرِيْحِ عِظَامِي
بَكَرَتْ عَلَيَّ بِسُحْرَةٍ بَعْدَ الْكَرَى
وَتَقَارُبٍ مِنْ حَادِثِ الْأَيَّامِ
زَعَمَتْ بِأَنَّ الْمَرْءَ يَكْرُبُ عُمْرَهُ
عَدَمٌ لِمُعْتَكِرٍ مِنَ الْأَصْرَامِ
إِنْ كُنْتِ كَاذِبَةَ الَّذِي حَدَّثْتِنِي
فَنَجَوْتِ مَنْجَى الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ
تَرَكَ الْأَحِبَّةَ أَنْ يُقَاتِلَ دُوْنَهُمْ
وَنَجَا بِرَأْسِ طِمِرَّةٍ وَلِجَامِ
وَبَنُو أَبِيْهِ وَرَهْطُهُ فِي مَعْرَكٍ
نَصَرَ الْإِلَهُ بِهِ ذَوِي الْإِسْلَامِ
طَحَنَتْهُمْ وَاللهُ يُنْفِذُ أَمْرَهُ

حَرْبٌ يُشَبُّ سَعِيْرُهَا بِضِرَامِ
لَوْلَا الْإِلَهُ وَجَرْيُهَا لَتَرَكْنَهُ
جَزَرَ السِّبَاعِ وَدُسْنَهُ بِحَوَامِي
بِالْعَارِ وَالذُّلِّ الْمُبَيِّنِ إِذْ رَأَى
بِيْضَ السُّيُوْفِ تَسُوْقُ كُلُّ هُمَامِ
بِيَدَيْ أَغَرَّ إِذَا انْتَمَى لَمْ يُخْزِهِ
نَسَبُ الْقِصَارِ سَمَيْدَع مِقْدَامِ
بِيضٌ إِذَا لَاقَتْ حَدِيدًا صَمَّمَتْ
كَالْبَرْقِ تَحْتَ ظِلَالِ كُلِّ غَمَامِ(۱۱۸)

ایک دوشیزہ نے خواب میں تیرے دل کو بیمار کر دیا جو ٹھنڈے مسکرانے والے (دانتوں سے) اپنے ہم بستر کو چنگا بھلا کر دیتی ہے۔
جس طرح مُشک کو بارش کے قطروں میں گھولنے سے (شفا ملتی ہے) یا مذبُوحہ جانور کے خون کی سی شراب تسکین بخشتی ہے۔
جسم کی نزاکت، نرمی اور فطری حسن میں (اس کی حالت یہ ہے کہ) اُسے بستر تک چلنا بھی گراں ہے۔
میرا سارا بدن اُس کی یاد سے خالی نہیں رہتا اور ساری ساری رات میرے خواب مجھے اسی کا شیفتہ بنائے رکھتے ہیں۔
مَیں نے جب تک میری ہڈیاں خاک میں گل سڑ نہیں جاتیں اُسے کبھی نہ بھولنے اور اس کی یاد سے کبھی غافل نہ ہونے کی قسم کھا لی ہے۔
ایک رات زمانے کے اس انقلاب (واقعۂ بدر) کے بعد ہلکی سی نیند میں وہ عورت میرے پاس آئی۔

اُس نے دعوے سے کہا کہ اونٹوں کے گلے کا نہ ہونا آدمی کی عمر کو غم و اندوہ بنا رکھتا ہے (مال و دولت کی کثرت کی خواہش انسان کو پریشان رکھتی ہے)۔

مَیں نے (اُس سے) کہا اگر تُو اپنے بیان میں جھوٹی ہے تو مجھ سے اس طرح بچ کر نکل جا جس طرح حارث ابنِ ہشام بچ کر نکل گیا۔

اپنے دوستوں کے لیے سینہ سپر ہونے کی بجائے اُس نے انہیں چھوڑ دیا اور تیز گھوڑے کے ایال اور لگام تھامے ہُوئے بھاگ نکلا۔

اس کے بھائی بند اور اُس کی جماعت ایک ایسے معرکے میں (پھنسی ہوئی) تھی جس میں معبودِ حقیقی نے مسلمانوں کو فتح مند کیا۔

ایک ایسی جنگ نے انہیں پیس ڈالا جس کے شعلوں کو ایندھن سے بھڑکایا جا رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنا حکم جاری کرنا ہی تھا۔

اگر معبودِ حقیقی کو اُس (حارث) کا بچانا مقصود نہ ہوتا اور اُس کے گھوڑے کی دوڑ نہ ہوتی تو اُسے درندوں کا نوالہ بنا کر چھوڑتے یا گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر ڈالتے۔

وہ صریح ذلت و خواری کی حالت میں پڑا رہتا اور دیکھتا کہ سفید چمکیلی تلواریں مستقل مزاج سرداروں کو دوڑا رہی ہیں۔

وہ تلواریں اُن سرداروں کے ہاتھ میں ہوتیں جو دشمن کی پرواہ نہ کرتے ہُوئے آگے بڑھنے والے اور اپنا نسب بیان کرتے وقت کم ہمت لوگوں کی جانب منسوب ہونے کی ذلّت سے بے نیاز ہوتے۔

وہ ایسی سفید تلواریں ہیں کہ لوہے (زرہ) کو کاٹ کر نیچے تک اتر جاتی ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے ابر کے ٹکڑوں کے سائے میں بجلی چمکتی ہے۔ (یہ تشبیہ مرکب کی کتنی مکمل مثال ہے)۔

حضرتِ حسان ؓ کے اس قصیدہ کے یہ دو شعر درجِ ذیل قصیدہ کا حصّہ معلوم ہوتے ہیں جو اسی زمین میں ہے:

يَا مَنْ لِعَاذِلَةٍ تَلُوْمُ سَفَاهَةً
وَلَقَدْ عَصَيْتُ عَلَى الْهَوَى لُوَّامِي
نُفُجُ الْحَقِيْبَةِ بُوصُهَا مُتَنَضَّدٌ
بَلْهَاءُ غَيْرُ وَشِيْكَةِ الْأَقْسَامِ

کوئی ہے جو نادان ملامت گر کو میری ملامت کرنے سے روکے۔ حالانکہ محبت کے باب میں مَیں نے ایسے ملامت گروں کی (کوئی بات) نہیں مانی۔

وہ قصیدہ یہ ہے:

إِبْكِ بَكَتْ عَيْنَاكَ ثُمَّ تَبَادَرَتْ
بِدَمٍ تُعَلُّ غُرُوْبُهَا سَجَّامِ
مَاذَا بَكَيْتَ بِهِ الَّذِيْنَ تَتَابَعُوا
هَلَّا ذَكَرْتَ مَكَارِمَ الْأَقْوَامِ
وَذَكَرْتَ مِنَّا مَاجِدًا ذَا هِمَّةٍ
سَمْحَ الْخَلَائِقِ صَادِقَ الْإِقْدَامِ
أَعْنِي النَّبِيَّ أَخَا الْمَكَارِمِ وَالنَّدَى
وَأَبَرَّ مَنْ يُوْلِي عَلَى الْإِقْسَامِ
فَلِمِثْلِهِ وَلِمِثْلِ مَا يَدْعُو لَهُ

كَانَ الْمُمَدَّحَ ثُمَّ غَيْرُ كَهَامِ(۱۱۹)

مرثیہ کہہ اور رو، تیری آنکھیں روتی ہی رہیں اور خون روتے ہوئے گوشۂ چشم کو سیراب کرتی رہیں۔
تُو اِن مرثیوں میں ان لوگوں پر رویا جو یکے بعد دیگرے چل بسے تو تُو نے کیا کام کیا۔ تجھے لوگوں کے قابل ذکر کاموں کا ذکر کرنا چاہیے۔
اور ہماری باہمّت، وسیع الاخلاق برگزیدہ ہستی ﷺ کا ذکر کیوں نہ کیا جس نے جو کام بھی شروع کیا اُسے پُورا کیا۔
میری مراد اُس نبی برحق ﷺ سے ہے جو سخی اور اعلیٰ صفات کے مالک اور اپنی قسمیں پُوری کرنے والوں میں سب پر فائق اور برتَر ہیں۔
پس بلاشبہ آپ ﷺ اور جس دین کی طرف آپ ﷺ بلاتے ہیں قابلِ ستائش ہیں اور آپ ﷺ (ان قابلِ ستائش صفات کے ساتھ کسی قِسم کی) کمزوری رکھنے والے نہیں۔

میرا خیال ہے کہ بحرِ کامل میں کہے گئے بظاہر یہ دو مختلف قصیدے ایک ہی ہیں بقولِ ہشام تین فحش اشعار ترک کرنے اور بقولِ شارحِ ابن ہشام مصطفیٰ السقا دیوان میں پانچ ایسے شعر ہیں جو ابن ہشام نے ترک کیے اس کانٹ چھانٹ کی وجہ سے ایک ہی قصیدہ کے اشعار دو مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئے۔ اگر پہلے حصّہ کے پانچویں شعر میں قسموں کے تذکرے اور دُوسرے حصّہ کے چوتھے شعرمیں قسموں کے حوالے کا ذکر پیش نظر رہے تو ہمارا قیاس صحیح لگے گا۔ واللہ اعلم۔

بدرسے ہی متعلق حضرتِ حسان ؓ کے ایک اور قصیدے میں مقامِ جنگ کی تبدیلی پر کسی کے معترض ہونے کا ذکر بھی کیا ہے۔ تاریخ و سیَر میں اس اختلاف کا تذکرہ نہیں ملتا۔ شاید غزوۂ اُحد کی طرح (شہر کے اندر رہ کر جنگ کرنے کے بجائے باہر

نکل کر جنگ آزما ہونے کے فیصلے پر اتفاق) بدر کے موقع پر بھی لشکر اسلامی کا ڈیرہ ڈالنے سے متعلق مسلمانوں کے اجتماعی فیصلے کے خلاف (عبد اللہ بن اُبی اور مُعتب بن قشیر اور اُن کے ہم خیالوں کی طرف سے) آواز بلند ہُوئی اور وہ بھی حضور ﷺ کی طرف سے مسترد ہو گئی ہو۔ پانی کے چشمے کا ذکر میرے قیاس کو تقویت دے رہا ہے۔

حضرتِ حسان ؓ نے اُسی کے بالاتفاق مسترد کرنے کا ذکر کیا ہے:

مُسْتَشْعِرِي حَلَقِ الْمَاذِيّ يَقْدُمُهُمْ
جَلْدُ النَّحِيْزَةِ مَاضٍ غَيْرُ رِعْدِيدِ
أَعْنِي رَسُوْلَ إِلَهِ الْخَلْقِ فَضَّلَهُ
عَلَى الْبَرِيَّةِ بِالتَّقْوَى وَبِالْجُوْدِ
ثُمَّ وَرَدْنَا وَلَمْ نَسْمَعْ لِقَوْلِكُمْ
حَتَّى شَرِبْنَا رَوَاءً غَيْرَ تَصْرِيْدِ
مُسْتَعْصِمِيْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْجَذِمٍ
مُسْتَحْكَمٍ مِنْ حِبَالِ اللهِ مَمْدُوْدِ
فِيْنَا الرَّسُوْلُ وَفِيْنَا الْحَقُّ نَتْبَعُهُ
حَتَّى الْمَمَاتِ وَنَصْرٌ غَيْرُ مَحْدُوْدِ
وَافٍ وَمَاضٍ شِهَابٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ
بَدْرٌ أَنَارَ عَلَى كُلِّ الْأَمَاجِيْدِ(۱۲۰)

اُن (شرکائے بدر ؓ) کے آگے آگے سفید اور جسم کے ساتھ لگی ہُوئی کڑیوں کی زرہ پہنے پُر عزم قوی مزاج اور بُزدلی سے دُور شخص ﷺ تھا۔ میری مراد رسولِ خدا سے ہے جسے تقویٰ اور سخاوت کے سبب مخلوقِ

خدا پر فوقیت دی گئی ہے۔
پھر ہم اُس چشمے پر پہنچے اور تمہاری بات (رائے) نہیں سنی یہاں تک کہ اللہ نے ہمیں اس قدر سیراب فرمایا کہ پانی کی کچھ کمی نہ رہی (بارش ہو گئی)۔
(اس کامیابی کی وجہ یہی تھی) کہ ہم ایسی رسّی تھامے ہُوئے تھے جو ٹوٹنے والی نہیں۔ یہی وہ رسّی ہے جو اللہ تعالیٰ کی دراز کی ہوئی رسّیوں میں مضبوط تر ہے۔ یعنی
ہم میں خدا کے برگزیدہ رسول ہیں اور حق بھی ہمارے ہی ساتھ ہے ہم اس کا اتباع کرتے ہیں اور مرتے دم تک کرتے رہیں گے۔ اور یہ ایک غیر محدُود نصرت ہے۔
(وہ رسول اور وہ دینِ حق) مکمل ہے روشن ہے ایسا شہاب ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ چودھویں کے چاند جیسا، ایسا چاند جس نے تمام عزت و شان والوں کو روشنی بخشی۔

اسی موقعہ پر آپ ﷺ نے کہا:

جَحَدُوا الْكِتَابَ وَكَذَّبُوا بِمُحَمَّدٍ
وَاللّٰهُ يُظْهِرُ دِيْنَ كُلِّ رَسُوْلٍ
لَعَنَ الْإِلَهُ أَبَا خُزَيْمَةَ وَابْنَهُ
وَالْخَالِدَيْنِ وَصَاعِدَ بْنَ عَقِيْلٍ (۱۲۱)

انہوں نے کتاب اللہ کا انکار کیا اور محمد ﷺ کو جھٹلایا اور ہر رسول کو خدا نے غلبہ دیا۔ معبودِ حقیقی نے ابو خزیمہ اور اس کے بیٹے دونوں خالدوں اور صاعد ابنِ عقیل کو بھی ذلیل کیا۔

غزوۂ اُحد کے موقعہ پر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا:

أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي أُبَيًّا
لَقَدْ أُلْقِيَتْ فِي سُحْقِ السَّعِيْرِ
فَقَدْ لَاقَتْك طَعْنَةُ ذِي حِفَاظٍ
كَرِيمِ الْبَيْتِ لَيْسَ بِذِي فُجُورِ
لَهُ فَضْلٌ عَلَى الْأَحْيَاءِ طُرًّا
إِذَا نَابَتْ مُلِمَّاتُ الْأُمُوْرِ (۱۲۲)

ہے کوئی جو اُبی (ابن خلف) تک میرا پیغام لے جائے کہ تُو جہنّم کی گہرائی میں ڈال دیا گیا۔
پس تجھ سے ایک ایسے انسان ﷺ کا نیزہ دوچار ہوا جسے بڑے بڑے اُمور پیش آتے وقت بھی تمام انسانوں پر فوقیت حاصل ہے۔ وہ حمیت و شرافت کا مالک اور فواحش سے اجتناب کرنے والا ہے۔

غزوۂ اُحد میں وقتی شکست میں اٹھائے جانے والے جانی نقصانات پر ابنِ زبعری کے طعنے کا جواب دیتے ہُوئے جس نے کہا تھا:

فَقَتَلْنَا الضَّعْفَ مِنْ أَشْرَافِهِمْ
وَعَدَلْنَا مَيْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

پس ہم نے (اُحد میں) اُن اشراف کو قتل کر دیا جو اُس وقت کمزور پڑ گئے تھے اور اُن کا وہ حوصلہ بھی جاتا رہا تھا جو جنگِ بدر نے اُن کے اندر پیدا کر دیا تھا۔

حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

ذَهَبَتْ بِابْنِ الزِّبَعْرَى وَقْعَةٌ
كَانَ مِنَّا الْفَضْلُ فِيهَا لَوْ عَدَلْ
وَلَقَدْ نِلْتُمْ وَنِلْنَا مِنْكُمْ
وَكَذَاكَ الْحَرْبُ أَحْيَانًا دُوَلْ
وَعَلَوْنَا يَوْمَ بَدْرٍ بِالتُّقَى
طَاعَةِ اللهِ وَتَصْدِيقِ الرُّسُلْ
نَحْنُ لَا أَمْثَالُكُمْ وُلْدَ اسْتِهَا
نَحْضُرُ النَّاسَ إِذَا الْبَأْسُ نَزَلْ(۱۲۳)

ابنِ زبعری پر ایسی جنگ گذر گئی کہ اگر عدل سے فیصلہ ہوتا تو برتری ہمیں کو حاصل ہوتی۔
جو ہم سے تم کو ملنا تھا مِل گیا اور جو ہمیں تم سے ملنا تھا وہ بھی مل گیا اور جنگ تو اسی طرح کبھی کبھی فریقین کے درمیان پلٹا کھاتی رہتی ہے۔
ہمیں جنگِ بدر میں بھی تقویٰ، پرہیز گاری، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسولوں علیہم السلام کی تصدیق کی وجہ سے تم پر غلبہ ملا تھا۔ (اور وہ اب بھی موجُود ہے) اس لیے سُست پڑنے یا حوصلہ پانے اور کھونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
ہم تمہاری طرح سُرینوں سے جنم لینے والے نہیں (کہ قدم قدم بدلتے رہیں) جب جنگ کی جگر گداز سختیاں آ پڑتی ہیں تو ہم غائب نہیں ہو جاتے، بلکہ برابر حاضر رہتے ہیں۔ (جیسا کہ اُحد میں جنگ کی تیزی اور بظاہر پلٹا کھا جانے کے وقت ہم کر کے دکھا چکے ہیں)۔

ابن زبعری کے ایک اور قصیدہ کا شعر ہے:

وَلَوْلَا عُلُوُّ الشِّعْبِ غَادَرْنَ أَحْمَدَا
وَلَكِنْ عَلَا والسَّمْهَرِيُّ شُرُوْعُ

اگر وہ لوگ (عبد اللہ ابنِ جبیر ﷺ کے پچاس ساتھی) گھاٹی پر چڑھ نہ جاتے تو ان تلواروں نے احمدِ مجتبٰی ﷺ کا بھی وہی انجام کیا ہوتا (جو حمزہ و نعمان کا ہُوا) لیکن وہ حرکت میں آئے ہُوئے نیزوں کے سائے میں گھاٹی پر چڑھ گئے۔

اس کا جواب بھی حضرتِ حسان ﷺ نے دیا:

وَقُلْ إِنْ يَكُنْ يَوْمٌ بِأُحْدٍ يَعُدُّهُ
سَفِيْهٌ فَإِنَّ الْحَقَّ سَوْفَ يَشِيْعُ
وَفَوْا إِذْ كَفَرْتُمْ يَا سَخِيْنَ
بِرَبِّكُمْ وَلَا يَسْتَوِي عَبْدٌ وَفِىَ وَمُضِيْعُ(۱۲۴)

اگر کوئی اُحد کی وقتی فتح (پلڑے) پر اتراتا ہے تو اِترایا کرے دیکھ لینا بُہت جلد حق (دینِ اسلام) پھیل کر رہے گا (حمزہ و نعمان جیسے شہداء اور انصار کے جانبازوں نے) بھر پور وفاداری کا مظاہرہ کیا۔ جب کہ اے قریش تم نے نا فرمانی کی۔ ایک با وفا بندہ اور ایک جذبۂ وفاداری سے محروم کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ﴾(۱۲۵)

حضرتِ حسان ﷺ نے شہدائے اُحد کا جو بھی مرثیہ کہا دَرد و کرب کا گویا طوفان ہے کہ تھمتا نہیں۔ خصوصاً حضرتِ حمزہ ﷺ کا ذکر:

ذَكَّرْتَنِي أَسَدَ الرَّسُوْلِ وَذَاكَ مِدْرَهُنَا الْمُنَافِحْ
يَا حَمْزُ قَدْ أَوْحَدْتَنِي كَالْعُوْدِ شَذَّبَهُ الكَوافِح
أَوْدَى شَبَابُ أُوْلِي الْحَفَائِظِ وَالثَّقِيْلُوْنَ الْمَرَاجِحْ
لَهْفِي لِشُبَّانٍ رُزِئْنَاهُمْ كَأَنَّهُمْ المَصَابِحْ
مَنْ لَا يَزَالُ نَدَى يَدَيْهِ لَهُ طَوَالَ الدَّهْرِ مَائِحْ(۱۲۶)

تُو نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے اُس شیر کی یاد دلا دی جو ہم سب کی ہر وقت مدافعت کرنے والا تھا۔ ایک اور شعر میں حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایسے تعویذ سے تشبیہ دیتے ہیں جو محاذِ جنگ میں حفظِ جان کے لیے باندھا جاتا ہے۔

(تیغ بندی)

كُنَّا نَرَى حَمْزَةَ حِرْزًا
لَنَا فِي كُلِّ أَمْرٍ نَابَنَا نَازِلِ

اے حمزہ رضی اللہ عنہ! تم نے ہمیں اُس شاخ کی مانند اکیلا چھوڑ دیا جسے کاٹنے والے نے درخت سے کاٹ کر الگ کر دیا ہو (کہ اب پھر یکجا ہونے کی امید ہی نہیں)۔
غضب کے نوجوان ہلاک ہو گئے وہ لوگ ضائع ہو گئے جو بھاری بھر کم (عزت والے) تحمل مزاج اور حمیت و غیرت کے مجسمے تھے۔
ان نوجوانوں (شہدائے اُحد) کا افسوس جو ہم سے جُدا ہو گئے اور ہمیں مصیبت میں مبتلا کر گئے یہ نوجوان چراغوں کی طرح تھے۔
جن کے عطایا ضُرورت مند کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والے اور ہمیشہ

دوامی تھے۔ حضرتِ حسان ﷺ نے بنو ہذیل کے ہاتھوں حضرتِ خُبَیْبْ ﷺ کی پھانسی پر جو قصائد کہے دَرد و غم کی چنگاریوں کے علاوہ دشمنوں کے لیے زہر میں بجھے ہُوئے نشتر ہیں:

إِنْ سَرَّكَ الْغَدْرُ صِرْفًا لَا مِزَاجَ لَهُ
فَأْتِ الرَّجِيْعَ فَسَلْ عَنْ دَارِ لِحْيَانَ
قَوْمٌ تَوَاصَوْا بِأَكْلِ الْجَارِ بَيْنَهُمْ
فَالْكَلْبُ وَالْقِرْدُ وَالْإِنْسَانُ مِثْلَانِ(۱۲۷)

اگر تجھے خالص (وفا سے قطعاً عاری) غداری کے گُر سیکھنے ہوں تو اس خوشی کا حصول رجیع پہنچ کر حاصل کر اور وہاں لِحیان (ابن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر) کا گھر دریافت کر (وہاں تجھے اس کامل غداری کا گُر سیکھنے میں مدد ملے گی)۔

یہ ایک ایسی قوم ہے جس نے پڑوسی کو کھا لینے کی باہم وصیت کر رکھی ہے۔ اور اسی لیے اُن کے ہاں کُتّے، بندر اور انسان میں کوئی فرق نہیں (یعنی وہ کُتّے سے بدتر ہیں کہ غدار ہیں، حریص کُتّے کی طرح ہیں اور اپنے بزرگوں سے یہ عادتیں ان کی نسلیں بندر کی طرح سیکھتی ہیں گرچہ بظاہر وہ انسان ہیں)۔

أُنَاسٌ هُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ فِي صَمِيْمِهِمْ
بِمَنْزِلَةِ الزَّمْعَانِ دُبْرَ الْقَوَادِمِ
رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللهِ غَدْرًا وَلَمْ تَكُنْ
هُذَيْلٌ تَوَقَّى مُنْكَرَاتِ الْمَحَارِمِ(۱۲۸)

یہ وہ لوگ ہیں جن کی قوم کا خالص سے خالص نسب رکھنے والا بھی، اُن

بالوں کا رتبہ رکھتا ہے جو چوپایوں کو اگلے قدموں کے زیریں حصّے پر
ہوتے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قاصدوں سے غداری کی اور
یہ بنو ہذیل تو قابلِ نفرت محرمات سے بھی نہیں بچتے (یاد رہے اس
قبیلہ نے اسلام لانے کے لیے زنا کی کھلی چھٹی شرط رکھی تھی)۔

یہ واقعۂ رجیع کہلاتا ہے اور یہ ایک چشمے کا نام ہے جہاں مبلّغین اسلام کو ساتھ
لے جا کر بے خبری میں شہید کیا گیا ان شہداء کے نام یہ تھے، ابنِ طارق ابنِ رشنہ،
عاصم، مرثد، ابن بکیر اور جنیب رضوان اللہ اجمعین۔

غزوۂ خندق سے متعلق ابنِ زبعری کے ایک قصیدہ کا جواب دیتے ہُوئے حسان رضی اللہ عنہ
نے فضل باری تعالیٰ سے چلنے والی طوفانی ہواؤں اور کفّار کے لشکروں کے تِتر بِتر ہونے
کا ذکر بھی کیا ہے:

سَارُوا بِأَجْمَعِهِمْ إِلَيْهِ وَأَلَّبُوا
أَهْلَ الْقُرَى وَبِوَادِيَ الْأَعْرَابِ
جَيْشُ عُيَيْنَةَ وَابْنُ حَرْبٍ فِيْهِمُ
مُتَخَمِّطُوْنَ بِحَلْبَةِ الْأَحْزَابِ
حَتَّى إِذَا وَرَدُوا الْمَدِيْنَةَ وَارْتَجَوْا
قَتْلَ الرَّسُوْلِ وَمَغْنَمَ الْأَسْلَابِ
وَغَدَوْا عَلَيْنَا قَادِرِيْنَ بِأَيْدِهِمْ
رُدُّوْا بِغَيْظِهِمْ عَلَى الْأَعْقَابِ
بِهُبُوْبِ مُعْصِفَةٍ تُفَرِّقُ جَمْعَهُمْ
وَجُنُوْدِ رَبِّكَ سَيِّدِ الْأَرْبَابِ(۱۲۹)

یہ ظالم (قبائلِ کفّار) شہروں اور دیہات کے سبھی لوگوں کو جمع کر کے رسول اللہ پر حملہ آور ہُوئے۔
یہ ایک ایسا لشکر تھا جس میں عُیَینَہ اور ابنِ حرب موجُود تھے اور جس میں تمام قبائل اور جمعیتوں کے طرح طرح کے مسابقت کرنے والے گھوڑوں کا جتھا تھا۔
یہاں تک کہ جب (کُفّار کے) یہ لشکر مدینے پہنچے اور انہوں نے رسول ﷺ کے قتل اور لُوٹ مار کے مال کی امیدیں لگائیں اور محض اپنی طاقت اور قوت کے بل پر حملہ آور ہُوئے تو اللہ نے اُنہیں اُن کے غصّے سمیت الٹے پاؤں بھگایا۔

یُوں اللہ نے محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی اور ہر وہ جس نے تکذیب کی اور شک و شبہ میں مبتلا رہا رسوا و ذلیل ہُوا۔ (یہ شک و شبہ میں مبتلا کا اشارہ عبد اللہ بن اُبی اور ان کے ساتھیوں کی طرف ہے جو محاذِ جنگ سے کھسک گئے تھے۔ غزوۂ اُحد کے موقعہ پر بھی یہ لوگ مدینہ کے اندر رہ کر (دفاعی) جنگ کرنے پر اسی لیے مُصِر تھے کہ اس طرح ان مسلمانوں کا قلع قمع ہو جائے گا اور عبد اللہ بن ابی کی بادشاہت کی ہوس بر آئے گی۔ خداوند عالی نے اُن کے اِن ارادوں کی خبر ﴿يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ﴾[۱۳۰] سے دی)۔

حضرتِ سعد بن معاذ ؓ (جنہیں غزوۂ خندق کے موقعہ پر حِبان بن قیس (بنو عامر بن لُوئ کے ایک فرد) نے تیر مار کر زخمی کر دیا تھا۔ آپ ؓ کی رگِ اَکحَل (کہنی کے سامنے حصّے والی رگ) کٹ گئی تھی اور اسی کی وجہ سے آپ ؓ بعد میں وفات پا گئے۔[۱۳۱] ان کے علاوہ بنو قریظہ کے غزوہ کے شہداء کی یاد میں بھی حضرت حسان ؓ نے ایک دَرد ناک قصیدہ کہا جس میں اِن فدایانِ دین و متبعینِ رسول کی فرمانبرداری و ایثار کا دِل کھول کر ذکر کیا ہے:

أَلَا يَا لَقَوْمِي هَلْ لِمَا حُمَّ دَافِعُ
وَهَلْ مَا مَضَى مِنْ صَالِحِ الْعَيْشِ رَاجِعُ
تَذَكَّرْتُ عَصْرًا قَدْ مَضَى فَتَهَافَتَتْ
بَنَاتُ الْحَشَا وَانْهَلَّ مِنِّي الْمَدَامِعُ
صَبَابَةُ وَجْدٍ ذَكَّرَتْنِيْ إِخْوَةً
وَقَتْلَى مَضَى فِيْهَا طُفَيْلٌ وَرَافِعُ
وَسَعْدٌ فَأَضْحَوْا فِي الْجِنَانِ وَأَوْحَشَتْ
مَنَازِلُهُمْ فَالْأَرْضُ مِنْهُمْ بَلَاقِعُ
وَفَوْا يَوْمَ بَدْرٍ لِلرَّسُولِ وَفَوْقَهُمْ
ظِلَالُ الْمَنَايَا وَالسُّيُوفُ اللَّوَامِعُ
دَعَا فَأَجَابُوْهُ بِحَقٍّ وَكُلُّهُمْ
مُطِيْعٌ لَهُ فِي كُلِّ أَمْرٍ وَسَامِعُ
فَمَا نَكَلُوا حَتَّى تَوَلَّوْا جَمَاعَةً
وَلَا يَقْطَعَ الْآجَالَ إِلَّا الْمَصَارِعُ
لِأَنَّهُمْ يَرْجُوْنَ مِنْهُ شَفَاعَةً
إِذَا لَمْ يَكُنْ إِلَّا النَّبِيُّوْنَ شَافِعُ
فَذَلِكَ يَا خَيْرَ الْعِبَادِ بَلَاؤُنَا
إِجَابَتُنَا لِلَّهِ وَالْمَوْتُ نَاقِعُ
لَنَا الْقَدَمُ الْأُوْلَى إِلَيْكَ وَخَلْفُنَا

لِأَوَّلِنَا فِي مِلَّةِ اللهِ تَابِعُ
وَنَعْلَمُ أَنَّ الْمُلْكَ لِلَّهِ وَحْدَهُ
وَأَنَّ قَضَاءَ اللهِ لَا بُدَّ وَاقِعُ(۱۳۲)

اے میری قوم! کیا جو لکھ دیا گیا، وہ ٹل بھی سکتا ہے؟ اور کیا عیش و تنعم میں گزری ہُوئی زندگی لوٹ بھی سکتی ہے۔ (غزوۂ اُحد کے حوالے سے اُمتِ محمّدیہ کو ﴿لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ﴾(۱۳۳) کے ذریعہ یہی تعلیم دی جا چکی تھی کہ لکھا ہُوا ٹل نہیں سکتا اور یہ قتال کی تقدیر ہے۔

اُس زمانے کی یاد نے میرا دِل و جگر پھاڑ دیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حُزن و ملال اور رقّتِ قلب نے مجھے سعد، طفیل و رافع جیسے اَحبا کی یاد دلا دی وہ جانے والے گھروں کو سنسان کر کے جنّت نشین ہو گئے اور میری نظر میں رُوئے زمین کو سنسان کر گئے۔

اُن لوگوں نے بدر میں رسول اللہ ﷺ سے وفاداری کا ثبوت دیا جب ان کے سَروں پر تلواریں کوند رہی تھیں اور موت کے سائے پھیل رہے تھے۔

جب بھی حضور ﷺ کی طرف سے صدا کی گئی وہ لبیک کہتے ہوئے اور جذبۂ حق سے سرشار ہر معاملے میں حضور ﷺ کا حکم بجا لاتے اور اطاعت کرتے ہُوئے حاضر ہوتے تھے۔

وہ ہیبت زدہ ہو کر بھاگنے والوں میں سے نہ تھے۔ وہ مل کر حملہ آور ہونے والے تھے ایسے جوانمردوں کی زندگی کا خاتمہ قتل گاہوں کے سوا

اور کہیں نہیں ہو سکتا تھا۔
چونکہ نبیوں کے سوا کوئی اور شفیع نہیں ہو سکتا وہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے اُمیدوار تھے۔
اے خیر البشر ﷺ! ہم اس آزمائش میں کامیاب اترے ہم نے موت کو برحق جانتے ہُوئے لبیک کیا اور اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔
یہ ہمارا پہلا قدم تھا اور ہمارے اخلاف اسی کی پیروی کریں گے۔
ہم یقین رکھتے ہیں کہ ملک، خدائے واحد کا ہے وہی حکمران ہے اور اُس کا فیصلہ لازماً پورا ہونے والا ہے۔

حضرتِ حسان ؓ نے بنو قریظہ کی بربادی کے جو اسباب گنائے ہیں اُن میں ہمارے لیے بھی عبرت کے کافی سبق موجود ہیں:

تَفَاقَدَ مَعْشَرٌ نَصَرُوا قُرَيْشًا
وَلَيْسَ لَهُمْ بِبَلْدَتِهِمْ نَصِيْرُ
هُمْ أُوْتُوا الْكِتَابَ فَضَيَّعُوْهُ
وَهُمْ عُمْيٌ مِنَ التَّوْرَاةِ بُورُ
كَفَرْتُمْ بِالْقُرْآنِ وَقَدْ أَتَيْتُمْ
بِتَصْدِيْقِ الَّذِي قَالَ النَّذِيْرُ
فَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ (۱۳۴)

جس گروہ نے قریش کی مدد کی تھی وہ تِتر بِتر ہو کر رہ گیا وہ خود کو گم کر بیٹھے اور انہیں اپنے شہر میں بھی کوئی مدد گار نہ ملا۔

اس لیے کہ قریش نے اللہ کی طرف سے دی گئی کتاب کو ضائع کر دیا۔
اور بنو قریظہ نے تورات کو سمجھنے میں کوتاہی کی (بے بصیرتی کا ثبوت دیا) اسی لیے قریش اور اُن کے حلیف گمراہ اور ہلاک ہُوئے۔
اے قریش و معاونینِ قریش! تمھیں قرآن دیا گیا مگر تم نے اسے لینے اور ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ رسولِ نذیر ﷺ نے کتب سابقہ (توراۃ، زبُور، انجیل) کی تصدیق کی۔
پس خبر دار رہو! بُوَیر کے مقام میں بنی لُوئ کے سرداروں پر پھیلی ہوئی آگ نے آسانی سے قابو پا لیا۔

سلام بن ابی الحقیق اور کعب بن الاشرف جیسے منافقین کے قتل کی حقیقی وجہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق رسول اور جانسپاری کے اصل الاصول کا ذکر کرتے ہُوئے حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

يَسْرُوْنَ بِالْبِيْضِ الْخِفَافِ إِلَيْكُمْ
مَرَحًا كَأُسْدٍ فِي عَرِيْنٍ مُغْرِفِ
مُسْتَبْصِرِيْنَ لِنَصْرِ دِيْنِ نَبِيِّهِمْ
مُسْتَصْغِرِيْنَ لِكُلِّ أَمْرٍ مُجْحِفٍ(۱۳۵)

یہ (مجاہد) اپنی ہلکی پھلکی چمکیلی تلواریں لے کر جھاڑیوں والے کچھار کے شیروں کی طرح مزے مزے سے رات کے وقت تمھاری طرف بڑھے۔ اُن کے پیشِ نظر دینِ رسول کی نصُرت تھی اور جان و مال کی قربانی کا ایک حقیر نذرانہ۔

غزوہ لِحیان کے بعد غزوۂ ذی قُرَد ہوا، اس کے متعلق حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

أَظَنَّ عُيَيْنَةُ إِذْ زَارَهَا
بِأَنْ سَوْفَ يَهْدِمُ فِيهَا قُصُوْرًا

فَأُكْذِبْتَ مَا كُنْتَ صَدَّقْتَهُ
وَقُلْتُمْ سَنَغْنَمُ أَمْرًا كَبِيْرًا

فَعِفْتَ الْمَدِيْنَةَ إِذْ زُرْتُهَا
وَآنَسْتَ لِلْأُسْدِ فِيهَا زَئِيْرًا

اَمِيْرٌ عَلَيْنَا رَسُوْلُ الْمَلِيْكِ
أَحْبِبْ بِذَاكَ إِلَيْنَا أَمِيْرًا

رَسُوْلٌ نُصَدِّقُ مَا جَاءَهُ
وَيَتْلُو كِتَابًا مُضِيْئًا مُنِيْرًا(۱۳۶)

کیا عُیینہ یہ گمان لے کر آیا تھا کہ عنقریب مدینہ کے محلّات منہدم کر دیے جائیں گے۔
تو نے جسے سچ کر دکھانا چاہا اُسی گمان نے تجھے جھوٹا ثابت کر دیا۔ تم نے کہا تھا کہ جلد ہی ہم کثیر مالِ غنیمت لے کر آئیں گے۔ (واضح رہے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے اونٹ لُوٹ لے جانے کے لیے آئے تھے)۔
جب مدینہ پہنچ کر تم نے شیروں کی گرج سُنی تو چھکّے چھوٹ گئے اور بھاگ کھڑے ہُوئے۔
مالک الملک کے رسول ﷺ ہمارے امیر تھے ہمارے محبوب رہنما۔
ایسے رہنما (رسول ﷺ) کہ جو کچھ وہ لائے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں وہ ہمیں روشن کتاب پڑھ کر سناتے ہیں۔

رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبیَ کے پھیلائے ہُوئے فتنے (اِفک) سے حسان ؓ بھی متاثر ہوئے اور زبان سے اُلٹی سیدھی کہہ گئے (فی الواقعہ یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی) مگر جب خدائے خبیر و بصیر نے خود عائشہ صدیقہ ؓ کو اس تہمت سے بری کر دیا تو حضرتِ حسان ؓ بڑے نادم ہُوئے اور اس بدنصیبی پر معذرت کرتے ہوئے آلِ رسُول کی محبّت و مؤدت کو اپنی زندگی کا سرمایہ قرار دیا۔ ہم یہ قصیدہ آلِ رسول کے وسیع تر مروجہ معانی کی وضاحت کی خاطر نقل کرتے ہیں۔

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ
فَإِنْ كُنْتُ قَدْ قُلْتُ الَّذِي قَدْ زَعَمْتُمْ
فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِي إِلَيَّ أَنَامِلِي
وَكَيْفَ وَوُدِّي مَا حَيِيْتُ وَنُصْرَتِي
لِآلِ رَسُوْلِ اللهِ زَيْنُ الْمَحَافِلِ
لَهُ رَتَبٌ عَالٍ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ

وہ (ام المؤمنین عائشہ ؓ) عفیفہ ہیں بھاری بھرکم (عزت دار) ہیں اُنہیں کِسی شبہ پر مُتّہم نہیں کیا جا سکتا۔ (اس آیت کا مفہوم ادا کیا گیا:
﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ..﴾(۱۳۷)

اگر میرے مُنہ سے وہ کچھ نِکل گیا ہے جس کا تذکرہ تم لوگ کرتے ہو تو سُن لو اور جان لو کہ اُس سے میرا مطلب وہ نہ تھا جو تم لے رہے ہو۔ مَیں اپنا کوڑا خود اپنے ہاتھ سے اپنے ہی ماروں، یہ کیسے ممکن ہے۔

یعنی میرا مقصود ہرگز یہ نہ تھا کہ عصمتِ عائشہ ﷞ پر حرف آئے۔
اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب میری محبت و مودّت اور میری مدد و نصرت جب تک مَیں زندہ ہُوں آلِ رسول ﷺ ہی کے لیے وقف ہے جن کے ذکر سے محفلیں پُر رونق ہیں (آلِ رسول ﷺ کا یہ حوالہ لائقِ توّجہ ہے)۔
رسولِ اکرم ﷺ دُنیا کے تمام انسانوں میں عالی مرتبت ہیں اور تکلُّف سے اُچھل کود کرنے والے شخص کی اُچھل کُود آپ ﷺ اور آپ کے اہلِ بیت کے بلند مرتبہ و مقام تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

حضرتِ حسان ﷛ نے غزوۂ موتہ کے امرائے لشکر کی یکے بعد دیگرے شہادت پر جو ماتمی اشعار کہے اُن میں بنو ہاشم کی تعریف کی۔ جو خلافتِ صدیق ﷛ کے موقعہ پر سقیفہ بنو ساعدہ میں پیش کی جانے والی حدیثِ رسول اَلْأَئِمَةُ مِنْ قُرَيْشٍ کا حقیقی مفہوم واضح کرتی ہے۔ آپ ﷛ نے کہا:

تَأَوَّبَنِي لَيْلٌ بِيَثْرِبَ أَعْسَرُ
وَهَمٌّ إِذَا مَا نَوَّمَ النَّاسُ مُسْهِرُ
رَأَيْتُ خِيَارَ الْمُؤْمِنِيْنَ تَوَارَدُوْا
شَعُوْبَ وَخَلْفًا بَعْدَهُمْ يَتَأَخَّرُ
فَمَا زَالَ فِي الْإِسْلَامِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
دَعَائِمُ عِزٍّ لَا يَزُلْنَ وَمَفْخَرُ
هُمْ جَبَلُ الْإِسْلَامِ وَالنَّاسُ حَوْلَهُمْ
رِضَامٌ إِلَى طَوْدٍ يَرُوقُ وَيُقْهَرُ
هُمْ أَوْلِيَاءُ اللهِ أَنْزَلَ حُكْمَهُ

عَلَيْهِمْ وَفِيْهِمْ ذَا الْكِتَابُ الْمُطَهَّرُ(۱۳۸)

یثرب کی وہ رات بڑی مشکل تھی جب دنیا نیند کے مزے لوٹ رہی تھی (اور میری آنکھوں سے اشک رواں تھے)۔
مَیں نے چیدہ چیدہ اصحابِ ﷺ ایمان کو موت کے گھاٹ اُترتے دیکھا جن کے بعد اتنی جلد اُن کے جانشین نہیں مِل سکتے (مراد ہیں جعفرِ طیار، زید بن حارثہ اور عبد اللہ ابنِ رواحہ رضوان اللہ اجمعین)۔
آلِ ہاشم کے ذی وقار، قابلِ فخر اور غیر فانی عظمتوں کے مالک عظیم ستونِ اسلام میں ہمیشہ کے لیے شامل ہیں۔
یہ بنو ہاشم اسلام کا پہاڑ ہیں اور دیگر مسلمان اُن کے گرد ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹیلے اور ڈھیر (جو بہرحال بلند و غالب ہے تمام ٹیلوں پر)۔

(یہی مراد تھی الائمۃ من القریش سے فی الحقیقت یہ کفایت کی شرط تھی۔ وہی شرط جو طالوت کے لیے ﴿بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾(۱۳۹) کے حوالے سے سامنے آئی تھی حالانکہ طالوت اہلِ حرفہ میں سے تھا۔ اسلام میں ذات پات عرب عجم گورے کالے کی فوقیت نہیں، یہاں قوی عصبیت (اکثریتی جماعت) معیار ہے۔ وہی اتفاقِ رائے جو طالوت کو چند بڑوں کے مقابل حاصل تھا جن کا اعتراض یہ تھا کہ اسے ہمارے ہوتے ہُوئے بادشاہت کا حق کیا ہے؟ نبیوں کے وارث ہم ہیں اور بادشاہوں کا خاندان ہمارا ہے اسے کیا حق حاصل ہے مگر پوری قوم کے اتفاقِ رائے کے سامنے یہ اعتراض بے معنی ہو گیا۔ یہ اعتراض کتنا بوگس معلوم ہوتا ہے جب ہم یہ جان لیتے ہیں کہ خود پیغمبرِ وقت نے اُسے نامزد کیا اور وہ بھی خدا کے حکم کے مطابق۔ اسی قسم کے اعتراضات خلافتِ آدم کے وقت بھی سامنے آئے تھے۔ ایک تقدس کے نام پر ﴿نَحْنُ نُسَبِّحُ

بِحَمْدِكَ﴾ کے تحت اور دُوسرا قیامِ خلافت (طالوت کی بَیعَت عامہ ہو چکنے) فرشتوں کی طرف سے بیعتِ عام کے بعد ﴿خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَارٍ﴾ کے حوالے سے، اسے بھی رَد کر دیا گیا۔ ایسا ہی اتفاق عبد اللہ بن اُبی کے مقابلے میں حضور اکرم ﷺ کے دستِ حق پر بیعت کر لینے سے ہُوا اور اسی خلش نے عبد اللہ بن اُبی کو لَوْ أَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا کا نعرہ بلند کرنے کی ترغیب دی۔ نا کا صیغہ جمع ہے۔ اس کی وضاحت حضور ﷺ کے مدینہ کے اندر رہ کر دفاعی جنگ کرنے کے ساتھ عبد اللہ بن ابی کے اتفاق اور عام مسلمانوں کے اختلاف سے ہوتی ہے۔

عبد اللہ بن ابی رائے عامہ کو بے اثر کرنے کے دَر پے تھا اُس کامقصود یہ تھا کہ رسولِ ﷺ خدا اور میری (کہ ایک متفقہ سردار ہوں) سنی جاتی اور عوام کو اختیار نہ دیا جاتا تو اس طرح قتل نہ ہوتے۔ خُدا نے ایک طرف اُن کے دعویٰ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا کو ﴿قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾[۱۴۰] سے رَد فرماتے ہُوئے ایسے اختیار فیصلہ کی رُوح کو حکم الجاہلیہ کے احیاء کی کوشش بتایا فرمایا ﴿يَظُنُّونَ بِاللهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾[۱۴۱] گویا ایک بے اختیار و ارادہ اِلٰہ کا تصّور۔ سارے اختیار و ارادے انہیں متخصّصین (علماء الناس و رؤساء الناس) کے لیے وقف ہو گئے جو کہتے ہیں عوامی ایوانوں پر فیصلے کرنے سے یہ تباہی آئی۔ اگر ہماری سنی جاتی تو اس طرح تباہ (قتل) نہ ہوتے۔ اللہ نے اس دعوے کو ﴿قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ﴾[۱۴۲] کے ذریعہ انتہائی صراحت سے مسترد کر دیا۔ اور حکم دیا ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾[۱۴۳] آئندہ بھی اِن (عوام الناس) سے اسی طرح مشورہ لیا کریں۔ عبد اللہ بن اُبی کا اصل مقصود عوامی رائے کو بے اثر کرنا تھا کہ اُنہی کی بیعت نے عبد اللہ بن اُبی کو تاج شاہی سے محروم کر دیا تھا۔ ایک بار عوامی رائے بے اثر ہو جائے تو حکمران کا الگ کر دیا جانا آسان تھا۔ خداوندِ خبیر نے اُس کی اِس خفیہ نیت سے یُوں آگاہ کیا۔ ﴿يُخْفُونَ فِي

أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ ﴾(۱۴۴) کسی قریشی نسب کے علاوہ کسی بھی شخص پر ایسا وسیع اتفاق اُس وقت ممکن نہ تھا، یہی خوف مضری خلفاء کے خلاف اُن کے اَزلی دشمن ربیع قبائل کو صف آرا کرنے کا باعث ہُوا اور یہی ربیع قبائل کے سرکردہ افراد بعد میں خارجی کہلائے جنہوں نے حاکمیتِ الٰہیہ کا عوام بیزار نظریۂ حکومت دیا۔ جنگِ نہروان میں ان مقتول خوارج کے درمیان ذوالخویضر تمیمی کی لاش پائی گئی جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

فَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ لَهُ شِيْعَةٌ يَتَعَمَّقُوْنَ فِي الدِّيْنِ حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهُ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

عنقریب اس کی ایک جماعت ہو گی۔ جو دین میں تعمّق کریں گے (مفکّرینِ اسلام کہلائیں گے) اور اِسی فِکر عالی کے نتیجہ میں دین سے اُسی طرح خارج ہو جائیں گے جیسے تیر کمان سے پَر افشاں نِکل جاتا ہے۔(۱۴۵)

یہ (بنو ہاشم) اولیاء اللہ ہیں (ان کا اللہ تعالیٰ سے قریبی تعلق ہے) اللہ نے اپنی ہدایت انہی میں اتاری اور پھر یہ کتابِ مقدس بھی انہی میں موجود ہے۔

اسی قصیدہ میں حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ نے وہ بات کہی جو اِس کتاب کے بابِ چہارم میں نعت کے زیرِ عنوان وہ تمام قصائد جمع کرنے کا اصل سبب ہیں جنہیں جنابِ زکی مبارک عصبیت کا ٹھپہ لگا کر ترک کر دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ حالانکہ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ نے اِن قصائد کو عین نعت بتاتے ہُوئے کہا:

حِبُّ خَيْرِ الْأَنَامِ طُرًّا جَمِيْعًا
سَيِّدَ النَّاسِ حُبُّهُ فِي الصُّدُوْرِ
ذَاكُمْ أَحْمَدُ الَّذِي لَا سِوَاهُ

ذَاكَ حُزْنِي لَهُ مَعًا وَسُرُوْرِي(۱۴۶)

یہ (شہدائے اسلام) ساری مخلوق میں جو اَعلیٰ و ارفع ہستی ﷺ ہیں اُن کے محبوب تھے لوگوں کے انہی سرداروں کی محبت کا دفینہ ہمارا سینہ ہے۔ یہ صرف احمدِ مصطفےٰ ﷺ ہیں جن کے حُزن و ملال اور سُرور و مسرّت میں ہم برابر کے شریک ہیں (وَالَّذِیْنَ مَعَهُ کی تعریف اور غم فی الحقیقت خود رسولِ اکرم ﷺ کے غم و تعریف کی دلیل ہے)۔

ابو سفیان کے جواب میں کہا گیا تاریخی قصیدہ أَلَا أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّي جس پر اس سے قبل مختلف مقامات پر مختلف انداز سے گفتگو کی گئی ہے۔ اب جب اُسے نقل کرنے کا موقع آیا تو خدا نے ایک نئی بات ذہن میں ڈال دی۔ یہ قصیدہ جسے ابنِ ہشامؒ نے فتح مکہ پر کہے گئے اشعار میں دَرج کیا فی الحقیقت دو مختلف موقعوں پر کہے گئے اشعار کا مجموعہ ہے۔ اس کا پہلا حصّہ عَفَتْ ذاتُ الأَصَابع الخ اپنی تشبیب کے اسی پہلے شعر کے مضمون (ویرانی) کی وجہ سے فتح مکّہ پر کہے جانے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ دوسرا حِصّہ أَلَا أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّي الخ اس موقعہ سے بہت پہلے کہا گیا اس لیے کہ ابو سفیان (چاہے وہ ابن الحرث ہو یا ابن الحرب دونوں ہی) فتح مکہ سے پہلے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کر چکے تھے۔ اس لیے اس موقعہ پر اُن کی طرف سے حضور ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کا ذکر بے محل نظر آتا ہے۔ قصیدہ کے اس حصّہ میں انصار رضی اللہ عنہم کی طرف سے حضور ﷺ کی تلوار و زبان سے نصرت کا ذکر بھی آ گیا ہے اور حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کو المؤیّد بُروحِ القُدس کا خطاب ملنے کا تذکرہ بھی ہے جو اس ضمن میں قبل ازیں نقل کردہ روایت کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم نے دونوں حصّوں کو الگ الگ دَرج کرتے وقت اشعار کی (باعتبار مضمون مناسبتوں کے مطابق) ترتیب بھی بدل دی ہے۔ پہلے حصّے (فتح مکّہ کے موقعہ پر کہے گئے مجموعہ) کی تشبیب کے آٹھ اشعار

ترک کر دیے ہیں۔ جن کا تعلق حضرت حسان ؓ کی محبوبہ شعثاء (بنت سلام بن مشکم) سے ہے:

عَفَتْ ذَاتُ الْأَصَابِعِ فَالْجِوَاءُ
إِلَى عَذْرَاءَ مَنْزِلُهَا خَلَاءُ
عَدِمْنَا خَيْلَنَا إِنْ لَمْ تَرَوْهَا
تُثِيْرُ النَّقْعَ مَوْعِدُهَا كَدَاءُ
يُنَازِعْنَ الْأَعِنَّةَ مُصْغِيَاتٍ
عَلَى أَكْتَافِهَا الْأَسَلُ الظِّمَاءُ
تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ
يُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ
فَإِمَّا تُعْرِضُوا عَنَّا اعْتَمَرْنَا
وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ
وَإِلَّا فَاصْبِرُوا لِجِلَادِ يَوْمٍ
يُعِيْنُ اللّٰهُ فِيْهِ مَنْ يَشَاءُ

ذات الاصابع اور جواء سے عذراء تک (اوّل الذکر شام کے دو مقامات اور عذراء دمشق کا ایک قصبہ ہے)۔ جدھر نظر اٹھاؤ مٹا ہوا نظر آتا ہے (قریش کی برَبادی اور فتح مکہ کے پیش نظر اس سے موزوں ترین تشبیب اور کیا ہو سکتی ہے)۔
اگر تم ہمارے گھوڑوں کو کداء (مکہ کی بالائی گھاٹی جس طرف سے حضور ﷺ مکہ میں داخل ہوئے) کی طرف غبار اُڑاتے ہُوئے نہ دیکھو جو

لگامیں تڑا کر بھاگنا چاہتے ہیں۔ جن پر دشمن کے خُون اور جان کے پاس تیر رکھے ہُوئے ہیں۔ تو ہم انہیں معدوم کر دیں۔
ہمارے بہترین گھوڑے فتح مکہ کے دن ایک دوسرے سے گویا سبقت لے جانے کے لیے کوشاں تھے۔ جن کے چہروں پر عورتیں دوپٹے مار رہی تھیں۔
پس یا تو ہمارے رستے سے ہٹ جاؤ کہ ہم عمرہ کریں اورخانۂ کعبہ کا پردہ اٹھا کر کامیاب ہوں۔
ورنہ جنگ کے مقابلے کے لیے قوتِ برداشت کا مظاہرہ کرو پھر اللہ تعالےٰ جسے چاہے فتح و نصرت سے نواز دے۔

ابُو سفیان کے جواب میں کہے جانے والا وہ قصیدہ جو حضور ﷺ کے حکم سے کہا گیا:

أَلَا أَبْلِغْ أَبَا سُفْيَانَ عَنِّي
مُغَلْغَلَةً فَقَدْ بَرِحَ الْخَفَاءُ
بِأَنّ سُيُوفَنَا تَرَكَتْكَ عَبْدًا
وَعَبْدُ الدَّارِ سَادَتُهَا الْإِمَاءُ
لَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مَعَدِّ
سِبَابٌ أَوْ قِتَالٌ أَوْ هِجَاءُ
هَجَوْتَ مُبَارَكًا بَرًّا حَنِيْفًا
أَمِينَ اللهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ
وَقَالَ اللهُ قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْدًا

يَقُولُ الْحَقَّ إِنْ نَفَعَ الْبَلَاءُ
شَهِدْتُ بِهِ فَقُومُوا صَدِّقُوهُ
فَقُلْتُمْ لَا نَقُومُ وَلَا نَشَاءُ
وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ سَيَّرْتُ جُنْدًا
هُمُ الْأَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ
فَنُحْكِمُ بِالْقَوَافِي مَنْ هَجَانَا
وَنَضْرِبُ حِينَ تَخْتَلِطُ الدِّمَاءُ
لِسَانِي صَارِمٌ لَا عَيْبَ فِيْهَا
وَبَحْرِي لَا تُكَدِّرُهُ الدِّلَاءُ
وَجِبْرِيلُ رَسُولُ اللّٰهِ فِيْنَا
وَرُوحُ الْقُدْسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ
هَجَوْتَ مُحَمَّدًا وَأَجَبْتُ
عَنْهُ وَعِنْدَ اللّٰهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ
أَتَهْجُوهُ وَلَسْتَ لَهُ بِكُفْءٍ
فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الْفِدَاءُ
أَمَنْ يَهْجُو رَسُولَ اللّٰهِ مِنْكُمْ
وَيَمْدَحُهُ وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ
فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ(۱۴۷)

دیکھو، ابو سفیان تک میرا پیغام پہنچا دو جو چُھپ کر رہ گیا ہے کہ ہماری تلواروں نے تجھے ایک ذلیل غلام بنا دیا ہے اور بنو عبد الدار کے سردار ذات و پستی کے لحاظ سے بالکل باندیوں کی طرح ہو گئے ہیں اور یہ بات تو سارے شہروں میں پھیل گئی ہے۔

قبیلہ معد کی طرف سے ہمارے لیے ہر روز سبّ و شتم قتل و قتال اور ہجو و مذمت ہی ہوتی رہتی ہے۔

اے ابو سفیان! تو نے ایک ایسے صالح ترین، با برکت اور امین اللہ کی مذمت کی جس کی فطرت ہی وفاداری ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: مَیں نے ایک بندہ (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے۔ وہ جو کہے گا بالکل سچ ہو گا بشر طیکہ ہم خود آزمائش میں پُورے اتریں۔

مَیں نے شہادت دی پس کھڑے ہو کر اُن کی تصدق کرو اور ایمان لاؤ مگر تم ہو کہ برابر یہی کہتے جا رہے ہو ہم آمادہ نہ ہوں گے نہ ایسا چاہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے کہا مَیں نے اپنا لشکر بھیج دیا جو اہلِ لشکر کے مدد گار ہوں گے (انصار رضی اللہ عنہم) اور اُن کا تو کام ہی یہی ہے کہ مقابلے پر آ کر دشمنوں کو نیچا دکھائیں۔

جو زبانی ہجو و مذمت کرتا ہے ہم اُس کا فیصلہ اپنے اشعار سے کر دیتے ہیں اور جب میدانِ جنگ میں خون بہتا ہے تو ہم خوب تلواریں چلاتے ہیں۔

میری زبان ایک تلوار ہے جس میں کوئی کھوٹ نہیں اور میری بحر میں بار بار ڈول پڑنے سے تکدُّر نہیں پیدا ہوتا۔ (مضامین کی کثرت اور اشعار کی بُہتات نے میرے شعری محاسن کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا)۔

اور اللہ تعالےٰ کے قاصد جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ ہیں اور ظاہر ہے کہ جبریل امین علیہ السلام کا مقابل کون ہو سکتا ہے (اور یہ اشارہ ہے حضور ﷺ کی دُعا کی طرف کہ حسان رضی اللہ عنہ کی تائید و امداد رُوح القدس کرے)۔
تُو نے محمد ﷺ (لائق تعریف) کی مذمت کی اور مَیں نے آپ ﷺ کی جانب سے اُس (مذمت) کا جواب دیا اور اس کا بدلہ خدا کی طرف سے ہے۔
کیا تُو محمد ﷺ کی ہجو کہتا ہے حالانکہ تیری اور ان کی کوئی مماثلت نہیں (تو سراپا شَر وہ سراپا خیر ہیں) پس تمہارے شر کو تمہاری خیر پر قربان کیا جائے گا۔
کیا وہ شخص جو رسول ﷺ خدا کی ہجو کہے اس شخص کی برابری کر سکتا ہے جو رسول ﷺ اللہ کا مدح گو اور مدد گار ہو۔
سنو! میرا باپ اور میرے باپ کا باپ، میری ساری عزت اور آبرُو، غرض سب کچھ محمد ﷺ کی عزت و آبرُو، تم اور تمہارے شر سے محفوظ رکھنے کی ذمّہ دار ہے۔

اسی زمین میں حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کے نامِ نامی سے دو شعر بڑے تواتر کے ساتھ مشہور چلے آ رہے ہیں:

وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ ﷺ سے حسین نہ میری آنکھ نے دیکھا اور نہ آپ ﷺ سا جمیل

کِسی ماں نے جنا۔
آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا گویا جیسا آپ ﷺ نے چاہا ویسی تخلیق ہوئی۔

یہ شعر اپنے معانی و مفہوم کے اعتبار سے حضرتِ حسان ﷛ کی تخلیق نہیں نظر آتے۔ سیرۃ ابنِ ہشام میں یہ شعر نہ تو دَرج بالا قصائد کے ساتھ نقل ہُوئے نہ الگ سے۔ اِس قصیدہ میں اِن اشعار کی گنجائش بھی نہ تھی کہ یہ شعر حضور سے تخاطباً کہے گئے جب کہ یہ قصیدہ ابو سفیان سے مخاطب ہے، سیرۃ ابنِ ہشام کے حواشی نگار جناب مصطفٰی السقا استادِ ادب جامعۂ قاہرہ، ابراہیم الابیاری مدیر ادارۃ احیاء التراث القدیم قاہرہ، عبد الحفیظ شبلی مدیر المکتبات الفرعیہ مصر، (سیرۃ ابن ہشام طبع ثانی ۱۹۵۰ء مطبوعہ بیروت) نے بھی یہ صراحت نہیں کی کہ حسان ﷛ کے مروجہ دیوان میں اس قصیدہ کے یہ دو (۲) زائد شعر بھی ہیں۔ نہ ہی شارحِ ابن ہشام امامِ سہیلیؒ صاحب روضۃ الاَلفِ الروض الانف فی شرح سیرۃ النبویہ نے ایسی کوئی صراحت کی۔ خود پاکستان میں حضرتِ حسان ﷛ کے مطبوعہ دیوان میں بھی یہ شعر دَرج نہیں۔ اغلبًا ان دو شعروں کی شہرت امام یوسف النبھانی کے مجموعہ النبھانیہ کے ذریعہ عام ہُوئی .... (جو ۱۲۰۰ھ تک کی عربی نعتوں کا ضخیم مجموعہ ہے) علّامہ النبھانی ہر قصیدہ کا ماخذ دَرج کرتے ہیں مگر اِن دو شعروں کے بارے میں صرف یہ لکھا وَمِمَّا اشتَہَرَتْ نِسْبَتُہُ إِلی حَسَّانَ ﷛ أَيْضًا قَوْلُهُ فِي مَدْحِ النَّبِيِّ ﷺ(۱۴۸) ایسا لگتا ہے کہ علّامہ نبھانی کو بھی ان کا ماخذِ اصلی نہ مل سکا حالانکہ انہوں نے انتہائی تفحص سے ہر قصیدہ کا ماخذ تلاش کر کے آغاز میں اس کا حوالہ دیا ہے۔

اندریں حالات یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ یہ شعر بارھویں صَدی کے کِسی شاعر کے ہیں جو یقیناً عرب نہ تھا۔ ہمارے اس دعوے کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک کَمَا تَشَاءُ کی شرعی حیثیت اور دوم صحابہ ﷡ کی مدحِ رسول کا صرف اور صرف بحوالۂ دین

خدا اور سیرۃِ مصطفیٰ ﷺ ہونا۔

جو رسول معصوم بچیّوں کو یَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ کہنے اور انس بن زنیم رضی اللہ عنہ کو تَهْدِي مَعْدًا بِأَمْرِهِ کہنے کی اجازت دینے کا روادار نہ تھا وہ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کو يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ کے فرمانِ باری کے ہوتے ہُوئے كَمَا تَشَاءُ کہنے کی اجازت کب دیتا اگر یہ شعر حضور ﷺ کے دربار میں پڑھتے جاتے۔ کہا جا سکتا ہے کہ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ نے یہ شعر حضور ﷺ کی وفات کے بعد کہے ہوں گے اس صورت میں بھی یہ شعر دربارِ رسالت سے قبولیت کی سند سے محروم ہونے کے سبب ہمارے لیے بلحاظِ مضمون سند اور حُجت نہیں ہو سکتے۔ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار کی روایت کرنے والوں میں سے ایک ابو الحسن بن علی (متوفی ۲۴۱ھ) علّامہ اصمعی کے شاگرد تھے اور امامِ لُغت علّامہ اصمعی کی کلام حسان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ رائے تاریخ ادب کا حصّہ ہے۔

ایک مرتبہ اصمعی نے کہا: ”حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ زبردست شاعر تھے۔“

ابو حاتم بولے: ”بعض اشعار بہت کمزور ہیں“ اصمعی نے جواب دیا: ”بہت سے اشعار اُن کے نہیں بلکہ لوگوں نے منسُوب کر دیے ہیں۔“(۱۴۹)

سوال یہ ہے کہ پھر یہ شعر کِس کے ہو سکتے ہیں؟ اس سوال کا شافی جواب تو ممکن نہیں، البتہ دَورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نعت کا مطالعہ آپ اس مجموعہ میں کر چکے ہیں۔ کِسی بھی صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ نے آپ کے خُلق (دینِ حق) کی بجائے آپ ﷺ کے خَلق (صورت اور حُلیہ) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ کام چند ایک صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا جو مشہور ہی وَصّاف النّبی کے لقب سے ہُوئے اور یہ کام اکثر نثر میں ہُوا۔ جیسا کہ ہم اس مجموعہ کے آغاز میں عرض کر چکے ہیں۔ یہ خوبی صرف اور صرف ایرانی ذوق کی آئینہ دار ہے جنہوں نے خُلق سے زیادہ خَلق پر توجہ دی۔

اسی لیے ہمارا گمان ہے کہ یہ شعر بارھویں صدی ہجری کے کسی ایرانی شاعر کے ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اکمل۔

'بزرگان را بہ نیکی یاد کردن'، مشرقیت کی پہچان ہے مگر ہم حضرتِ حسان ﷛ کا ایک ایسا قصیدہ نقل کرنے پر مجبور ہیں۔ (جس میں آپ ﷛ نے حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم پر انصار ﷡ کے اندر چہ میگوئیوں کے فتنے کے حوالے سے شکایتی مضامین باندھے ہیں)۔ یہ قصیدہ ایک طرف انصار ﷡ کی خدمات کی یاد دلاتا ہے تو دُوسری طرف منافقین کی طرف سے غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم پر پھیلائے ہوئے فتنے کے زیرِ اثر "عدل نہ کرنے کے الزام" کی حقیقت کھولتا ہے۔ یہ الزام ذوالخویصرہ تمیمی نے عائد کیا۔ یہی وہ شخص ہے جس کی جماعت کا اختراع کردہ عوام بیزار نظریۂ حکومت الٰہیہ خلافتِ راشدہ کو ملوکیت میں بدلنے کا ذمّہ دار ہے حکومت الٰہیہ اور حاکمیت الٰہیہ میں رات اور دن کا فرق حکومت الٰہی یہودی نائبین حق کے الٰہی اختیار کا نام یہ نائبین حق کا تصور قوم نوح کے اعاظم رجال کا اختیار کردہ نظریہ جو پانچ صالحین کو الٰہ (صاحب اختیار) بنواتا تھا۔ حاکمیت الٰہیہ کے بغیر کوئی بھی نظام اجتماعی قومیت، آمریت، جمہوریت حتٰی کہ اشتراکیت بھی اسلامی نظام اجتماعی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس شخص اور اس کی جماعت کے بارے میں (اس مذکورہ موقعہ پر) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد (جو ہمارے لیے سامانِ عبرت رکھتا ہے) نقل کرنے کی خاطر پہلے اس واقعہ کی تفصیل بیان کرنا ضُروری ہے۔

غزوۂ حنین کے اموال غنیمت کی تقسیم میں حضور ﷺ نے انصار ﷡ کی بجائے مؤلفتہ القوب کی تخصیص برتی اور کچھ اشرافِ قریش کو خصوصی عطایا سے نوازا۔ (ان اشراف کے نام سیرۃ ابنِ ہشام میں حنین و طائف کے متعلقات کے ذیل میں دیکھے جا سکتے ہیں)۔ اس سے گروہِ انصار ﷡ میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ اور یہ افواہ پھیلائی گئی کہ "حضور ﷺ اب اپنی قوم سے مل گئے اور انصار ﷡ کو بھول گئے"۔ ابو سعید خُدری ﷛ کے بقول سعد ابنِ عبادہ ﷛ نے حضور ﷺ کو اس خلفشار سے آگاہ کیا۔ حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ انصار ﷡ کو جمع کیا جائے۔ جب انصار ﷡ جمع ہو گئے تو حضور

ﷺ نے ایک وضاحتی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انصار ؓ کی حمایتِ اسلام اور انتہائی بے یاری و مدد گاری کے عالم میں مہاجرین کی اعانت و دستگیری کا ذکر کرنے کے بعد پوچھا:

أَفَلَا تَرْضَوْنَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ فِي رِحَالِكُمْ؟(۱۵۰)

اے گروہِ انصار کیا تم آج اس پر راضی نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر لوٹیں اور تم اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے کجاووں میں لے کر چلو؟ (کہ تم نے تو اللہ کے رسول ﷺ کے بدلے یہ سب چیزیں مہاجرین میں تقسیم کر دی تھیں)۔

ابو سعید خُدری بتاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس خطبہ پر انصار ؓ اتنا روئے کہ اُن کی مبارک داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور پکار اٹھے: رَضِينَا بِرَسُولِ اللهِ قِسْمًا وَحَظًّا اسی واقعہ سے متعلق سیرۃ ابنِ ہشام میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا یہ بیان (بروایت مقسم بن ابو القاسم مولیٰ عبد اللہ بن حارث بن نوفل) نقل کیا ہُوا ہے۔

ذو الخویصرہ تمیمی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد:

غزوۂ حنین کے موقعہ پر ایک تمیمی ذو الخویصرہ حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا جب آپ ﷺ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے اور الزام لگایا "محمد ﷺ! انصاف کرو آج تم انصاف نہیں کر رہے۔" غصّے سے حضور ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا وَيْحَكَ إِنْ لَمْ يَكُنْ الْعَدْلُ عِنْدِي فَعِنْدَ مَنْ يَكُونُ تیرا برا ہو اگر عدل میرے پاس بھی نہیں تو اور پھر کہاں ملے گا؟ حضرتِ عمر ابن الخطاب ؓ نے اسے قتل کر دینا چاہا۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا لَا دَعُوْهُ، فَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ لَهُ شِيْعَةٌ يَتَعَمَّقُوْنَ فِي الدِّيْنِ حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْهُ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔(۱۵۱)

نہیں نہیں اِسے چھوڑ دو، عنقریب اس کی ایک جماعت ہو گی جو دین میں تعمق کرے گی (بال کی کھال نکالیں گے) اور اس عمل میں دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے پَر افشاں نِکل جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اِس شخص کی لاش جنگِ نہروان کے مقتول خوارج کے دَرمیان پا کر حضرتِ علی ؓ نے ان بے دین دینداروں کا مقابلہ کرنے پر خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

بہرحال حضرتِ حسان ؓ کا وہ شکایت آمیز قصیدہ نقل کیا جاتا ہے۔ چونکہ خود حضور ﷺ نے بھی انصار ؓ کے بارے میں اپنے محوّلہ بالا خطبے میں یہی کچھ کہا تھا۔ اس لیے اس قصیدہ کے نقل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تشبیب قابلِ غور ہے۔

زَادَتْ هُمُوْمٌ فَمَاءُ الْعَيْنِ مُنْحَدِرُ

سَحًّا إِذَا حَفَلَتْهُ عَبْرَةٌ دَرِرُ

وَجْدًا بِشَمَّاءَ إِذْ شَمَّاءُ بَهْكَنَةٌ

هَيْفَاءُ لَا دَنَسٌ فِيهَا وَلَا خَوَرُ

دَعْ عَنْك شَمَّاءَ إِذْ كَانَتْ مَوَدَّتُهَا

نَزْرًا وَشَرَّ وِصَالِ الْوَاصِلِ النَّزِرُ(۱۵۲)

وَأْتِ الرَّسُوْلَ فَقُلْ يَا خَيْرَ مُؤْتَمَنٍ

قُدَّامَ قَوْمٍ هُمْ آوَوْا وَهُمْ نَصَرُوا

عَلَامَ تُدْعَى سُلَيْمٌ وَهْيَ نَازِحَةٌ

لِلْمُؤْمِنِينَ إِذَا مَا عُدِّدَ الْبَشَرُ

سَمَّاهُمُ اللهُ أَنْصَارًا بِنَصْرِهِمْ

دِينَ الْهُدَى وَعَوَانُ الْحَرْبِ تَسْتَعِرُ

وَسَارَعُوا فِي سَبِيْلِ اللهِ وَاعْتَرَفُوا

لِلنَّائِبَاتِ وَمَا خَامُوا وَمَا ضَجِرُوا

وَالنَّاسُ أَلْبٌ عَلَيْنَا فِيْكَ لَيْسَ لَنَا

إِلَّا السُّيُوْفَ وَأَطْرَافَ الْقَنَا وَزَرُ

نُجَالِدُ النَّاسَ لَا نُبْقِي عَلَى أَحَدٍ

وَلَا نُضَيّعُ مَا تُوحِي بِهِ السُّوَرُ

وَلَا تَهِرُّ جُنَاةُ الْحَرْبِ نَادِيَنَا

وَنَحْنُ حِيْنَ تَلَظَّى نَارُهَا سُعُرُ

كَمَا رَدَدْنَا بِبَدْرٍ دُونَ مَا طَلَبُوا

أَهْلَ النِّفَاقِ وَفِينَا يُنْزَلُ الظَّفَرُ

وَنَحْنُ جُنْدُك يَوْمَ النّعْفِ مِنْ أُحُدٍ

إِذْ حَزَّبَتْ بَطَرًا أَحْزَابَهَا مُضَرُ

فَمَا وَنِيّنَا وَمَا خِمْنَا وَمَا خَبَرُوا

مِنَّا عِثَارًا وَكُلُّ النَّاسِ قَدْ عَثَرُوا(۱۵۳)

فکر اندیشے بہت بڑھ گئے اسی لیے آنکھوں سے مسلسل اشک رواں ہیں گویا آنسوؤں کے تالاب رواں ہو گئے۔

یہ سب کچھ شمّاء کے غم میں ہُوا کیونکہ وہ پُر گوشت پتلی کمر والی شمآء مَیل کچیل اور فتور سے مُبّرا ہے۔

لیکن شمّاء کو چھوڑو بھی، اس لیے کہ اس کی الفت حقیر و قلیل ہے اور کِسی کے وصال کی سب سے بُری چیز اُس کا مختصر ہونا ہے۔

چلو رسول ﷺ اللہ کے پاس چلو اور آپ ﷺ سے کہو اے مؤمنین کی سب سے اعلیٰ جائے پناہ جب دنیا کے انسانوں کا شمار کیا جا رہا ہو۔
قبیلہ بنو سُلَیم کو کس بنا پر بُلایا جا رہا ہے جب وہ قوم اُس سے آگے ہے جس نے پناہ دی اور اعانت کی۔ (قبیلہ بنو سُلَیم اس خوبی سے خالی ہے)۔
اللہ تعالےٰ نے اس قوم کو انصار کہہ کر پُکارا، کیونکہ انہوں نے دینِ ہدایت کے کاموں میں اُس وقت نُصرت کی جب خونریز جنگ میں شدّت آ رہی تھی۔
انہوں نے راہِ خدا میں تیزی سے آگے بڑھ کر مقابلے کیے اور نازل ہونے والے مصائب و شدائد میں صبر و استقلال سے کام لیا انہوں نے کوئی کمزوری دکھائی نہ دِل تنگ ہوئے۔
آپ ﷺ کے سلسلے میں لوگ ہم پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے ہمارے لیے تلواروں اور نیزوں کی نوکوں کے علاوہ کوئی اور جائے پناہ نہ تھی۔
ہم بہادری سے ان لوگوں کے مقابل آئے اور آپ ﷺ کو کسی موقعہ پر تنہا چھوڑ کر الگ نہ ہُوئے۔
اور جنگ بھڑکانے والے ہمیں تھکا نہیں سکتے۔ جنگ کے شعلے بھڑکتے ہی ہمارے اندر بھی آگ لگ جاتی ہے۔
جیسا کہ جنگِ بدر میں ہم نے منافقوں کی خواہش کا رُخ پھیر دیا اور پھر فتح و کامرانی ہمارا حصّہ بنی۔
ہم اُحد کے دامن میں آپ ﷺ کے لشکر تھے۔ جب قبیلۂ مضر مختلف جماعتیں اکٹھی کر کے آئے تھے۔
پس کسی بھی جگہ نہ ہم نے کمزوری دکھائی نہ ہم سے بُزدلی کا ارتکاب ہوا نہ کِسی نے ہمارے پاؤں میں اُس وقت لغزش دیکھی، جب تمام

لوگ ٹھوکریں کھا رہے تھے۔

اس واقعہ کے بعد حضرتِ حسان ؓ نے کئی ایک قصائد اسی رنگ میں کہے۔ ایسا لگتا ہے کہ فراقِ محبوب ﷺ کا وہ خیالی لمحہ اُن کے اندر ایسے زلزلے برپا کر گیا جن کے جھٹکوں کے اثرات حضرتِ حسان ؓ ایک عرصہ تک محسوس کرتے رہے۔ اسی احساس نے انہیں انصار ؓ کی بیعتِ رسول ﷺ پر ثابت قدمی، مواخات اور غزوات میں جانوں کی پرواہ کیے بغیر مردانہ وار حاضری کے بار بار ذکر پر مجبور کیا۔ آپ ﷺ کو اس شِدّتِ کرب کا اندازہ تب ہو گا جب حضرتِ حسان ؓ کو وفاتِ رسُول کا ماتم کرتے سنیں جب وہ کہہ رہا تھا:

فَظَلِلْتُ بَعْدَ وَفَاتِهِ مُتَبَلِّدًا
مُتَلَدِّدًا يَا لَيْتَنِي لَمْ أُولَدْ
أَأُقِيمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِيْنَةِ بَيْنَهُمْ
يَا لَيْتَنِي صُبِّحْتُ سَمَّ الْأَسْوَدِ
أَوْ حَلَّ أَمْرُ اللهِ فِيْنَا عَاجِلًا
فِي رَوْحَةٍ مِنْ يَوْمِنَا أَوْ مِنْ غَدٍ

پس آپ ﷺ کی وفات نے مجھے حیران و ششدر کر دیا ایسی ششدری
جس میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہوں۔ اے کاش مجھے ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔
کیا آپ ﷺ کے بعد بھی مدینہ کے لوگوں کے درمیان رہ سکوں گا؟
اے کاش صُبح مجھے کالے سانپ کے زہر سے مَرا ہوا پاتی۔
یا اسی شام کل تک جلدی سے اللہ تعالیٰ کا امر (قیامت) ہمارے لیے نازل ہو جاتا۔

حضرتِ حسان ؓ کا یہ فخر قومی کتنا بجا تھا:

أَلَسْتُ خَيْرَ مَعَدٍّ كُلَّهَا نَفَرًا
وَمَعْشَرًا إِنْ هُمْ عُمُّوا وَإِنْ حُصِلُوا

قَوْمٌ هُمْ شَهِدُوا بَدْرًا بِأَجْمَعِهِمْ
مَعَ الرَّسُوْلِ فَمَا أَلَوْا وَمَا خَذَلُوا

وَبَايَعُوهُ فَلَمْ يَنْكُثْ بِهِ أَحَدٌ
مِنْهُمْ وَلَمْ يَكُ فِي إِيْمَانِهِمْ دَخَلُ(۱۵۴)

وَأَكْرَمَنَا اللهُ الَّذِي لَيْسَ غَيْرُهُ
إِلَهٌ بِأَيَّامٍ مَضَتْ مَا لَهَا شَكْلُ

أُولَئِكَ قَوْمِي خَيْرُ قَوْمٍ بِأَسْرِهِمْ
فَمَا عُدَّ مِنْ خَيْرٍ فَقَوْمِي لَهُ أَهْلُ(۱۵۵)

قَوْمِي أُولَئِكَ إِنْ تَسْأَلِي
كِرَامٌ إِذَا الضَّيْفُ يَوْمًا أَلَمْ

يُؤَاسُونَ جَارَهُمْ فِي الْغِنَى
وَيَحْمُوْنَ مَوْلَاهُمْ إِنْ ظُلِمْ(۱۵٦)

اگر قبیلہ معد کا اجتماع عام ہو تو کیا انفرادی اور اجتماعی طور پر میرا (انصار رضی اللہ عنہم کا) پلڑا بھاری نہ ہو گا۔

یہ (انصار رضی اللہ عنہم) وہ لوگ ہیں جو تمام کے تمام میدانِ بدر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ جنگ رہے۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور پھر ان کے کسی ایک آدمی نے بھی نہ یہ بیعت توڑی، نہ اُن کے ایمان میں کوئی فساد آیا۔

اللہ تعالیٰ نے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیں ایسے دَور سے مشرف کیا جس کی کوئی مثال نہیں۔ یہ میری قوم (انصار رضی اللہ عنہم) تمام قوم سے بہترین کسی بھی بھلائی کا ذکر آئے میری قوم کی اہلیت مسلّم ہو گی۔

میری قوم ایسی ہے کہ تو پُوچھے گی تو معلوم ہو گا جب کوئی مہمان اس کے پاس آئے تو بڑی سخی نظر آتی ہے۔

یہ لوگ اپنی دولت و ثروت میں اپنے پڑوسیوں کو برابر کا حصّہ دار بنا لیتے ہیں اور ان کے غلام پر بھی ظلم ہو تو اس کی پُوری حفاظت کرتے ہیں۔

(یہ اشارے ہیں مواخاتِ مدینہ سے غزوات تک ایک ایک مرحلہ کی طرف)۔

۹ھ عام الوفود کہلایا اور فرمان باری ﴿يَدْخُلُوْنَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا﴾ کی تکمیل کا وقت آ گیا۔ ان وفود میں ایک وفد بنو تمیم کا بھی تھا۔ وفد کے سَربراہ عطارد بن حاجب نے کہا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس لیے آئے کہ تم پر فخر میں غلبہ حاصل کریں۔ اجازت ہو تو ہمارے شاعر و خطیب اس کا اظہار کریں۔ عطارد کی تقریر کا جواب ثابت بن قیس نے دیا اور تمیمی شاعر زبرقان کے دو قصائد کا جواب دینے کا حکم حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ کو ہُوا۔ حضرتِ حسان رضی اللہ عنہ نے زبرقان ہی کی زمینوں میں فی البدیہہ جواب دیا۔ اُن قصائد کا انتخاب حاضر ہے۔

پہلا قصیدہ:

إِنَّ الذَّوَائِبَ مِنْ فِهْرٍ وَإِخْوَتِهِمْ
قَدْ بَيَّنُوا سُنَّةً لِلنَّاسِ تُتَبَّعُ
يَرْضَى بِهِمْ كُلّ مَنْ كَانَتْ سَرِيرَتُهُ

تَقْوَى الْإِلَهِ وَكُلُّ الْخَيْرِ يَصْطَنِعُ
سَجِيَّةٌ تِلْكَ مِنْهُمْ غَيْرُ مُحْدَثَةٍ
إِنَّ الْخَلَائِقَ فَاعْلَمْ شَرَّهَا الْبِدَعُ
أَعِفّةٌ ذُكِرَتْ فِي الْوَحْيِ عِفَّتُهُمْ
لَا يَنْطَبَعُونَ وَلَا يُرْدِيهِمْ طَمَعُ
لَا يَبْخَلُونَ عَلَى جَارٍ بِفَضْلِهِمْ
وَلَا يَمَسُّهُمْ مِنْ مَطْمَعٍ طَبَعُ
فَإِنَّ فِي حَرْبِهِمْ فَاتْرُكْ عَدَاوَتَهُمْ
شَرًّا يُخَاضُ عَلَيْهِ السَّمُّ وَالسِّلَعُ
أَكْرِمْ بِقَوْمٍ رَسُولُ اللهِ شِيعَتُهُمْ
إِذَا تَفَاوَتَتْ الْأَهْوَاءُ وَالشِّيَعُ
أَهْدِي لَهُمْ مِدْحَتِي قَلْبٌ يُؤَازِرُه
فِيْمَا أُحِبُّ لِسَانٌ حَائِكٌ صَنَعُ(۱۵۷)

فھر اور فہر کے معاصر سرداروں نے لوگوں کو قابلِ تقلید طرز حیات دکھایا۔
ہر وہ دشمن جس کے دِل میں خوفِ خدا ہے ان سرداروں سے خوش ہو کر بھلائی کرنے کو تیار ہو گا (مصرعہ ثانی یوں بھی ملتا ہے تَقْوِيَ الالَهِ بالْاَمْرِ الَّذِي شَرَعُوا: جس کے دِل میں خوفِ خدا ہے وہ ان کی دی ہوئی شریعت سے خوش ہو گا)۔
ان کی فطرت ہے کہ نئی چیزیں پیدا نہیں کرتے۔ لوگوں کی برائی یہ

ہے کہ وہ بدعات کے درپے رہتے ہیں۔
یہ عفیف لوگوں کی جماعت ہے ان کی عِفت کا ذکر قرآنِ پاک میں ہُوا۔ یہ گندگی میں آلُودہ نہیں ہوتے اور نہ انہیں لالچ ہلاک کرتا ہے۔
یہ لوگ اپنی روزی میں پڑوسی سے بخل نہیں رکھتے اور انہیں طمع نے بھی نہیں گھیرا (کہ دوسروں کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنا سُکھ دُوسروں میں تقسیم کرنے کے عادی ہیں)۔
دیکھو ان سے عداوت ترک کر دو وَرنہ اُن کی جنگ بہت بری ہوتی ہے گویا سلع (زہریلی بُوٹی) مِل گئی۔
وہ قوم جسے رسُول اللہ ﷺ کی جماعت ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اُس وقت اس کے شرف و مجد کا اندازہ ہوتا ہے جب جماعتوں میں خیالات و نظریات کا اختلاف پیدا ہوتا ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو میری مدح کا تحفہ پیش کیا ہے۔ اِس مدح و ثنا میں میری پسند کے مطابق میرا دل میری زبان کا رفیق رہا اور زبان نے میرے دِل کی ترجمانی کی۔

دُوسرا قصیدہ:

هَلِ الْمَجْدُ إِلَّا السُّودَدُ الْعَوْدُ وَالنَّدَى
وِجَاهُ الْمُلُوْكِ وَاحْتِمَالُ الْعَظَائِمِ
نَصَرْنَا وَآوَيْنَا النَّبِيَّ مُحَمَّدًا
عَلَى أَنْفِ رَاضٍ مِنْ مَعَدٍّ وَرَاغِمِ
نَصَرْنَاهُ لَمَّا حَلَّ وَسْطَ دِيَارِنَا
بِأَسْيَافِنَا مِنْ كُلِّ بَاغٍ وَظَالِمِ

جَعَلْنَا بَنِيْنَا دُوْنَهُ وَبَنَاتَنَا
وَطِبْنَا لَهُ نَفْسًا بِفَيْءِ الْمَغَانِمِ
وَنَحْنُ وَلَدْنَا مِنْ قُرَيْشٍ عَظِيْمَهَا
وَلَدْنَا نَبِيّ الْخَيْرِ مِنْ آلِ هَاشِمِ

کیا مجد و شرف، سیادت و قیادت کے وراثت میں ملنے اور فیاضی و سخاوت کے علاوہ بادشاہوں کے دبدبے اور بڑی بڑی ذمّہ داریاں اٹھا لینے میں نہیں؟

ہم نے قبیلہ معد کے علی الرغم محمد الرّسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ اور انہیں اپنے یہاں ٹھکانا دیا (یعنی ایک تو ہم غسان کے بادشاہوں کے وارث ہیں اور دوسرے ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کی اعانت کی ذمّہ داری اٹھا لی، ہم سے بڑھ کر شرف و مجد کا مالک کون ہے)۔

جب نبی کریم ﷺ ہماری بستیوں میں تشریف لائے اور قیام فرما ہُوئے تو ہم نے اپنی تلواروں سے ہر ظالم اور باغی کے خلاف آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔

ہم نے اپنے بیٹے بیٹیوں کو آپ ﷺ کی ڈھال بنا دیا اور فئے و غنیمت سے جو کچھ مِلا آپ ﷺ کی وجہ سے اس پر راضی ہو گئے۔

اور ہمیں نے قریش و آلِ ہاشم کے عظیم انسان اور نبی آخر محمد ﷺ کو جنم دیا (یہ اشارہ ہے رسول اللہ ﷺ کی دادی کی طرف یعنی خواجہ عبد المطلب کی ماں انصاری تھیں)۔

وفد نے اسلام قبول کیا۔

ابن اسحاق نے کہا جب حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ یہ اشعار سنا چکے تو وفد کے امراء

میں سے ایک شخص اَقرع بن حابس نے کہا:

وَأبِي إنَّ هَذَا الرّجُلَ الْمَؤيَّدَ لَهُ خَطِيْبُهُ أَخْطَبُ مِنْ خَطِيْبِنَا
وَلَشَاعِرُهُ أَشْعَرُ مِنْ شَاعِرِنا وَلَأصْوَاتُهُمْ أَحْلَى مِنْ أَصْوَاتِنَا(۱۵۸)

باپ کی قسم، یہ آدمی (نبی کریم ﷺ) وہ ہیں جنہیں توفیقِ الٰہی حاصل ہے اِن کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے برتر ہے ان کے الفاظ ہمارے الفاظ سے کہیں زیادہ شیریں اور بلند ہیں۔

یہ خوبیاں بلاشبہ نتیجہ تھیں اُن سر مستیوں کا جِسے حبِّ اسلام کہتے ہیں محاسنِ دین کی پرستاری حضور ﷺ کی محبت جس کا ذکر خود حضرتِ حسان ؓ نے یُوں کیاہے:

مَا إنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِيْ
وَلَكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدِ

مَیں نے محمد ﷺ کی مدح ثناء نہیں کہی، اپنے کلام کو محمد ﷺ کی مدح و ثناء کی بدولت قابلِ تعریف بنایا۔

یہی حقیقت بیانی اُس دَور کی نعت کو بعد کی نعت سے جس کی سب سے بڑی خوبی طلاقتِ لسان ہے، خاص کرتی ہے آج کی نعت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی معیار نہیں۔

حواشی باب پنجم

(۱) العصر، ۱۰۳/ ۱-۳

(۲) الحج: ۳۹

(۳) الحج، ۲۲/ ۴۰

(۴) الحج، ۲۲/ ۳۹

(۵) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۲/ ۳۲۰

(۶) بخاری، الصحیح، ۵/ ۲۱۴۱

(۷) سیرۃ ابن ہشام جلد اوّل ص ۶۳۲ باب ۹۱ آب و ہوائے مدینہ۔

(۸) بخاری، الصحیح، ۲/ ۶۶۷، رقم: ۱۷۹۰

(۹) حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے مدینہ بیماریوں اور وبائی امراض کے علاوہ موسم کی خرابی کی وجہ سے یثرب کہلاتا تھا۔ مگر حضور ﷺ کی دعائے محولہ بالا کے بعد خدا نے یہ صورت بدل دی اور اب یثرب مدینہ طیّبہ یا بطحا کہلانے لگا۔ حضور ﷺ نے مدینہ کو اب یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)

نعت گو حضرات کو اس کا پاس کرنا چاہیے۔ جہاں کہیں لفظ یثرب استعمال ہوا ہو اُسے بطحا میں بدل دینا چاہیے کہ حبّ رسول ﷺ کا یہی تقاضا ہے إِنَّ المحِبَّ لِمَن يُّحِبُّ مُطِيْعٌ۔

(۱۰) الأنفال، ۸/ ۳۹

(۱۱) ہر چند کہ ابنِ ہشام نے یہ شعر (جلد اوّل باب ۹۲) غزوات کے آغاز میں نقل کیا ہے مگر حدیثِ زہری اور عروہ کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اِن اشعار کی نسبت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے تسلیم نہیں کی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بقول صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام میں شعر کہے ہی نہیں كَذَّبَ مَنْ أَخْبَرَكَمْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَالَ بَيْتُ شعرٍ فِي الْإِسْلَامِ [حاشیہ ابنِ ہشام (عربی) جلد اوّل باب ۹۲ ص ۵۹۲ مطبوعہ بیروت] وَاللّٰهُ اَعلمُ وعِلمُہٗ اکمل۔

(۱۲) سیرۃ ابنِ ہشام، جلداوّل، باب ۹۲، ص ۶۲۴۔

(۱۳) سیرۃ ابنِ ہشام، جلداوّل، باب ۹۲، ص ۶۴۴۔

(۱۴) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد اوّل، باب، ۹۲،ص ۶۲۴۔
(۱۵) فارس و روما (مشرکانہ تاریخی تسلسل کی امین دو سُپر پاورز)کے درمیان النبیّ المنتظر ﷺ کا اسلامی انقلاب اِن سُپر پاورز کی باہمی سرد و گرم جنگ سے بے نیاز ہو کر ہی "بدر" کے حوالے سے روما و فارس کی سلطنتوں کو زیر نگیں لانے میں کامیاب ہوا تھا۔ آج ایک بار پھر عالم اسلام روس اور امریکہ (تاریخی ملحدانہ تسلسل کی امین دو سُپر پاورز) کے درمیان اسلامی انقلاب کا خواب دیکھ رہا ہے۔ مگر کیا وہ النبیّ المنتظر ﷺ کی طرح اِن سُپر پاورز کی باہمی سرد و گرم جنگ سے بے نیاز ہے؟ النبیّ المنتظر ﷺ کا اسلامی انقلاب مواخاۃِ مدینہ سے شروع ہوا تھا اور آپ ﷺ ہی کے ارشادات کے مطابق (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن، بحوالہ مسلم بخاری) المہدیٔ منتظر کے ہاتھوں يُقْسِمُ الْمَالَ صِحَاحًا بِالسَّوِيَّتِ بَيْنَ النَّاسِ کے معاشی انصاف و مساوات پر مبنی تقسیمِ دولت کے نظام پر ختم ہو گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب اُس خلیفہ کو پاؤ تو اس کی بیعت کرو، چاہے تمہیں برف کی سِلوں پر گھِسٹنا پڑے (قَالَ إِذْ رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوا وَلَو حَبُّوا عَلَيَ الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيْفَةُ اللهِ الْمَهدِي۔ ابن ماجہ) کیا آج تقسیمِ دولت کی بات کرنے والوں کو ایسی ہی مشکلات در پیش نہیں؟ پھر ہم کس اسلامی فلاحی انقلاب کے منتظِر ہیں؟ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: میرا رسالہ جدید اسلامی فلاحی مملکت کی تشکیل کے اصول مبادی)۔
(۱۶) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳/۳۱۰
(۱۷) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد اوّل، باب ۹۶، غزوۂ بدر (۲)۔
(۱۸)۱- احمد بن حنبل، المسند، ۲۷۶/۶، رقم/۲۶۴۰۴۔ ۲- طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰/۱۶۰، رقم/۱۰۳۲۰
(۱۹) احمد بن حنبل، المسند، ۳/۱۰۴، رقم/۱۲۰۳۹
(۲۰) فاطر: ۲۲
(۲۱) اُردو کی نعتیہ شاعری ص ۲۹۔۳۲۷ بحوالہ صریرِ خامہ نعت نمبر ۱۹۷۸ء ڈاکٹر نجم الاسلام اردو نعت کے مطالعے۔
(۲۲) زکی مبارک، المدائح النبویہ، ص ۳۰-۲۹
(۲۳) ابن عبد البر، الاستیعاب، ۱/۳۵۰
(۲۴) ابو نعیم، حلیہ الاولیاء، ۹/۱۵۳

(۲۵) المدائح النبویہ، ص ۱۹۔
(۲۶) المدائح النبویہ، ص ۱۷۔
(۲۷) المدائح النبویہ، ص۲۰۔
(۲۸) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۲/۲۹۴
(۲۹) سیرۃ ابن ہشام، جلداوّل، باب ٦٧، واقعہ عقبہ ثانی، ص ۴۴۵۔
(۳۰)سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، باب اوّل، (ماقیل مِن الشعر یوم البدر)۔
(۳۱) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، باب اوّل، (ماقیل مِن الشعر یوم البدر)۔
(۳۲) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، باب اوّل، (ماقیل مِن الشعرفی یوم البدر)۔
(۳۳) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، (غزوۂ بدر کے اشعار)۔
(۳۴) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، (غزوۂ بدر کے اشعار)۔
(۳۵) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، (غزوۂ بدر کے اشعار)۔
(۳٦) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، باب ما قیل من الشعر فی امر الخندق وبنی قریظہ، ص ۲٦۲۔
(۳۷) سیرۃ ابن ہشام، جلد دوم، باب ما قیل من الشعر فی امر الخندق وبنی قریظہ، ص۲٦۲۔
(۳۸) سیرۃ ابنِ ہشام، جلددوم، باب ماقیل مِن الشعر فی امرالخندق وبنی قریظہ، ص ۲٦۲۔
(۳۹) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، باب ۱۴۲، (غزوۂ خیبر)۔
(۴۰) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، باب ذکر غزوۂ طائف بعد حُنین، ص۴۷۸۔
(۴۱) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، باب فتح مکّہ، (اسلامِ عباس رضی اللہ عنہ ابن مرداس)۔
(۴۲) الجمعہ، ٦۲/۴
(۴۳) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، باب فتح مکّہ، ص ۴۲٦۔
(۴۴) سیرۃ ابنِ ہشام، جلددوم، (فتح حنین کے متعلق اشعار)۔
(۴۵) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۹۱/۵
(۴٦) سیرۃ ابنِ ہشام، جلددوم، باب غزوۂ حنین۔
(۴۷) سیرۃ ابنِ ہشام، جلددوم، غزوہ حنین پر روانگی و سفر حُنین۔
(۴۸) سیرۃ ابنِ ہشام، جلداوّل، باب غزوۂ حنین۔
(۴۹) سیرۃ ابنِ ہشام، جلددوم، باب غزوۂ حنین۔

(۵۰) شعر اوّل ابنِ ہشام، جلددوم، باب غزوہ حنین بقیہ ناسخ التواریخ در احوالِ امام باقر ؓ جلد اوّل ص ۹۹۔ ۴۹۸، از محمد تقی لسان الملک سپہر مملوکہ مرکزِ تحقیقاتِ فارسی۔ اسلام آباد۔

(۵۱)ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳۴۲/۲

(۵۲) حضرت حسان ؓ نے بھی عبد اللہ بن زبعری کو یہی کچھ لکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور حضورِ اکرم ﷺ نے معاف کر دیا۔ حضرتِ حسان ؓ نے ابنِ زبعری کے نام یہ شعر لکھا تھا:

لَا تَعْدَمَنْ رَجُلًا أَحَلّك بُغْضُهُ
نَجْرَانَ فِي عِيْشٍ أَحَذَّ لَئِيْمِ!

ایسی ہستی کو مت کھو جس کے بُغض نے تجھے نجران میں جا پھینکا ہے جہاں تُو سب سے کٹ کر (پردیس اور غیروں کی حفاظت میں ہونے کے سبب) غیر شریفانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔

(سیرۃ ابنِ ہشام، جلددوم، فتح مکّہ)

(۵۳) یہ شعر سیرۃ ابنِ ہشام میں نہیں ہم نے مجمُوعہ النبھانیہ سے نقل کیا ہے۔ سیرۃ ابنِ ہشام (عربی) جلد دوم، ص ۵۰۳۔

(۵۴) سیرۃ ابنِ ہشام (عربی)، جلد دوم، ص ۵۱۵-۵۱۴۔

(۵۵) قیس کو قتیل الجوع اس لیے کہا گیا کہ وہ ایک غار میں گیا۔ اتفاق سے غار کے اوپر چٹان آ پڑی اور غار کا منہ بند ہو گیا اور قیس اسی غار میں بھوک کی وجہ سے مر گیا۔ (بلوغ الارب، جلد ۴، ص۸۳ اردو ترجمہ حاشیہ بحوالہ، سط الالی:۸۳)۔

(۵۶) بلوغ الارب، جلد ۴، ص۸۳، اردو ترجمہ حاشیہ بحوالہ سمط اللالی: ۸۳۔

(۵۷) سیرۃ ابنِ ہشام (عربی)، ج ۱، ص ۳۸۲-۳۸۸۔

(۵۸) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد اوّل (حاشیہ)

(۵۹) زکی مبارک، المدائح النبویہ، ص۱۹۔

(۶۰) بلوغ الارب، جلد ۴ (اُردو ترجمہ)۔

(۶۱) بلوغ الارب، جلد ۴، ص۸۳۔

(۶۲) اُسد الغابہ، جلد اوّل، باب ہمزہ مع الصّاد۔

(۶۳)علامہ اشرف علی تھانوی، کلامُ الملوک ص۸۵۔

(۶۴) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم (اُردو ترجمہ) ص ۴۵۳ از مولانا غلام رسول مہر مرحوم

(۶۵) ابنِ ہشام، جلد دوم (عربی)، ص۴۲۵-۴۲۴۔

(۶۶) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳۱۱/۴

(۶۷) المجموعۃُ النبہانیہ، جلد اوّل، مطبوعہ بیروت، طبع ثانی، ص۷۲۔

(۶۸) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۸۹/۵

(۶۹)اہلِ کتاب صحابہ و تابعین، حافظ نجیب اللہ، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، ص ۲۵۔ سیرۃ ابنِ ہشام (عربی)، جلد اوّل، ص ۵۷۵، اُسدالغابہ، جلد دوم۔

(۷۰) اُسد الغابہ میں صرف دو شعر درج ہیں۔ سیرۃ ابنِ ہشام میں نہیں۔ہم نے یہ شعر اہلِ کتاب صحابہ و تابعین سے نقل کیے۔

(۷۱) الشعراء: ۲۲۴

(۷۲) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۲۶/۵

(۷۳) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۶۲/۳

(۷۴) بخاری، الصحیح، ۱۴۲۱/۳، رقم: ۳۶۹۴

(۷۵) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱۹/۵

(۷۶) مجموعۃ النبہانیہ، جلد اوّل، ص ۶۳، مطبوعہ بیروت میں تیسرا شعر یوں ہے اور امام یوسف النبہانی نے اسے اُسُد الغابہ سے نقل کیا۔

اَنْتَ النَّبِيُّ وَمَنْ يُحْرَمْ شَفَاعَتَهُ
يَوْمُ الْحِسَابِ فَقَدْ اَزْرای بِهِ الْقَدَرُ

اَنْتَ النَّبِيُّ وَمَنْ يُحْرَمْ شَفَاعَتَهُ
يَوْمُ الْحِسَابِ فَقَدْ اَزْرای بِهِ الْقَدَرُ

مولانا محمد یوسف کاندھلوی نے حیاتِ صحابہ ﷺ جلد اوّل حصّہ دوم ص۵۶۴-۵۶۳ میں اُسد الغابہ ہی کا اتباع کیا۔ سیرۃ ابنِ ہشام کی روایت ابو ذر ﷺ سے ہے قاضی سلمان منصور پوری نے

اصحابِ ﷺ بدر، ص ۱۰۴ پر سیرۃ ابنِ ہشام کی پیروی کی اور ہم بھی اسی کا اتباع کرتے ہیں۔
(۷۷) ابنِ ہشام نے ابنِ اسحاق کے حوالے سے بیان کیا کہ عبد اللہ ابن رواحہ ﷺ نے وقت رخصت ساتھیوں سے کہا: وَاللهِ، مَالِي حُبُّ الدُّنْيَا وَلَا صَبَابَةَ بِكُمْ وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهُ يُقْرَ اُآيَةً مِنَ الْكِتَاب اللهِ عَزَّ وَجَلْ يَذْكُرُ فِيْهَا النَّارُ وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَيَ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًا (مریم: ۷۱) خدا کی قسم مجھے دنیا سے محبت ہے نہ تم لوگوں ہی سے ایسی شیفتگی (کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے مقابلہ میں تمھاری جدائی شاق گزرے) میرا گریہ صرف اس لیے ہے کہ مَیں نے حضور ﷺ سے یہ آیتِ کریمہ سُنی "تم میں سے کوئی ایسا نہیں جسے جہنّم میں نہ جانا پڑے یہ میرے خدا کا قطعی اور حتمی فیصلہ ہے" مجھے معلوم نہیں کہ جہنّم سے نکلنا نصیب ہو گا یا نہیں (میں اسی فکر میں رو رہا ہُوں)۔
(۷۸) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲۴۲/۴
(۷۹) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲۵۸/۴
(۸۰) سیرۃ ابنِ ہشام (عربی)، جلد دوم، ص۴۰۰۔
(۸۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۵۷/۵
(۸۲) البقرۃ، ۱۳۴/۲
(۸۳)ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۶۰/۵
(۸۴) سیرۃ ابنِ ہشام (عربی)، جلد دوم، ص ۴۰۰۔
(۸۵) غزالی، اِحیاء علوم الدین، ۱۲۷/۱
(۸۶) الصافات:۱۴۰
(۸۷) المائدۃ، ۵۴/۵
(۸۸) القلم: ۴۸
(۸۹) الأنبیاء: ۸۷
(۹۰) الروم: ۳۲
(۹۱) البقرۃ: ۸۵
(۹۲) سیرۃ ابنِ ہشام، (عربی)، جلد دوم، باب فتح مکّہ، ص۴۰۱۔
(۹۳) طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵۵/۱۱، رقم: ۱۱۶۵۷

(۹۴) آل عمران: ۱۴۴

(۹۵) تاریخ سے کئی واقعات ایسے ملتے ہیں جب آپ ﷺ کی رائے کو وحی ربّانی کی تائید حاصل ہوئی۔ مثلاً ایک غزوہ میں وقت نماز آ گیا حضور نے نماز قائم کرنے کا حکم دے دیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی ناگہانی آفت کے پیشِ نظر نماز کو مؤخر کرنے کی رائے دی۔ حضور ﷺ کو یہ رائے پسند آئی، بعد میں آپ ﷺ نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو مبارک دی کہ تیری رائے کی تائید خدا نے کر دی ہے۔

(۹۶) حضورِ اکرم ﷺ کے اس ارشاد میں لَا نَبِيَّ بَعْدِي سے پوری طرح واضح ہے کہ خاتم کے معنی سلسلۂ نبوّت ختم کرنے والا آخری نبی۔ قرآنِ حکیم کا اعلان مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ بھی اسی مفہوم کو واضح کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے خاتم النبیّین ہونے کے اعلان کے ساتھ آپ ﷺ کی لَا وَلدِي کا اسی لیے ذکر کیا گیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام انبیاء ہی کی نسل سے آتے رہے۔ آپ ﷺ کو بے اولاد اسی لیے رکھا گیا کہ اب سلسلۂ نبوت ختم کیا جا رہا ہے اور آپ ﷺ خدا کے آخری رسول ﷺ ہیں۔ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ کہہ کر سارے اشکال رفع کر دیے گئے۔ بلاشبہ خاتم کے لغوی معنی مہر بھی ہیں مگر یہ لفظ خاتم ان معنوں میں ہمیشہ عَلٰی کے صِلہ کے ساتھ آتا ہے (خاتِم ت کے نیچے زیر ہو گی نہ کہ اس پر زبر) مگر حضور ﷺ کی نبوت کے بعد کسی نبوّت کے نہ ہونے کا جہاں بھی اعلان ہُوا خاتم النبیین کہہ کر پکارا گیا اور عَلٰی کے صِلہ کا استعمال کہیں بھی نہیں ہوا لہٰذا خاتم النبیین کے معنی مہر نبوت یا Seal of the Prophhet کرنا سراسر لغو اور ایمان کا ضیاع ہے۔ چاہے اس کے ساتھ That is the last کا پُر فریب اضافہ بھی کیا جائے۔

(۹۷) رسالہ مولوی دہلی رسول نمبر ۱۹۲۹ء دنیائے نبوّت و اقلیم رسالت کا سب سے بڑا معجزہ از جناب انوار الحق خیری، ص۸۶، ارمغانِ نعت مرتبہ شفیق بریلوی، ص ۲۶۔

(۹۸) سیرۃ ابنِ ہشام، (عربی)، جلد دوم، ص ۱۹۷۔

(۹۹) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۴/ ۱۵۲

(۱۰۰) حاکم، المستدرک، ۳/۵، رقم: ۴۲۶۴

(۱۰۱) اعجازُ التنزیل، خلیفہ سید محمد حسن وزیر اعظم ریاست پٹیالہ، بحوالہ بیاضِ حالیؔ۔ (مجلہ خاتون پاکستان کراچی)

(۱۰۲) سیرۃ ابنِ ہشام، (عربی)، جلد دوم، ص۴۹۱، مجموعۃ النبھانیہ امام یوسف النبھانی، جلد اوّل، ص۷۲۔
(۱۰۳) سیرۃ ابنِ ہشام، (عربی)، جلد دوم، ص۴۸۴۔
(۱۰۴) سیرۃ ابنِ ہشام، (عربی)، جلد دوم، ص۴۰۰۔
(۱۰۵) رحمۃ للعالمین، سلمان منصور پُوری، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، جلد دوم، ص۸۶۔ غزوہ احد کے موقع پر لشکرِ غفار کی روانگی کی خبر بھی آپ ﷺ ہی نے پہنچائی تھی۔
(۱۰۶) مجموعۃ النبھانیہ امام یوسف النبھانی، جلد اوّل، ص۵۶ بسندِ اُسد الغابہ، نشر الطیب، حکیم الامت علّامہ اشرف علی تھانوی، صحیفۂ تحقیقات سید محمود شاہ صاحب محدث ہزاروی، سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر ۷۳ء (جشنِ میلاد النبی از حسن مثنیٰ ندوی)۔
(۱۰۷) ابن ماجہ، السنن، ۱/۶۱۲، رقم: ۱۸۹۹
(۱۰۸) کلام الملوک مرتبہ حکیم الامت حضرت تھانوی، مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون (۱۳۴۰ھ)، ص۱۷۲۔
(۱۰۹) علامہ ابن القیم، زاد المعاد، جلد ۳، بسلسلہ غزوۂ تبوک، ص ۵۳۔
(۱۱۰) قصائدِ حسان ﷺ (ترجمہ وتشریح) از قاری محمد عارف، قاری فیوض الرحمان، ص ۳۵، بحوالہ تاریخ الآداب اللغۃ العربیہ، جلد اوّل، ص۱۷۲-۱۷۱۔
(۱۱۱) سیرۃ ابنِ ہشام، (عربی)، جلد دوم، ص ۴۵۲۔
(۱۱۲) سیرۃ ابن ہشام، (عربی)، جلد اوّل، ص۳۷۶۔
(۱۱۳) سیرۃ ابن ہشام، جلد اوّل، ص ۳۷۹۔
(۱۱۴) آل عمران، ۳/۱۰۳
(۱۱۵) سیرۃ ابن ہشام، جلد اوّل، ۳، ص ۵۹
(۱۱۶) سیرۃ ابن ہشام، جلد اوّل، ص ۶۳۹۔
(۱۱۷) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد اوّل، ص ۶۶۴۔
(۱۱۸) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۱۶۔
(۱۱۹) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۱۶ (معہ حاشیہ از استاد مصطفٰے السقا قاہرہ)۔
(۱۲۰) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۲۰۔

(۱۲۱) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۲۳۔
(۱۲۲)سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۸۵۔
(۱۲۳) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۱۳۸-۱۳۷۔
(۱۲۴) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۱۴۳۔
(۱۲۵) الأنعام، ٦/٥٠
(۱۲۶) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص ۱۵۲۔
(۱۲۷) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۱۷۹۔
(۱۲۸) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۱۸۱۔
(۱۲۹) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص ۲۵۸۔
(۱۳۰) آل عمران: ۱۵۴
(۱۳۱) ابنِ ہشام، (اردو) جلد دوم، ص ۲۴۶
(۱۳۲) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۲۷۰۔
(۱۳۳) آل عمران، ۳/۱۵۴
(۱۳۴) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۲۷۲۔
(۱۳۵) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص۲۷٦۔
(۱۳٦) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص ۲۸۷۔
(۱۳۷) النور، ۲۴/۲۳
(۱۳۸) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد دوم، ص ۳۸۴۔
(۱۳۹) البقرۃ، ۲/۲۴۷
(۱۴۰) آل عمران، ۳/۱۵۴
(۱۴۱) آل عمران، ۳/۱۵۴
(۱۴۲) آل عمران، ۳/۱۵۴
(۱۴۳) آل عمران، ۳/۱۵۹
(۱۴۴) آل عمران، ۳/۱۵۴
(۱۴۵) سیرۃ ابن ہشام، (عربی)، جلد دوم، ص ۴۹٦۔

(۱۴۶) سیرۃ ابن ہشام، (عربی)، جلد دوم، ص۳۸۷۔

(۱۴۷) سیرۃ ابنِ ہشام، ص ۴۲۱۔

(۱۴۸) مجموعہ النبھانیہ جلد اوّل، ص ۶۳، مطبوعہ بیروت: ۱۹۷۲ء

(۱۴۹) قصائد حسان رضی اللہ عنہ (ترجمہ و تشریح) بحوالہ اَلاستیعَاب، جلد اوّل، ص ۱۳۰، سیرۃُ الانصار ص۳۴۱۔

(۱۵۰) احمد بن حنبل، المسند، ۳/۷۶، رقم:۱۱۷۴۸

(۱۵۱) سیرۃ ابن ہشام، جلد دوم، ص ۴۸۸، باب امر اموال ھوازن وسبایا ھَاوَعطایا المؤلفۃ قُلُوبُھِمْ مِنْھَا۔

(۱۵۲) تشبیب میں شمّاء کے مختصر وصئل کے اشارے پر نظر ہو تو حسان رضی اللہ عنہ کی شکایت کی بنیاد مالِ غنیمت کی تقسیم کی بجائے یہ پراپیگنڈہ بنتی ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے مِل گئے۔" یعنی یہ خدشہ کہ اب شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف نہ لے جائیں گے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے خدشہ کا کرب تھا جس نے حسان رضی اللہ عنہ کو انصار رضی اللہ عنہم کا ایثار یاد کرانے اور مدینہ تشریف لے جانے کا مطالبہ کرنے پر مجبور کیا۔ یہ صرف اور صرف عشقِ رسول کی تپش تھی نہ کہ مالِ غنیمت کا لالچ۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۱۵۳) سیرۃ ابن ہشام، ایضاً ص ۴۹۷۔

(۱۵۴) سیرۃ ابن ہشام، جلد ۲، ص ۵۵۴۔

(۱۵۵) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد ۲، ص ۵۵۶۔

(۱۵۶) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد ۲، ص ۵۵۷۔

(۱۵۷) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد ۲، ص ۵۶۴۔

(۱۵۸) سیرۃ ابن ہشام، جلد ۲، ص ۵۶۷۔

چھٹا باب

ممدُوحِ کائنات ﷺ

رحمتِ کائنات

رب العالمین جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾(۱) اے رسول ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو رحمتِ کائنات بنا کر بھیجا ہے۔ یہ رحمۃ للعالمینی صِرف اہلِ ایمان تک محدُود نہیں بلکہ پُوری کائنات اس کے سائے میں ہے۔

احمد ندیم قاسمی کے بقول:

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں، جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا ﷺ

فرمانِ باری یہی ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾(۲) آپ ﷺ کا لایا ہوا نصابِ زندگی الفرقان الحمید رہتی دنیا تک ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾(۳) کی صدائیں دیتا رہے گا۔ اے لوگو! میری دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے اس صراطِ مستقیم پر آ جاوَ وَرنہ دَرد ناک عذاب سے دو چار ہو جاوَ گے (نذیراً) اے لوگو! جو میری دعوت پر لبیک کہتے ہُوئے صراطِ مستقیم پر آ گئے ہو سنو! ﴿ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾(۴) اپنی زندگی کے ہر ہر شعبہ کو اس دینِ ھُدیٰ (صراطِ مستقیم) کے اصولوں اور قواعد کے مطابق کر دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس راستے پر بیٹھا ہوا تمہارا ازلی دشمن ابلیس تمہیں بھی اپنی تلبیس کا شکار کرے اور خود کو صاحبِ ہدایت سمجھتے رہو حالانکہ تم گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہو (نذیرًا) ﴿لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ﴾(۵) ﴿لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾(۶) (۷)

نبی اکرم ﷺ اور جِنّ

رحمتِ کائنات کی رحمۃ للعالمینی صرف انسانوں (کافروں یا مؤمنوں) تک ہی محدود نہیں، شجر و حجر، نباتات بلکہ جنّات و ملائک کو محیط ہے۔ کنکریوں نے آپ ﷺ کی سچائی

کی تصدیق کی، بے جان ستون آپ ﷺ کے فراق میں اشکبار ہوئے۔ چرندوں نے اپنے مالکوں کی نا انصافی کے خلاف شکایات کیں اور چارہ سازی پائی۔ جنگلی ہرن شکاریوں کے خلاف فریاد لے کر آئے اور بچّیوں کو پا کر چوکڑیاں بھرتے ہوئے لوٹ گئے، مکڑیوں نے آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے غارِ ثور کے دہانے پر جالے تان کر نبوت کی صداقت پر گواہی دی(۸)، وہ سراپا تقدیس ملائک جنہوں نے آدم کو خلعتِ خلافت سے نوازے جانے پر ﴿أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ﴾ کی گرہ لگائی تھی رحمۃ للعالمین کے پرچم تلے خود بدر میں خون بہاتے نظر آئے تاکہ ﴿يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ کا ازلی منصوبہ تکمیل کو پہنچ سکے۔ اِس بے نفس اور تابعِ فرمان مخلوق ہی نے اطاعت قبول نہیں کی، ایک اور سرکش مخلوق بھی اسی رحمۃ اللعالمین کے پرچم تلے آنے پر مجبور ہوئی، وہی جس کے لیے انسانوں کی طرح اعمال کی جزا و سزا مقرر ہے۔ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾(۹) آدم علیہ السلام کو خلعتِ خلافت سے نوازے جانے کے خلاف جو آواز (بغاوت کی حد تک) بلند ہُوئی، اسی مخلوق کی آواز تھی۔ اِنَّهُ كَانَ مِنَ الْجِنّ وہی ابلیس جس نے خلافتِ آدم سے انکار کر کے ﴿فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ﴾(۱۰) کا ابدی حکم سنا تھا، جنّوں ہی میں سے تھا مگر جب حضور کی رحمۃ للعالمینی کے پرچم کھلے تو اسی کی نسل (جنّ) آدم کے اس فرزندِ جلیل القدر ﷺ کی چوکھٹ پر سرِ تسلیم خم کرتی ہُوئی آئی۔ ارشاد باری ہے:

> ﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾(۱۱)
>
> اے رسول کہہ دیجیے مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ جنّوں کی ایک جماعت نے اس کتاب کو سنا۔ کہنے لگی: عجیب کلام ہے یہ بھلائی کے راستے کی طرف بلاتا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہیں بنائیں گے۔

حضرت سواد ابنِ قارب ﷺ کے ایمان لانے کا واقعہ اس کتاب کے باب "النبیّ المؤید" میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ ایک جنّ اپنے ساتھی جنّوں کے قافلہ در قافلہ مکہ کی طرف چلنے کا ذکر کرتا ہے:

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَأَخْبَارِهَا
وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَكْوَارِهَا
تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى
مَا مُؤْمِنُ الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا(۱۲)

مجھے جنّوں پر اور اُن کی خبروں پر تعجب ہوا۔ ان کے پالانوں کے ساتھ اونٹوں کے باندھنے نے مجھے حیران کر دیا یہ ہدایت کی تلاش میں تیزی سے مکّہ کی طرف جا رہے ہیں۔ مومن جِنّ کافر جنّوں کی طرح نہیں ہوتے۔

اہلِ عرب جنّوں سے بڑے خوفزدہ تھے۔ کاہنوں اور شاعروں کے قبضے میں جنّوں کی موجودگی تو ان کے بنیادی عقائدِ میں سے تھی۔ (اسی لیے انہوں نے حضور ﷺ کو بھی شاعِر مجنوں کہا تھا مگر خدا نے ایک طرف شاعر کے قول و فعل کے تضاد کا ذکر کیا ﴿وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ﴾(۱۳) اور ایسوں کی پیروی کو گمراہی قرار دے دیا۔ اور دوسری جانب حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو عملی نمونہ قرار دے کر اہلِ عرب کے گمان کی نفی کی) واقعہ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جِنّ آسمانِ دنیا پر غیب کی خبریں سنا کرتے تھے اور پھر کاہنوں کی زبانی اُن کی تشہیر کرتے تھے۔ خداوندِ عالی کا ارشاد ہے کہ ان جنّوں نے حضور ﷺ کو بتایا ﴿وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا﴾(۱۴) "اور یہ کہ ہم مَقَاعِدَ لِلسَمعُ پر بیٹھا کرتے تاکہ خبریں سنیں مگر اب کوئی ایسا کرنا چاہتا ہے تو اس کے پیچھے انگارے

چھوڑے جاتے ہیں۔(۱۵)

اہلِ عرب جب دورانِ سفر کسی وادی کے اندر شب باشی پر مجبور ہو جاتے (اور خانہ بدوشی کے سبب یہ روز کا معمول تھا) تو بلند آواز سے اس وادی کے غالب جنّ سے پناہ مانگتے قرآنِ حکیم نے ان کے اِس خوف کا ذکر یوں کیا ہے: ﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾(۱۶) اور یہ کہ بعض لوگ (انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہُوئے) جنوں کے بعض افراد کی پناہ مانگا کرتے تھے اس بزدلی نے ان کی سرکشی اور بڑھا دی۔

خَصائصِ کُبریٰ سے ایک ایسا ہی واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو حضرت خریَم بن فاتک کے قبولِ اسلام کا سبب بنا۔ ایک دفعہ حضرت خریم اپنے گم شدہ اونٹوں کی تلاش میں بہت دُور جنگل میں جا پہنچے اونٹ تو مِل گئے مگر شام ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ بتاتے ہیں: میں نے جاہلیت کے عام دستور کے مطابق اونچی آواز میں کہا، میں اس جنگل کے سردار جنّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ فرماتے ہیں جونہی میں نے صدا دی میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے:

وَيْحَكْ عُذْ بِاللهِ ذِي الْجَلالِ
وَالْمَجْدِ وَالنَّعْمَاءِ وَالأَفْضَالِ
مَا هُوَ ذِى الْجِنِّ مِنَ الْاَهْوَالِ
وَاقْرَاءْ آيَاتٍ مِنَ الْأَنْفَالِ
وَصَارِ كَيدُ الْجِنِّ فِي أسْفَالِ
إِلَّا التُّقَى وَصَالِحُ الْأَعْمَالِ

اور جنوں کی پناہ لینے والے تجھ پر افسوس، اللہ کی پناہ مانگ جو صاحبِ جلال و بُزرگی نعمتوں والا اور فضل کرنے والا ہے۔
اور جنّوں کا خوف اب اپنے دل سے نکال دے اور سورۂ انفال کی

آیات تلاوت کر۔
اور جنّوں کے مکر و فریب کو مٹی میں ملا دے۔ اب صرف پرہیز گاری
اور صالح اعمال کام آئیں گے۔

حضرت خریم ؓ کہتے ہیں میں نے دِل کڑا کر کے پُوچھا، ہاتفِ غیبی، تو مجھے گمراہ تو نہیں کر رہا؟ جواب آیا:

هَذَا رَسُوْلُ اللهِ ذُو الْخَيْرَاتِ
بِيَثْرِبَ يَدْعُو إلَى النَّجَاتِ
جَاءَ بِيَاسِيْنَ وَحَامِيْمَاتِ
وَسُوُرٌ بَعَدْ مُفَصَّلَاتِ
وَيَزْجُرُ النَّاسَ عَنِ الْمَنْهِيَاتِ
يَأْمُرُنَا بالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ(۱۷)

یہ ہیں اللہ کے رسول ﷺ (جن کی بِعثت کے بعد جنّوں کے فریب جل گئے) بھلائیوں والے، نیکیوں والے جو مدینہ میں ہیں اور نجات کی طرف بلاتے ہیں جو یٰسین و حٰم والی سورتیں لے کر آئے اور بہت سی مفصل بھی۔ وہ حرام و حلال کے احکام واضح کرتے ہیں اور صوم و صلوٰۃ کا حکم دیتے ہیں۔

خریم ؓ بتاتے ہیں مَیں نے پوچھا تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟ جواب آیا میں جنّ ہُوں میرا نام مالک ؓ ہے۔ مجھے حضور ﷺ نے نَجد کے مسلمان جنّوں پر امیر مقرّر کیا ہے۔ میں ان سب جنّوں کا سردار ہوں۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ جس طرح مسلمانوں کے لیے امیر مقرر فرماتے تھے اسی طرح جنّوں کے

لیے بھی جنّ امیر مقرّر کیے جاتے تھے۔(۱۸)

قریش مکّہ کو (جیسے کہ اسماء بنتِ ابو بکر ؓ نے بتایا) حضور ﷺ کی ہجرت کے راستے کی خبر جنّوں ہی کے گانے سے ملی (جَزَی اللّٰہُ خَیْرَ النَّاسِ جَزَاءَہُ رَفِیْقَیْن حَلَّا خیْمَۃَ أُمِّ مَعْبَدِ) ہم یہ اشعار اپنے موقعہ پر درج کر آئے ہیں اس لیے دوبارہ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ورنہ قریش تین روز تک آپ ﷺ کی سمتِ سفر سے بالکل بے خبر تھے۔

حضرت عمرو الجنّی

الغرض، سیرت، تاریخ اور احادیث کے مجموعوں میں کئی واقعات اور جنّات کے منظوم اور مسجّع کلام کے نمونے مِل جاتے ہیں۔ ہم یہ باب حضور ﷺ کے ایک ایسے ہی مداح عمرو الجنّی ؓ کے قصیدہ پر ختم کرتے ہیں جس نے حضور ﷺ کو دیکھنے کی سعادت پائی اور اسلام قبول کیا۔ قصیدہ جِنیّہ عمرو الجنّی ایک عرصہ سے علماء و زُہاد کی توّجہ کا مرکز ہے۔ عمرو الجنّی کون تھا؟ اس کے متعلق کوئی تسلّی بخش جواب ابھی تک نہیں مِلا مگر یہ مسلّم ہے کہ وہ جنّ تھا جسے صحابیٔ رسُول ہونے کا فخر حاصل ہے۔ قصیدہ جِنیّہ کے شارح ابو النصر مولانا رحمت علی سامیؒ کے فرزندِ ارجمند محمد نصر اللہ خان نے ہمیں اس قصیدہ کے متعلق یہ معلومات بہم پہنچائی ہیں:

> یہ نعتیہ قصیدہ ایک عمرو الجِنّی نامی جنّ کا ہے۔جس کی عربی اور اُردو شرح والدِ محترم مولانا رحمت علی خان سامی نے لکھی ہے۔ یہ قصیدہ مولانا سامیؒ کو اُن کے ایک دوست مولانا سیّد قمر الحسن صاحب تھانویؒ (خطیب جامع مسجد نیو ٹاؤن کراچی) کے توسط سے مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سے مِلا اور مفتی صاحب کو اپنے والدؒ سے، مولانا گنگوہیؒ تک یہ قصیدہ کہاں سے اور کیسے آیا؟ یہ بات متحقق نہ ہو سکی۔

اعلام الخیر الدین، الفہرست ابنِ ندیم، وخیات الاعیان لِابنِ خلکان، مفتاح السعادہ اور الفہرس التمہیدی وغیرہ کتب میں اس نام کے کسی شخص کا تذکرہ نہیں ملتا۔ اس سے غالب یقین ہے کہ یہ کوئی جِنّ ہی تھا۔ صرف موصل کے ایک مشہور نحوی اور شاعر عثمان ابن الجنّی ۳۹۲ھ بمطابق ۱۰۰۲ء کا تذکرہ ملتا ہے .... تذکرۃ الرشید حصّہ اوّل میں شاہ اہل اللہ صاحب دہلویؒ (برادر شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ) کی جنّوں کے ایک سردار سے ملاقات کا ذکر ملتا ہے جس میں اُس نے آنحضور ﷺ سے براہِ راست سماعت کردہ حدیث روایت کی ہے جو حدیث الجنّ کے نام سے معروف ہے اور جس کی وجہ سے شاہ اہل اللہ صاحبؒ تابعین میں شمار ہوتے ہیں اُس کی سند میں عن القاضی المعمر الجِنّی کے الفاظ آتے ہی ممکن ہے کہ یہ قاضی المعمر الجنّی ہی عمرو الجنّی ہوں۔(۱۹)

مولانا نصر اللہ خان کا تفحص قابلِ قدر ہے مگر وہ عمرو (نام) اور المعمّر (طویل العُمر) کی معنوی مغائرت پرتوجہ نہ دے سکے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کثرتِ روایت اور بار بار نقل ہونے کی وجہ سے شاید المعمر ہی عمرو میں بدل گیا ہو مگر یہ قیاس بھی دُرست نہ ہوگا کہ روایت کے معروف اصُولوں کے منافی ہے۔ رہا عثمان ابن الجِنّی کا معاملہ تو اس کی نسبت عثمان ابن الجنّی کے والد الجِنّی سے تسلیم کر لی جاتی اگر قصیدہ کی اندرُونی شہادت اُسے ۳۲۹ھ کی بجائے زمانۂ رسالت سے متعلق نہ کرتے۔

اخبار جہاں کراچی میں ایک بار اس قصیدہ کے چند اشعار کے ساتھ ایک تمہیدی نوٹ بھی شائع ہُوا تھا جس سے اس قصیدہ کے ہندوستان میں وُرود کے زمانے پر روشنی پڑتی ہے:

تقریباً ایک صدی قبل کا واقعہ ہے کہ برّصغیر کے ایک جیّد عالم مولانا سیّد احمد علی سفر ترکی کے دَوران استنبول پہنچے۔ انہیں ترکی کے شاہی

کُتب خانے میں عمرو الجِنّی کا قصیدہ مِلا۔ انہوں نے پہلے بھی اس کی شُہرت سن رکھی تھی۔ لہٰذا کِسی طرح اس کی نقل حاصل کی اور آج (۱۹۷۶ء) سے ۸۹ برس قبل طبع کرایا اس کے ۳۹ برس بعد خواجہ حسن نظامی نے واجد علی خان نواب ریاست ہانسی کے کتب خانۂ خاص سے اسے دوبارہ اشاعت کے لیے حاصل کیا۔(۲۰)

فاضل دوست نے یہ نہ بتایا کہ انہیں یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟ اور ۸۹ برس قبل کا مطبوعہ نسخہ کہاں ہے اور کس مطبع سے چھپا .... علاوہ ازیں اُن کا یہ جُملہ کہ ”مولانا سیّد احمد علی نے پہلے سے اس قصیدہ کی شہرت سُن رکھی تھی“ اس قصیدہ کے پہلی بار سیّد احمد علی کے ذریعہ ہندوستان پہنچنے کی تائید نہیں کرتا۔

قیاس کہتا ہے کہ یہ قصیدہ برّصغیر میں کافی مشہور تھا اور بار بار چھپا۔ لیکن ادبی دُنیا میں اس کی شہرت ۱۹۷۰ء کے عشرے میں عام ہُوئی اور اس شہرت کی بنیاد سیٹھ آدم جی لاہور کا مطبُوعہ مجموعہ اورادِ قادریہ مرتبہ دُرد علی شاہ قلندر قادری بعنوانِ ”تحفۂ درویشاں“ بنا۔ اس مجموعہ کے ص ۱۲۶ پر یہ قصیدہ جنّیہ معہ منظوم پنجابی ترجمہ از دُرد علی شاہ قلندر درج ہے جناب دُرد علی شاہ نے اس قصیدہ کے رُوحانی اثرات و ثمرات سے بھی بحث کی ہے۔ اس مجمُوعۂ اوراد کی تاریخ اشاعت تو دَرج نہیں مگر دُرد علی شاہ نے اس کی تدوین ۲۵/فروری ۱۹۶۷ء کو مکمل کی۔ اکثر اشعار کی کتابت غلط اعراب اور نا دُرست الفاظ و معانی میں کافی مغائرت ہے۔ یقیناً عبارت کے اس نقص کی موجُودگی میں اس قصیدہ کا وِرد دُرد علی شاہ کے بتائے ہُوئے ثمرات سے مستفیض نہیں کر سکے گا۔

قصیدۂ جنّیہ کے نام سے قصیدہ الگ سے مکتبۂ ظفر کی طرف سے چھپا جس پر اشاعت بار اوّل جنوری ۱۹۶۸ء درج ہے پیش لفظ پر نصر اللہ خان نے اکتوبر ۱۹۶۷ء درج کیا ہے جب کہ مولانا ابو النصر سامیؔ نے اس کی عربی و اُردو تشریح کا کام (جیسا کہ قصیدہ کے صفحہ ۸۰ سے ظاہر ہے) ۱۴/ستمبر ۱۹۴۱ء میں مکمل کیا۔ ۱۷/ مارچ ۱۹۷۶ء

کے اخبارِ جہاں سے اس کی شہرت گلی گلی پھیل گئی۔

ہم یہ قصیدہ اُردو ترجمہ سمیت مولانا ابو النصر کے مطبوعہ قصیدہ سے نقل کر رہے ہیں۔ مولانا سامیؒ نے اس محیر العقول عربی قصیدہ کی شرح کا حق ادا کر دیا ہے، مگر ہم عربی لغات کے اندراج سے معذُور ہیں دلچسپی رکھنے والوں کو اصل نسخہ کی طرف رجُوع کرنا چاہیے۔

اس قصیدہ میں مستعمل ایک ہی قسم کے تہہ در تہہ معانی رکھنے والے الفاظ ہمیں سیرۃ کی کتابوں میں بیان کیے گئے، عرب کاہنوں کے الفاظ یاد دلاتے ہیں، جن کے قبضے میں مسلّمہ حد تک جنّ ہوا کرتے تھے۔ اور یہ مسجّع کلام جنّوں ہی کا ہوتا تھا۔ صرف کاہنوں کی زبان پر جاری ہوتا ....مثلاً قبیلہ بنو سُلَیم کی ایک کاہنہ کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ أَدْرِ مَا أَدْرِ، يَوْمَ عَقْرٍ وَنَحْرٍ[۲۱] مَیں جانتی ہوں، کیا جانتی ہُوں، گلے کاٹنے والی عظیم الشان خبر، یا شعُوبٌ مَا شعُوبٌ تَصْرِعُ فِیهِ کعبٌ مجبُوبٌ درے درے کیا چیز ہے جس میں کعب پہلوؤں کے بَل بچھڑ جائیں گے۔۔ یا مثلاً ایک شخص نے عُمرِ فاروق ؓ کو (زمانۂ خلافت میں) ان کے استفسار پر قبل از بعثتِ رسول ﷺ جنّ کی خبر کے یہ الفاظ سنائے۔ أَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَإِبْلَاسَهَا، وَيَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ إِنْكَاسِهَا، وَلُحُوْقَهَا بِالْقِلَاصِ وَأَحْلَاسِهَا[۲۲] کیوں تُونے جنّوں کے حُزن و ملال اور اپنے دین سے نا اُمیدی نہیں دیکھی کیا تُو نے اُن کے اونٹوں اور پالانوں کے لازم کر لینے (تیاریٔ سفر) پر غور نہیں کیا یا مثلاً وہ الفاظ جو خود حضرت عمر فاروق ؓ نے قبل از قبولِ اسلام ایک مذبُوحہ بچھڑے سے نکلتے سنے (جو یقیناً جنّ کی آواز تھی):

يَا ذَرِيْحُ، أَمْرٌ نَجِيْحٌ، رَجُلٌ يَصِيْحُ، يَقُوْلُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ.[۲۳]

الفاظ کا اس طرح ہم شکل ہونا زیرِ نظر قصیدہ کو بھی اُسی زمانے کے جنّوں ہی کی زبان تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبارسے یہ قصیدہ ایک محیر العقول نمونۂ کلام ہے۔ اوّل سے آخر تک ایک حیرت انگیز سماں باندھ دیا گیا ہے یُوں

کہ نہ سمجھنے والے بھی اِن بجتے ہُوئے الفاظ کی دُھن میں مستانہ وار آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ قصیدہ کی لَے عربی گانے اور حُدی کے سے انداز میں ہے اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، قصیدہ کی ادبی حیثیت بھی بلند ہے۔ ایک ایک لفظ تہہ در تہہ معانی کا خزینہ ہے۔ قصیدہ کیا ہے خیالات کی ایک رَو ہے۔ بات سے بات نکلتی چلی جاتی ہے۔ شاعر کسی سے اس کی بے چینی اور رنجوری کا سبب پوچھتا ہے۔ پھر اُسے لُوٹنے والے قافلے کی غاصبانہ عادت کا ذکر کرتا ہے، اُن کی اونٹنیوں کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہے۔ اُن کے کجاووں کو دریا کے کنارے کھڑے ہواؤں سے جُھلتے ہُوئے کھجور کے درختوں سے تشبیہ دیتا ہے۔ اب ہواؤں کی بات لے بیٹھتا ہے جو کبھی اٹکھیلیاں کرتی ہُوئی چلتی رہی۔ اور کبھی شمشیرِ بُرّاں کی طرح جسم کو چیرتے ہُوئے اور سامنے آنے والی ہر چیز کو اڑاتے ہُوئے۔ پھر کہتا ہے بھول جا اُن کو جن کے ہاتھوں تجھے یہ ساری مصیبتیں اور فرقتیں دیکھنا پڑیں۔ چل اپنی نو عمر اونٹنی پر کجاوا کَس اور دربارِ رسالت ﷺ میں حاضری دے۔ جن کی ذات سراپا ستودہ صفات اور مجسّم رحمت و رافت ہے۔ وہاں پہنچ کر تیری ساری کلفتیں اور پریشانیاں دُور ہو جائیں گی۔ یہ وہی رسول ﷺ ہیں جن کی سراپا صفت، ذات کا ذکر سابق آسمانی کتب میں ہوا، اب حضور ﷺ کی صفات بیان کرتے ہُوئے آپ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ درُود و سلام کی دُعا پر قصیدہ ختم کر دیتا ہے .... مختصر مگر عمدہ اور جامع تشبیب جس میں وہ کسی محبوبہ کا ذکر نہیں کرتا کہ جاہلیت کا اثر واضح ہو۔ آپ بھی خوبصورت اور لطف و سُرور کی محویتوں سے بہرہ اندوز ہوتے جایئے:

أشجاك تشتيت شعب الحي

أَفَأَنْتَ لَهُ أَرِقٌ وَصِبٌ

أَمْ هُمْ شَحْطُوا وَنَاَوْافَهُمْ

كُمْشٌ لِحَزَائِقِهِمْ نُجُبُ

فَظَلِلْتَ لِبَيْنِهِمْ أَلَمًا

تَنْهَلُّ دُمُوعُكَ تَنْسَكِبُ

تَهْوِي بِعُرُوْشِهِم أُفُضٌ

رُفُضٌ نُحُضٌ نُهُضٌ غُلُبٌ

قُصُدٌ قُوُدٌ أُفُدٌ سُدُدٌ

رُشُدٌ نُجُدٌ حُشُدٌ شُحُبٌ

عُجُجٌ شُجُجٌ لُجُجٌ صُجُجٌ

مُجُجٌ مُزُجٌ نُعُجٌ ذُهُبٌ

أَم هُمْ[۲۴] سَارُوبِمَهَا كَذْمًا

مَا كُنْتَ بِأَوَّلِ مَنْ غَضِبُوا

أَوْ دَوْفَسَبَوْا ذِهْنِيْ فَهُمْ

بِصَنَائِهِمْ وُزُرٌ حُوُبُ

فُظُظٌ غُلُظٌ نُكُظٌ كُظُظٌ

بُدُدٌ جُدُدٌ خُدُدٌ طُلُبُ

عُجُلٌ وُجُلٌ مُلُلٌ فُلُلٌ

عُلُلٌ حُلُلٌ نُحُلٌ نُعُبُ

شُطُطٌ عُطُطٌ حُطُطُ مُطُطٌ

فُرُطٌ نُحُطٌ قُنُطٌ هُرُبُ

فُصُصٌ خُصُصٌ غُصُصٌ نُصُصٌ

لُصُصٌ دُلُصٌ نُكُصٌ قُطُبُ
قُلُصٌ حُدِجَتْ لِتَرَحُلِهِمْ
بِمَقِيْلِ مَجَالِسِهَا حُلُبُ
خُرُقٌ شُرُقٌ طُرُقٌ عُتُقٌ
تُمُكٌ بِتَكٌ بُوَكٌ سُلُبُ
هُفُفٌ رُفُفٌ شُنُفٌ قُضُفٌ
نُحُفٌ عُجُفٌ صُدُقٌ كُوُبُ
قُوُبٌ شُبُبٌ رُهُبٌ عُبُبٌ
شُطُبٌ وُطُبٌ نُعُبٌ نُقُبُ
فَكَأَنَّ رِجَالَهُمْ طَلَعٌ
فِي الطِّمِّ مُحَلَّقَةٌ قُشُبُ
يَهْوِيْنَ لَهُمْ فِي الْآلِ مَعًا
وَالرِّيْحُ مُعَصَّفَةٌ جُوُبُ
أَوْ نَخْلُ خَلَيْجٍ هَاجَ لَهُ
نُسُمٌ مُتَعَصِّفَةٌ نُكُبُ
سُهُمٌ وُسُمٌ حُسُمٌ رُسُمٌ
سُلُسٌ شُمُسٌ هُمُسٌ أُوُبُ
صُمُتٌ هُفُتٌ خُفُتٌ مُرُتٌ
بُنُتٌ شُتُتٌ عُتُتٌ سُكُبُ

حُثُثٌ يُثُثٌ غُثُثٌ رُغُثٌ

دُعُثٌ دُمُثٌ رُمُثٌ وُثْبُ

فَتَعَدَّ وَدَعْ ذِكْرَاكَهُمْ

بَلْ كَيْفَ وَانْتَ بِهِمْ نَصِبُ

وَارْحَلْ قُلُصًا يَقْدُمْنَ عَلَى

رُؤُفٍ فَتَزَاح بِهِ الْكُرُبُ

فَالْخَلْقُ إِلَيْهِ جَمَاعَتُهُمْ

تَحْدِي بِهِمْ فُسُخٌ نُجُبُ

لُزُزٌ لُغُزٌ نُشُزٌ نُهُزٌ

جُمُزٌ جُفُزٌ ضُمُزٌ شُزُبُ

شُنُخٌ رُخُخٌ مُخُخٌ دُخُخٌ

فُنُخٌ شُمُخٌ خُرُجٌ هُلُبُ

هُشُشٌ خُشُشٌ عُشُشٌ قُشُشٌ

خُدُشٌ عُمُشٌ بُرُشٌ عُتُبُ

بُعُعٌ كُعُعٌ وُعُعٌ صُمُعٌ

قُطُعٌ كُمُعٌ طُمُعٌ اُلُبُ

فَاَنِخْ بِنَبِيِّ إِلَهِ الْخَلْقِ

أَتَتْ بِفَضَائِلِهِ الْكُتُب

لِنَبِيِّ هُدَى وَنَبِيِّهِ تُقَى

فَبِذَاكَ تَدِيْنُ لَهُ الْعَرَبُ

بِمُحَمَّدِنِ الْمَبْعُوثِ وَذِيْ الْ

خَيَرَاتِ مُنَازِلُهُ الرُّحُبُ

وَالْحَوضُ لَهُ وَالرُّكْنُ مَعًا

وَالبَيْتُ ومَكَّةُ وَالْحُجُبُ

ظَفْرًا هُزِمَ الْاَحْزَابُ لَهُ

فَتَمَامُ صَنَائِعِهِ الرُّغُبُ

فَهُدِيْتَ فَاَنْتَ جَلَوْتَ عَمَى

وَأَضَاءَ بِذَاكَ لَنَا السَّبَبُ

فَإِلَيْكَ مُحَمَّدُنِ انبَعَثَتْ

جُوَنٌ بِاَخِشَّتِهَا سَبَبُ

وَإِلَيْكَ رَحَلْتُ مَفَاقَ أُوْلِيْ

كُتُبٌ وَمَعَاشِرَ قَدْ ذَهَبُوا

لِتَجُوْدَ عَلَيَّ فَتَنْعَشَنِيْ

بِشَرَائِعَ لَيْسَ لَهَا ثُلُبُ

فَاللّٰهُ هَدَاكَ وَاَنْتَ هُدِيْتَ

فَذَلَّ لِمِلَّتِكَ النُّصُبُ

فَصَلَاةُ إِلَهِ الْخَلْقِ عَلَيْكَ

وَجَادَ مُحَلَّتِكَ السَّكَبُ

تیری قوم جس کی طرف تیرا خاندان منسُوب ہے کیا تُو اُس کے شیرازہ بکھر جانے پر غمزدہ اور رنجیدہ ہے اور کیا اسی غم کی وجہ سے تُو ہمیشہ بے خوابی کا شکار، بیمار اور رنجُور رہتا ہے؟

یا تیری اس پریشان حالی کی وجہ یہ ہے کہ تیرے خاندان کے لوگ ہی تجھ سے جُدا ہو گئے ہیں۔ اور بڑی سُرعت سے تجھ سے دُور نکل گئے ہیں حالانکہ تیری مفارقت اور اپنی ابتری و خستہ حالی پر وہ بے چارے خود بھی نالاں ہیں۔

اُن کے فراق اور جُدائی پر تیرے رنج و کرب کا عالم یہ ہے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی ندی تیرے رخساروں پر بہہ رہی ہے۔

وہ فراق کی طویل مسافتیں طے کرتے چلے جا رہے ہیں اور ان کی تیز رفتار جنگل میں چرنے والی، سفر کی مشقّت سے دُبلی، قد آور، موٹی گردن والی، میانہ رو، فرمانبردار، سبقت لے جانے والی، بڑی عمر کی، طاقتور، سیدھے راستے پر چلنے والی، دراز گردن، تھنوں میں جلدی دودھ جمع کرنے والی، سفر کی کوفت سے بد رنگ، بڑبڑانے والی، بیابانوں کو طے کرنے والی، زور سے بولنے والی، باہم مِل جُل کر چرنے والی، اور سُبک رفتار اونٹنیاں اُن خیموں کو لیے سفر کی منزلوں پر جا اتارتی ہیں۔

یا وہ ظلم و زیادتی سے تیری وحشی گائیوں کو جبراً ہانک لے گئے ہیں کہ تو اپنی اس بیچارگی پر ماتم کناں ہے۔ انھوں نے اپنے غیض و غضب کا اظہار سب سے پہلے تجھ پر ہی نہیں کیا بلکہ پہلے بھی بہت سے اُن کے غیض و غضب کا نشانہ بن چکے ہیں (اور اگر اصل متن میں لفظ غَضِبُوا ہو تو "تیرا ہی مال غضب نہی کیا" ہو گا۔

حق تو یہ ہے کہ وہ برباد ہُوئے تو میری عقل بھی اُن کے ساتھ جاتی

رہی، دراصل اپنی بربادی کا باعث وہ خود تھے کیونکہ وہ اپنے کرتُوتوں کی وجہ سے مجرم اور خطا کار تھے۔

اُن میں کرخت دِل، سخت مزاج، غمگین، مصیبت زدہ، پریشان حال مختلف الاوضاع، تکالیفِ سفر سے لاغر، کسی چیز کے متلاشی، تیز رفتار، خوفزدہ، ملول، تھکے ماندے، پیاسے، تیز رو، منزلوں پر اترنے والے، بڑے دلیر، مریل، تُرش رُو، پانی کے اسباب مہیّا کرنے کے لیے، پیش قدمی کرنے والے، غم و غُصے کی وجہ سے دِل ہی دل میں گریاں و نالاں، یاس زدہ، مصیبت میں بھاگے ہوئے، صاف بولنے والے، مفلس و محتاج، اندوہ گیں، تیز قدم، چُور، مصیبت سے لڑکھڑا کر چلنے والے، نیکی سے باز رہنے والے اور غم و غصّے سے چیں بہ جبیں، غرضیکہ ان میں ہر طرح، ہر صفت اور ہر حال کے لوگ شامل ہیں۔

ان کے کُوچ کے لیے جوان اور طویل القامت اونٹنیوں پر ہَودے کَسے جاتے ہیں جو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر دھوئی جاتی ہیں، چلتے وقت خوف کے مارے ان کے قدم پھسل پھسل جاتے ہیں۔ ان کے کان پھٹے ہُوئے ہیں، شریف نسل کی ہیں، اُن کے کوہان بڑے ہیں، فربہ اندام ہیں اور اُن کے بچے مر چکے ہیں۔ نیز اُن میں تیز رفتار، دُبلی پتلی، لاغر اندام، نہایت کمزور، مریل، قد آور، بڑی، قوی ہیکل، گھونٹ گھونٹ پانی پینے والی، ٹیڑھے تلووں والی، بڑے تھنوں والی، غرضیکہ ہر جنس، ہر عمر اور وضع قطع کی اونٹنیاں شامل ہیں۔

اس طرح جب طرح طرح کی اونٹنیاں مختلف قسم کے لوگوں کو لیے چلتی ہیں تو دُور سے ان کے کجاوے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے دریا میں کوئی ٹیلہ اور گدّیں ہیں کہ حلقہ بنائے اُن کے اوپر نیزوں کے

درمیان منڈلا رہی ہیں اور ہَوائیں بدن کو چیرتی ہوئی زور سے چلی جا رہی ہیں۔

یا وہ کجاوے کیا ہیں؟ دریا کے کنارے کھجوروں کے درخت ہیں، جنہیں تند اور مخالف ہوائیں اِدھر سے اُدھر حرکت دے رہی ہیں۔

یہ ہوائیں بڑی سخت، بدن میں چُبھنے والی، گدگدانے والی، بار بار لوٹ کر آنے والی، کبھی نرم رو، کبھی تیز چلنے والی، اور کبھی رات کو چلنے والی شمشیرِ بُرّاں کی طرح جسم کو چیرنے والی، ہر چیز کو آگے سے ہٹانے والی، جسم سے پار ہو جانے والی، پریشان کرنے والی، سخت تند و تیز، مسلسل غبار اڑانے والی اور کبھی اٹکھیلیاں کرنے والی، تیز، بڑی ضرر رساں اور تکلیف دہ ہیں۔

پس اپنے خاندان کے ان لوگوں کا نام تک نہ لے اور کبھی بھُولے سے بھی انہیں یاد نہ کر اور تو ان کا نام تک لینا کیوں نہ چھوڑے گا جب کہ ساری مصیبت ان کی وجہ سے ہے۔

نو عمر اونٹنیوں پر کجادہ کَس کر دربارِ رسالت میں حاضری کے لیے نکل کھڑا ہو۔ تاکہ وہ تمہیں آنحضور ﷺ کی خدمت میں لے جائیں۔ آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات مجسّم رحمت و رافت ہے۔ آنحضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر تیری سب کلفتیں دُور ہو جائیں گی۔

وہ اونٹنیاں سب لوگوں کو لے کر حضور ﷺ کی جناب میں پہنچتی ہیں، جن کے (اونٹنیوں کے) سینے بڑے چوڑے، نسل کی بڑی شریف، طاقتور، کام سے جی نہ چرانے والی، بڑی مُنہ زور، چلنے میں سینے کے بل کھڑی ہو جانے والی، سبک رفتار، دوڑنے والی، کام سے ہمت نہ ہارنے والی، شدائدِ سفر سے دُبلی پتلی، قد آور، قوی ہیکل، (رُخ کی طرح) فربہ

اندام، خاکستری رنگ، بڑی طاقت ور، اونچی گردن والی، سب سے الگ رہنے والی (یا بڑبڑانے والی) گُچھے دار دُم والی، اور بہُت دُودھ دینے والی ہیں جن کی ناک میں نکیل پڑی ہے۔ جو اونچے قد اور پتلے بدن کی ہیں، جو سینکنے سے جلدی دُودھ دینے والی، چھلے ہوئے تھنوں والی، بیماری کے سبب سے کم بینائی والی، ابلق رنگ کی اور غصّے والی ہیں، ان میں چھوٹے کانوں والی کچھ بوتیاں ہیں۔ کمزور اور سُست رفتار۔ غرض ٹولوں کے ٹولے چلے جا رہے ہیں۔

ان سانڈنیوں کو لے جا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بٹھا دے جن کی (ﷺ) صفاتِ فاضلہ پہلی الہامی کتابوں میں نازل ہوئیں۔

اُس نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں جو اہل عالم کے ہادی، بڑی شان والے اور صاحبِ تقویٰ ہیں۔ اور اسی وجہ سے سب اہلِ عرب نے آپ ﷺ کی اطاعت کا قلاوہ اپنی گردنوں میں ڈال لیا ہے۔

اُس محمد ﷺ کی جناب میں جو بنی نوعِ انسان کے لیے ہادی بن کر آئے ہیں۔ حضور ﷺ کی بارگاہ اپنی رحمت و رافت کے لحاظ سے نہایت وسیع اور کشادہ ہے اور آپ ﷺ بڑی بزرگیوں اور عظمتوں کے مالک ہیں۔

حوضِ کوثر اور ہر دو رکن یعنی حجرِ اسود اور رکنِ یمانی، کعبۃ اللہ، مکّہ مکرّمہ اور، کعبۃ اللہ کے پَردے سب آنحضور ﷺ کی ذاتِ با برکات کے لیے مخصُوص ہیں۔

معرکہ حق و باطل میں اللہ تعالیٰ نے تمام عرب قبائل کو آنحضور ﷺ کے مقابلے میں شکستِ فاش دی تاکہ حضور ﷺ کو سب پر فتح و نصرت حاصل ہو۔ پس حضور ﷺ کے جملہ افعالِ شریفہ نہایت پسندیدہ اور قابلِ رشک ہیں۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آپ ﷺ کو راہِ حق (اسلام) کی ہدایت فرمائی تو آپ ﷺ نے لوگوں سے کفر و شِرک کی جہالت کو دُور کیا اور اس کی وجہ سے ہم پر حق پُوری طرح واضح ہو گیا (جو دنیا و آخرت میں قُربِ الٰہی کے حُصول کا ذریعہ ہے)۔

پس اے رسول ﷺ! آپ ﷺ ہی کی جناب میں تو نکیلیں پڑے سیاہ اونٹ بقصدِ زیارت کُوچ کرتے ہیں۔ (یعنی آپ ﷺ ہی تو مرجعِ خواص و عوام ہیں)۔

مَیں نے بھی آپ ﷺ ہی کی جناب میں حاضری کی خاطر کُوچ کیا۔ میرا یہ کُوچ عشق و محبت میں اہلِ کتاب اور اممِ سابقہ کے اپنے انبیاء کی بارگاہ کی طرف بقصدِ زیارت کُوچ کرنے سے بڑھ کر ہے۔

آپ ﷺ کی خدمت میں میری یہ حاضری صرف اسی التماس کی خاطر ہے کہ مجھ ایسے عاصی پر نظرِ کرم فرمائیں اور مجھے اس شریعت حقّہ کی تعلیم دیں جس کے احکام میں کوئی نقص اور عیب نہیں۔ آپ ﷺ کی اس کرم فرمائی سے میری تنگ دستی اور بد حالی کے بعد میری حالت دُرست ہو جائے گی۔

پس اللہ ہی نے آپ ﷺ کو دینِ حق کی ہدایت فرمائی، آپ ﷺ ہدایت پر ہیں اور کفر و شرک کے تمام بتوں پر آپ ﷺ کا دین غالب آ چکا ہے۔

پس آپ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ دُرود و سلام ہو اور رحمت و رضوانِ الٰہی کی بارش آپ ﷺ کی فرودگاہ پر ہمیشہ ہمیشہ برستی رہے۔ آمین!

تَمَّتْ بَعَوْنِهٖ سُبْحَانَهُ مَا أَعْظَمَ شَانَهُ

حواشی باب ششم

(۱) الأنبیاء،۲۱/۱۰۷

(۲) سبأ، ۳۴/۲۸

(۳) الأعراف، ۷/۱۵۸

(۴) البقرة، ۲/۲۰۸

(۵) الأعراف، ۷/۱۶

(۶) ص، ۸۲

(۷) أفتؤمنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابَ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْض کی قرآنی صدائیں صرف اور صرف اہلِ ایمان کو پکار رہی ہیں۔ غور فرمایئے کیا واقعی ہم اپنی تمام زندگی دینی تعلیمات کے مطابق بسر کر رہے ہیں؟ ہماری انفرادی زندگی کے تو کیا کہنے! ہماری اجتماعی تحریکیں بھی دین میں پوری طرح داخل ہونے کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتیں یہ ایک طویل بحث ہے۔ یہاں دینی تحریکات کے بنیادی مقصود حاکمیت الٰہیہ کے نعرے کا جائزہ ہی کافی ہے کہ جیسی بنیاد ہو گی ویسی ہی تعمیر بھی ممکن ہے۔ یہ ایک متفقہ امرہے کہ خدا حاکمِ اعلیٰ ہے۔ مگر کیوں؟ اس لیے کہ وہ تمام کائنات کا مالک ہے۔ حاکمیت کی بنیاد کیا ہوئی؟ مالکیت۔ وہ مالک کیوں ہے؟ اس لیے کہ وہی اور وہی اس کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ بس یہی وہ اصول مالکیت ہے جو اس نے اپنے خلیفہ (انسان) کو سکھایا، فرمایا ﴿لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ انسان کی مالکیت اسی شے پر ہے جس کے لیے اس نے محنت کی۔ سرمایہ و محنت کے سارے جھگڑے ختم ہو گئے۔ آیا اس فطری اصولِ ملکیت کو تسلیم کر لینے کے بعد کسان اور مزدُور کی محنت پر کسی جاگیر دار (غیر حاضر زمیندار) یا صنعت کار (غیر حاضر سرمایہ دار) کے پلنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اقبالؔ اگر فی الواقعہ حکیم الاُمت اور مفکّرِ پاکستان تھا (اور یقیناً تھا) تو اسی کی آواز پر کان رکھو۔ وہ تو ایسی کمائی کو کسی کی دختر کی عصمت پر ہاتھ ڈالنے کے مترادف قرار دیتا ہے۔

خواجہ نانِ بندہ مزدور خورد
آبروئے دُخترِ مزدُور بُرد

مگر خدا کو حاکمِ اعلیٰ تسلیم کرانے والے خدا کی مالکیت کے اس فطری اصول پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ حاکمیت کی اصل بنیاد مالکیت ہی ہے۔ زمین خدا کی تو نظام بھی خدا کا ہو گا۔ زمین جاگیردار کی ہو گی تو نظام بھی اسی کا چلے گا۔ اگر خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت کا قیام فِی الحقیقت مقصود ہے تو المہدی کے نظامِ معیشت (یُقْسِمُ المَالَ صَحاحًا بِالسَّوِیّت بَیْنَ النَّاسَ. الحدیث) دولت کی منصفانہ مساویانہ تقسیم کو اپنانا ہو گا ورنہ سارے عزائم خاک میں مل جائیں گے اور اعلان کرنا پڑے گا: ”میں اسلام کے نفاذ میں ناکام رہا۔“ یہ نتیجہ ہے کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ کامل کے اتباع کی توفیق ارزانی فرمائے ورنہ لا دینی سیلاب روکے نہیں رُکے گا۔

(۸) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ”ترجمان السنۃ“ استاد الحدیث مولانا بدرِ عالم، جلد ۴، ص ۲۳۴، بحوالہ ابو داوٗد، مسند احمد و دارمی، بخاری و مسلم۔

(۹) الذاریات: ۵۶

(۱۰) ص: ۷۷

(۱۱) الجن،۱-۲

(۱۲) محمود شکری آلوسی، بلوغ الارب، مطبوعہ، مرکزی اردو بورڈ لاہور، جلد ۴، ص ۴۰۵۔

(۱۳) الشعراء: ۲۲۶

(۱۴) الجن: ۹

(۱۵) یقین کیجیے اب ان شیاطین کا فریضہ انہوں نے سنبھال لیا جو مَقَاعِدَ لِلسّمع (خلائی سٹیشنوں) پر مصنوعی سیاروں کے ذریعہ براجمان ہو گئے ہیں یہ ہر ملک خصوصاً عالمِ اسلام کے حالات و واقعات کا جائزہ لیتے اور پھر منصوبے تیار کرتے ہیں۔ یہ منصوبے ان کے شیاطین (سی آئی اے) کے ذریعہ آپ کے کاہنوں (نجومیوں) تک پہنچتے ہیں پھر زائچوں وغیرہ کے حوالے سے اُن کی تشہیر ہوتی ہے۔ جب قوم کا ذہن تیار ہو جاتا ہے تو وہ منصوبہ روبکار لایا جاتا ہے۔ بین الاقوامی اور خود ملکی ذرائع ابلاغ جن کے ذہنوں پر صیہُونیت کا مکمل کنڑول ہوتا ہے اُسے ہوا

دیتے ہیں اور وہی کچھ ہو جاتا ہے جس کی پیشگوئی پہلے سے کی گئی ہوتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بھی ان کے پیچھے انگارے چھوڑنے کا بندوبست کریں۔

(۱۶) الجن: ۶

(۱۷) الخصائص الکُبریٰ، مطبوعہ حیدر آباد، جلد دوم، ص ۳۱، سیرۃ جلی مطبوعہ مصر، کنز العمال بر حاشیہ مسند امام احمد، ص ۲۲۶۔

(۱۸) یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسمِعُوا وَاطِیْعُوا والی احادیث کا تعلق ایسے ہی امراء سے تھا جنہیں خود حضور ﷺ امیر مقرّر فرماتے تھے۔ ان احادیث میں "جسے تم پر مقرّر کیا جائے" کے الفاظ موجود ہیں جب کہ حضور ﷺ کے بعد آنے والے امیر (حکمران) بفحوائے قرآن أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا عوام خود منتخب کریں گے نہ کہ کسی اور کی طرف سے (عوام کے علاوہ جو واحد انتخابی ادارہ ہے) مقرر ہوں گے۔ اس حکم رسالت کا تعلق زیادہ سے زیادہ ان عُمّال (گورنر وغیرہ) سے جڑ سکتا ہے جنہیں عوام کا منتخب امیر مقرّر کرے۔ ان احادیثِ رسول کا تعلق یقیناً اُن واقعات سے ہے جو أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ کے حوالے سے حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ عَلّامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اسباب التنزیل میں بڑی مدلل بحث کے بعد ان واقعات کو اس آیت کے شان نزول سے منسلک کرنے کو حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ پر بہتان قرار دیا کیونکہ مسلمانوں کا حکمران منتخب ہو گا۔ اور مسلمان بوجوہ اسے معزول کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں۔

(۱۹) قصیدہ جنیتیہ، مطبوعہ، مکتبۂ ظفر گجرات، ص ۲ (پیش لفظ)۔

(۲۰) اخبارِ جہاں، کراچی، ۱۷ مارچ، ۱۹۷۶ء۔

(۲۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۲/۳۲

(۲۲) بخاری، الصحیح، ۳/۱۴۰۳، رقم: ۳۶۵۳

(۲۳) سیرۃ ابنِ ہشام، جلد اوّل۔

(۲۴) مطبوعہ مکتبۂ ظفر میں یہاں ھُمُ قلم انداز ہو گیا ہے۔